تصوف کے موضوع پر بہترین کتاب
بہارِ طریقت
اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔
تصوف کی تعریف و مفہوم، تصوف پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات
اسلامی اور غیر اسلامی تصوف کا تقابلی جائزہ
طریقت کی تعریف و احکام، بیعت کا ثبوت
شانِ اولیاء اللہ، پیری مریدی کے احکام
جعلی پیروں کی پہچان اور مذمت
مصنف
ابو احمد مولانا محمد انس رضا قادری
متخصص فی الفقہ الاسلامی الشہادۃ العالمیۃ
ایم اے اسلامیات، ایم اے پنجابی، ایم اے اردو
مکتبہ امام اہلسنت
0332-1632626

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہارِ طریقت

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

تصوف کی تعریف ومفہوم،تصوف پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

اسلامی اور غیر اسلامی تصوف کا تقابلی جائزہ،طریقت کی تعریف واحکام،بیعت کا ثبوت

شانِ اولیاء اللہ،پیری مریدی کے احکام،جعلی پیروں کی پہچان

مصنف

ابواحمد محمد انس رضا قادری

تخصص فی الفقہ الاسلامی،الشھادۃ العالمیۃ

ایم۔اے اسلامیات،ایم۔اے پنجابی،ایم۔اے اردو

ناشر

مکتبہ امام اہلسنت،لاہور

زوہیب حسن عطاری

مجلس خصوصی اسلامی بھائی

(دعوت اسلامی)

فہرس

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

انتساب

اعلیٰحضرت، امامِ اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مُجدد دین و ملت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالم شریعت، پیر طریقت، باعث خیر و برکت، حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے نام جنہوں نے اُمتِ مُسلمہ کی عقائد و فقہ کے ساتھ ساتھ طریقت میں بھی بہترین راہنمائی فرمائی۔

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

علم شریعت کی طرح علم باطن بھی ایک مستقل علم ہے جسے علم طریقت کہا جاتا ہے۔ علم شریعت علم طریقت سے بہت آسان ہے لیکن ہر آدمی اپنی ذات پر غور کر کے بتائے وہ شریعت کے دوسرے مسائل تو بہت دور کی بات جو چیزیں اس پر فرض ہیں اور جن کا کرنا اس پر لازم ہے ان کے بارے میں اس کا کتنا علم ہے، فی زمانہ تو عالم یہ ہے کہ اکثریت عوام وضو و غسل جیسے بنیادی اور روزانہ پیش آنے والے مسائل سے بھی آگاہ نہیں چہ جائیکہ اس کو رب تبارک و تعالیٰ کی معرفت، اور اس راہ میں آنے والی دشواریوں کا علم ہو۔ تو جس طرح شریعت کی آگاہی کیلئے علماء کی ضرورت ہے اسی طرح باطن کے صفائی اور راہ سلوک کی معرفت اور اس میں پیش آنے والی مشکلات کی آسانی کیلئے کسی مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے متبع کو شیطان کے مکر و فریب سے بچا کر اور اس کے دل کو معرفتِ الٰہی کا خزینہ بنا کر دنیا و آخرت میں سرخرو کر دے۔

الحمدللہ عزوجل انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ شروع سے ہی اپنے ماننے والوں کو تزکیہ نفس یعنی نیک اعمال کی نشو ونما اور باطنی میل کچیل کو پاک وصاف کرنے کی تعلیم دیتے آئے ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ کنزالایمان: جیسا کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں

تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تزکیہ کہ تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "أی یطهرهم من رذائل الأخلاق ودنس النفوس وأفعال الجاهلیة ویخرجهم من الظلمات إلى النور" ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو بُرے اخلاق، باطنی میل، جاہلیت والے کاموں سے پاک کرتے ہیں اور انہیں (گمراہی کے) اندھیروں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی کی طرف لاتے ہیں۔

(تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)، جلد 1، صفحہ 335، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

آج بھی اولیاء کرام اپنے مریدین کا تزکیہ کرکے ان کو راہِ سلوک پر چلا رہے ہیں لیکن موجودہ دور میں ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جن کو شریعت کی کوئی پاسداری نہیں سرعام شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور لوگوں میں صوفی بنتے ہیں اور طریقت کو شریعت سے جدا سمجھ کر شریعت کی خلاف ورزی اور علماء کے خلاف بولتے ہیں۔ ایسے جعلی پیروں کو اہل تصوف نے مُتَصَوِّفین یعنی جعلی پیر کہا ہے کہ یہ دنیا و مال دولت کے لئے یہ روپ دھارتے ہیں اور طریقت کو بدنام کرتے ہیں۔

راقم الحروف نے دوران تعلیم یونیورسٹی میں ایک اسائنمنٹ جعلی پیروں پر تیار کی جس میں جعلی پیروں کی پہچان اور انکی شعبدہ بازی کو لکھا تاکہ لوگوں کی انکی پہچان ہو جائے اور ہمارے معاشرے میں ایک طبقہ ہے جو ان لوگوں کو دیکھ کر طریقت کا انکار کرتے ہیں وہ جان جائیں کہ جعلی پیروں کا عمل راہِ طریقت کے خلاف ہے۔ اس اسائنمنٹ کو استاذِ محترم مفتی محمد قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ نے دیکھا تو لوگوں کی رہنمائی کے لئے چھپوانے کا ذہن دیا۔ راقم نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ جعلی پیروں کے ساتھ تصوف پر بھی لکھا جائے تاکہ کوئی تصوف کی حقیقت کا انکار نہ کر سکے اس لئے تصوف اور انکی ضرورت و اہمیت،

اسلامی اور غیر اسلامی تصوف کا جائزہ، بیعت اور اسکی شرائط، اولیاء اللہ کی صفات، شان، تصرفات وغیرہ کے موضوعات کا مزید اضافہ کیا جائے تاکہ پڑھنے والا تصوف کو پوری طرح سمجھ جائے۔ یوں یہ چند صفحوں کی اسائنمنٹ بفضلہ تعالیٰ ایک ضخیم کتاب بن گئی۔ تقریباً سات سال پہلے اس کا پہلا ایڈیشن چھپا تھا۔ اب دوسرا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔

موجودہ دور میں تصوف کے ساتھ تین قسم کے لوگوں کا تعلق ہے: ایک وہ ہیں جو اس کو سرے سے مانتے ہی نہیں، دوسرا گروہ وہ ہے جو حقیقی طور پر پیری مریدی کے ساتھ وابستہ ہے اور تیسرا وہ گروہ ہے جو جعلی پیر و صوفیوں کے روپ میں معاشرے کے ناسور بنے بیٹھے ہیں۔ اس کتاب میں ان سب کو سامنے رکھ کر لکھا ہے کہ جو کوئی تصوف کا انکار کرنے والا ہو، راہِ سلوک پر چل رہا ہو، یا کسی جعلی پیر کے ہتھے چڑھا ہو وہ اگر اسے مکمل پڑھ لے گا تو ان شاء اللہ اسکی بہت راہنمائی ہوگی۔ اس کتاب میں راقم نے یہی کوشش کی ہے کہ اختصار کے ساتھ لکھا جائے اور زیادہ حوالے دیئے جائیں۔

المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو احمد محمد انس رضا قادری
06 ذو القعدہ 1437ھ، 10 اگست 2016ء

۞...باب اول: تصوف...۞

فصل اول: تصوف کی تعریف و مفہوم

کلمہ تصوف باب تَفَعُّل سے ہے اور اس باب کا خاصہ ہے کہ وہ ایسے فعل کا تقاضہ کرتا ہے جو دشوار ہو۔ لہٰذا اس باب سے ہی تصوف کی اصطلاحی تعریف ہو جاتی ہے کہ تصوف وہ راہ ہے جس میں نفسانی خواہشات کے خلاف چلا جاتا ہے جو کہ بڑا دشوار عمل ہے۔ تصوف اتباعِ شریعت کا نام ہے، عبادت و ریاضت، اخلاق و کردار، تزکیہ نفس و تطہیرِ قلب اور جہاد و مجاہدہ اس کے شعبہ ہائے خاص ہیں۔ اہل علم حضرات نے تصوف و صوفی کی کثیر تعریفات کیں ہیں۔ حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ صوفی کی تعریف کرتے ہوئے کشف المحجوب میں لکھتے ہیں: ''صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف (اُونی) کپڑے پہنتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اول صف میں ہوتے ہیں اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ اصحابِ صفہ کی نیابت (پیروی) کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ نام صفا سے ماخوذ (نکلا) ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جس کی محبت پاک و صاف ہے وہ صافی ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 53، شبیر برادرز، لاہور)

عارف باللہ سیدی علامہ احمد بُرنُسی معروف بہ شیخ زروق رحمۃ اللہ علیہ کتاب الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ میں فرماتے ہیں: ''تصوف کی تقریباً دو ہزار تعریفیں اور تفسیریں کی گئی ہیں۔ ان سب کا حاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ ہے۔''

(تعارف فقہ و تصوف، صفحہ 95، الممتاز پبلی کیشنز، لاہور)

حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو انکے وصال کے بعد کسی نے خواب میں

دیکھا تو پوچھا کہ تصوف کا مفہوم کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''راحتوں کو چھوڑ کر مشقتیں برداشت کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔''

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 121، ضیاء القرآن، لاہور)

حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" التصوف اسم لثلاث معان وھو الذی لا یطفئی نو ر معرفتہ نور ورعہ ولا یتکلم بباطن فی علم ینقضہ ظاھر الکتب او السنۃ ولا تحملہ الکرامات علی ھتك استار محارم اللہ تعالیٰ" ترجمہ: تصوف تین وصفوں کا نام ہے۔ ایک یہ کہ اس کا نورِ معرفت اس کے نورِ ورع (تقویٰ سے اوپر والا درجہ) کو نہ بجھائے، دوسرا یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر سنت کی خلاف ہو، تیسرا یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔

(الرسالۃ القشیریۃ، جلد 1، صفحہ 45، دار المعارف، القاہرۃ)

حضرت سیدی ابوعبداللہ محمد بن خفیف ضَبّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" التصوف تصفیۃ القلوب و ذکر اوصاف الی ان قال واتباع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الشریعۃ" ترجمہ: تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہو۔

(الطبقات الکبری للشعرانی، جلد 1، صفحہ 121، مصطفےٰ البابی مصر)

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: ''تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کر دے اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ رکھے۔''

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 510، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد)

ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی غالب نہ آیا جس طرح کہ بلخ کا

ایک نوجوان۔ وہ ہمارے پاس حاجیوں کے لباس میں آیا اور مجھ سے پوچھا اے ابو یزید! زہد کی کیا تعریف ہے آپ کے نزدیک؟ میں نے کہا کہ جب ہم نہیں پاتے صبر کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو کھالیتے ہیں۔ جواب دیا کہ یہ تو ہمارے بلخ کے کتوں کی حالت ہے۔ میں نے کہا کہ تمہارے نزدیک زہد کی کیا تعریف ہے؟ جواب دیا کہ جب ہمیں نہیں ملتا شکر کرتے ہیں اور جب ملتا ہے تو (ایثار کرتے) دوسروں کو دے ڈالتے ہیں۔

(سبع سنابل ، صفحہ195، فرید بک سٹال لاہور)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر رکھی گئی ہے:

(1) حضرت آدم علیہ السلام کی طرح سخی ہونا۔

(2) حضرت اسحاق علیہ السلام کی طرح راضی ہونا۔

(3) حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کرنا۔

(4) حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح مناجات کرنا۔

(5) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح غیرت اختیار کرنا۔

(6) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صوف پہننا۔

(7) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سیر کرنی۔

(8) ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح فقر اختیار کرنا۔

(فتوح الغیب ، صفحہ 238، قرآن محل ، کراچی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں لکھتے ہیں "وليس الفقر عند الصوفية الفاقة والحاجة بل الفقر عندهم الحاجة إليه تعالى لا إلى غيره والاستغناء به لا عنه بغيره" ترجمہ: صوفیہ کے نزدیک فقر بھوکا اور محتاج رہنا نہیں بلکہ صوفیہ کے نزدیک فقر یہ

ہے کہ دنیا والوں سے مستغنی ہو کر اللہ عزوجل پر اعتماد کیا جائے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الفضائل ،جلد9،صفحہ3688، دارالفکر بیروت)

حاصل یہ ہے کہ تصوف نفس کو کوشش و ریاضت سے بُرے اخلاق سے پھیرنے اور اچھے اخلاق مانند زہد و علم و صبر و اخلاص و صدق ، محبت رب تعالیٰ وغیرہ خصائل حسنہ پر آمادہ کرنے کا نام ہے جس سے دنیا میں تعریف اور آخرت میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔

فصل دوم: تصوف پر عمل پیرا ہونے والوں کی اقسام

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں: تصوف کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

(1) صوفی (2) مُتَصَوِّف (3) مُسْتَصْوِف

(1) صوفی وہ ہے جو حق کے ساتھ مل جائے اور خواہشات نفسانیہ کو مار کر حقیقت سے پیوستہ ہو جائے۔

(2) متصوف وہ ہے جو ریاضت و مجاہدے کے ذریعے اس مقام کی طلب کرے اور وہ اس مقام کی طلب حصول میں صادق و راست باز رہے۔

(3) مستصوف وہ ہے جو دنیوی عزت و منزلت اور مال و دولت کی خاطر خود کو ایسا بنالے اور اسے مذکورہ منازل و مقامات کی کچھ خبر نہ ہو۔ ایسے نقلی صوفیوں کے لئے عرفاء کا مقولہ ہے کہ "المستصوف عند الصوفية كالذباب و عند غيرهم كالذياب" یعنی صوفیاء کرام کے نزدیک نقلی صوفی مکھی کی مانند ذلیل و خوار ہے جو کرتا ہے محض خواہش نفس کے لئے کرتا ہے اور دوسروں کے نزدیک بھیڑیئے کی مانند ہے۔ جس طرح بھیڑیا اپنی تمام قوت و طاقت مردار کے حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے یہی حال نقلی صوفی کا

ہے۔ گویا صوفی صاحب وصول ہے اور متصوف اصول اور مستصوف صاحب نقول اور فضول۔

جسے وصل نصیب ہو گیا وہ مقصود کو پانے اور مراد کو حاصل کرنے میں اپنے نفسانی قصد وارادہ سے بے نیاز ہو گیا اور جو منزل اصول کا نصیبہ ور ہو گیا وہ احوال طریقت پر فائز اور لطائف معرفت پر مستحکم ہو گیا۔ اور جس کے نصیب میں فضول ہے اور وہ نقلی صوفی ہے وہ حقیقت و معرفت کی منزل سے محروم رہ کر محض رسم ورواج کی چوکھٹ پر بیٹھ گیا ہے۔

(کشف المحجوب، صفحہ 60،61، شبیر برادرز، لاہور)

کسی نے حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ علم (ظاہر و باطن) آپ نے کہاں سے پایا؟ انہوں نے اپنے دولت کدے کے ایک حصہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: ''اس کے اندر میں تیس برس تک اللہ تعالیٰ کے حضور رہا ہوں اسکے بعد مالک بے نیاز کے کرم وفضل نے دولت سرمدی (یعنی دولت علم) عطا فرمائی۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ اس آسمان کے شامیانہ تلے روئے زمین پر اس علم سے افضل بھی کوئی شے ہے تو میں اسکو حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرتا۔'' نیز فرمایا: ''ہم نے قیل وقال کے ذریعہ تصوف نہیں حاصل کیا بلکہ بھوک، ترک الدنیا، ترک اللذائذ (لذیذ چیزوں کو چھوڑنے) اور ذکر الٰہی عزوجل کی کثرت، فرائض وواجبات کی ادائیگی، سنت کی بجا آوری، اوامر کے التزام اور منہیات سے اجتناب (یعنی شریعت نے جن کے کرنے کا حکم دیا اور جن سے منع فرمایا ان پر عمل) کے ذریعہ یہ سب پایا ہے۔''

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 72، رضا پبلیشرز، لاہور)

فصل سوم: تصوف پر ہونے والے اعتراضات اور انکے جوابات

تصوف پر اعتراضات کی وجہ

شروع سے ہی تصوف کی اہمیت و مقام سے غافل لوگ اس پر اعتراضات کر رہے ہیں اور یہ کیوں کر رہے ہیں اسکی وضاحت کرتے ہوئے امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دیباچہ لواقح الانوار'' میں لکھا ہے: ''گروہ صوفیہ کے خلاف ہر زمانہ میں برابر صف آرائی ہوتی رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام پر ان لوگوں کی ترقی اور رسائی ہو جاتی ہے تو عام عقلوں کے مالک اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ مگر یہ لوگ ان منکرین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔''

(عرفان الحق، صفحہ 5، جمعیت اشاعت اہلسنت، کراچی)

موجودہ دور میں تین قسم کے لوگ ہیں: ایک قسم کے لوگ علماء ومشائخ کی باتوں کو سرے سے مانتے ہی نہیں، دوسری قسم علماء ومشائخ کے کہنے پر بغیر دلیل طلب کئے عمل کرتی ہے اور ایک تیسری قسم ہے جو علماء ومشائخ کے پاس بیٹھیں گے مسائل پوچھیں گے مگر مانیں گے وہی جو عقل میں آجائیں ورنہ بحث کریں گے۔ تصوف کا چونکہ باطن کے ساتھ زیادہ تعلق ہوتا ہے اس لئے یہ عقل میں نہیں آتا جس کی وجہ سے لوگ کشف، کرامت وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے: ''ایک شخص اولیاء کرام کو خبطی (دیوانہ) تصور کرتا تھا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگوٹھی اسے دے کر فرمایا کہ اس بھٹیارے کی دکان پر ایک دینار میں فروخت کردو۔ لیکن بھٹیارے نے کہا اس کی قیمت تو زیادہ مانگتا ہے کچھ کم کر۔ پھر جب اس انگوٹھی کو سُنار کے یہاں لے کر پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی۔ جب اس شخص نے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح

بجنیارہ انگوٹھی کی قیمت سے آشنا نہیں اسی طرح تم بھی مراتب اولیاء سے نا آشنا ہو۔"

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 85، ضیاء القرآن، لاہور)

تصوف پر اعتراضات کرنے والوں کو تنبیہ

تصوف کے منکرین تصوف پر اعتراضات کے ساتھ ساتھ صوفی لوگوں کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں جو کہ جہالت ہے۔ماہنامہ اشرفیہ میں ہے:"آج فرقہ ضالہ (گمراہ فرقوں) نے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی گستاخیوں کو اپنا شیوہ بنالیا ہے۔ان سے عقیدت ومحبت کو شرک ٹھہرانے کے درپے ہیں۔ایسے باطل عقائد رکھنے والوں کے استیصال (خاتمے) کے لیے الفتح الربانی کی چودھویں مجلس کافی ہے۔اس کے ابتدائی صفحات کا صرف ترجمہ ملاحظہ فرمائیں (حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)"اے منافق اللہ تجھے پاک کردے کیا تیرے لیے تیرا نفاق کافی نہیں کہ تو علماء، اولیاء اور صلحاء کی غیبتیں کرتا ہے، ان کا گوشت کھاتا ہے۔عنقریب تیری اور تیرے بھائی تجھ جیسے منافقوں کی زبانوں اور گوشت کو کیڑے کھالیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے اور زمین تم کو بھینچ (دبا) ڈالے گی اور چُور چُور کرڈالے گی۔جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ حسن ظن نہیں رکھتے اور ان کے لیے متواضع نہیں ہوتے ان کے لیے فلاح ونجات نہیں۔"

(ماہنامہ اشرفیہ ،جون 2008،خطبات غوث اعظم کے عصری معنویات)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:"جس مضمون کے منکرین موجود ہوں یا آئندہ پیدا ہونے والے ہوں اسے قرآن مجید

میں تاکیدی حروف سے شروع کیا جاتا ہے جیسے قد،لقد،اَلا،اِنّ وغیرہ۔پھر جس درجہ کا انکار ہو اسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے چونکہ مشرکین مکہ اور کفار مکہ سرے سے ولایت کے قائل نہ تھے وہ تو حضور انور کی نبوت کے انکاری تھے ولایت کیا مانتے نیز آئندہ خود کلمہ گو مسلمانوں میں اولیاء اللہ کے منکرین پیدا ہونے والے تھے جو بہت سختی سے مختلف قسم کے انکار کرنے والے کوئی فرقہ اولیاء کی ذات کا انکاری کوئی ان کی صفات عالیہ کا،کوئی ان کی کرامات کا، کوئی ان کے فیوض وبرکات کا،کوئی ان کے علوم کا انکاری تھا۔اس لئے اس مضمون کو ڈبل تاکید اَلا اور اِنّ سے شروع فرمایا گیا۔"

(تفسیر نعیمی ، جلد 11،صفحہ 389،نعیمی کتب خانہ ، گجرات)

تصوف پر اعتراضات کرنے والے لوگوں کی اقسام

عموماً تصوف کے منکرین اور اس پر اعتراضات کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک گمراہ دوسرے وہ جو گمراہ یا بُرے لوگوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں،اسی بُری صحبت کا اثر ہوتا ہے کہ جب وہ کسی صوفی کو دیکھتے ہیں تو اس کے اَفعال پر شک کرتے ہیں۔حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"صحبة الأشرار توجب سوء الظن بالأخیار"ترجمہ:بروں کی صحبت سے نیکوں کے متعلق سوءِ ظن (بُرا خیال) پیدا ہوتا ہے۔"

(رسالہ قشیریہ ،جلد2،صفحہ 460،دار المعارف، القاہرۃ)

اعتراضات اور اسکے جوابات

تصوف پر ہونے والے اعتراضات عقلی ہیں یعنی جو بات عقل میں نہیں آتی اس پر اعتراض کردیا جاتا ہے لہٰذا مختصراً موجودہ دور میں جو تصوف پر اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا جاتا ہے:

تصوف کو بدعت کہنا

اعتراض: تصوف کی قرآن وحدیث میں کوئی اصل نہیں یہ بدعت ہے۔

جواب: تصوف کا مقصد تزکیہ نفس ہے، تزکیہ نفس کہتے ہیں نفس کو ظاہری باطنی گناہوں سے پاک کرنے کو، اسکی تعلیم قرآن وحدیث دیتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾ ترجمہ: کنزالایمان: بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں، اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہو۔ (سورۃ طٰہٰ، سورت 20، آیت 76)

ایک اور آیت میں ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔ (سورۃ الاعلیٰ، سورت 87، آیت 14)

بخاری ومسلم کی حدیث پاک ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب جبرائیل امین علیہ السلام نے پوچھا "ما الاحسانُ؟" ترجمہ: احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك" ترجمہ: احسان یہ ہے کہ تو اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان جامع کلمات کے ساتھ نہ صرف تصوف بیان فرمایا بلکہ تصوف کے درجات بھی ارشاد فرمادیے کہ جب دل گناہوں سے پاک ہوجائے تو اس میں جلوہ حق دکھائی دیتا ہے اور یہ تصوف کی انتہائی اعلیٰ منزل ہے اور اس سے کم والوں کے لئے یہ ہے کہ وہ یہ جانیں کہ اللہ عزوجل ہمارے اخلاص اور خشوع خضوع کو جانتا ہے۔

بخاری شریف کی شرح فیض القدیر میں ہے "(اعبد الله كأنك تراه) ومحال أن تراه

وتشهد معه سواه وهذا يسمى مقام المشاهدة والمراقبة وهو أن لا يلتفت العابد في عبادته بظاهره إلى ما يلهيه عن مقصوده ولا يشتغل باطنه بما يشغله عن مشاهدة معبوده فإن لم يحصل له هذا المقام هبط إلى مقام المراقبة المشار إليه بقوله (فإن لم تكن تراه فإنه يراك) أي أنك بمرأى من ربك لا يخفاه شيء من أمرك ومن علم أن معبوده مشاهد لعبادته" ترجمہ: تو عبادت کر اللہ عزوجل کی گویا کہ تو اسے دیکھتا ہے" اور تیرا اللہ عزوجل کو دیکھنا اور مشاہدہ کرنا دونوں برابر محال ہیں۔ اسکو مقام مشاہدہ ومراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ مقام وہ ہے کہ عابد اپنی عبادت میں اپنے ظاہر کے ساتھ اس چیز کی طرف متوجہ نہ ہو جو اسکو مقصود سے غافل کردے اور اپنے باطن کو ایسی چیز میں مشغول نہ کرے جو اسکو معبود کے مشاہدہ سے غافل کردے۔ اگر عابد کو یہ مقام حاصل نہ ہو تو وہ مقامِ مراقبہ سے نچلے درجے میں آجاتا ہے اور یہ وہ مقام ہے جس کی طرف حدیث پاک میں اس جملے کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے "اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے" یعنی تو اس مقام پر ہے کہ تیرا رب تجھے ملاحظہ فرمارہا ہے اور تیرے معاملے میں کچھ بھی اس پر مخفی نہیں ہے، معلوم ہوا کہ اسکا معبود اسکی عبادت کو دیکھ رہا ہے۔

(فیض القدیر، جلد 1، صفحہ 704، دارالکتب العلمیة، بیروت)

بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں ہے "يزيل الصفات المهلكات ويطهره منها ويتصف المحمودات حتى يجعل سره كالمرآة المجلوة قوله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك" ترجمہ: جب بندہ کی بری عادتیں زائل ہوجاتی ہیں تو وہ ان سے پاک وصاف ہوکر اچھے اوصاف کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ اسکا باطن شیشے کی مانند ہوجاتا ہے جس میں جلوہ حق دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرف حدیث میں اشارہ ہے کہ "گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"

(عمدة القاری، جلد1، صفحہ449، دار الکتب العلمیة بیروت)

تفسیر در منثور میں قرآنِ پاک کی آیت ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ کی تفسیر میں ایک حدیث پاک ہے" عن الحسن رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم العلم علمان علم فی القلب فذاك العلم النافع وعلم علی اللسان فتلك حجة الله علی خلقه" ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علم دو طرح کے ہیں: ایک دل کا علم ہے جو علمِ نافع ہے اور دوسرا زبان کا علم ہے جو لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت ہے۔

(درمنثور، فی تفسیر سورة الفاطر، سورت 35، آیت 28، جلد7، صفحہ21، دار الفکر بیروت)

اس حدیث میں زبان کے علم سے مراد قرآن وحدیث وفقہ کے شرعی احکامات ہیں جن پر عمل پیرا ہونا لوگوں پر لازم ہے اور دل کا علم جو نفع دینے والا ہے وہ تصوف ہے جس کا مقصد دل سے بغض، کینہ، حسد جیسے باطنی امراض کو دور کر کے اس میں تقویٰ، توکل، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معرفت رب العزت پیدا کرنا ہے۔ حضرت جنید بغدادی سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''مخلوقات کی موافقت سے دل کو صاف کرنا، طبعی (نفسانی) اوصاف سے جدا ہونا، بشری صفات کو فنا کرنا، نفسانی خواہشات سے گریز کرنا، روحانی صفات کا طلبگار ہونا، حقیقی علوم سے متعلق ہونا، دائمی اچھے کاموں کو اختیار کرنا، تمام امت کا خیر خواہ ہونا، حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا، شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیروکار ہونا اور ایسی ہی دیگر صفات اور برکات کا حامل ہونا۔''

(تعارف فقہ و تصوف، صفحہ173، الممتاز پبلی کیشنز، لاہور)

تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ شریعت پر ظاہراً باطناً عمل پیرا ہونے میں مدد دیتا ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" علم التصوف تفرع من عین

الشریعة" ترجمہ: علم تصوف چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

(میزان الکبری للشعرانی، جلد1، صفحہ4، مصطفی البابی مصر)

بدعت کہتے ہیں نئی چیز کو جو قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو، تصوف کو بدعت کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ اس کی بنیاد قرآن وحدیث اور سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ حضرت ابو القاسم نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" التصوف ملازمة الکتاب والسنة "ترجمہ: تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم پکڑے رہے۔

(الطبقات الکبری للشعرانی، جلد1، صفحہ123، مصطفی البابی مصر)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جسم پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات کا نام شریعت ہے اور قلب پاک کے احوال کا نام طریقت ہے اور سر پاک کے احوال کا نام حقیقت ہے۔ روح پاک کے حالات کا نام معرفت ہے۔ غرضیکہ ذاتِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان چاروں کا مرکز ہے۔ ان کا جسم پاک شریعت کا مرکز قلب شریف طریقت کا۔''

(رسائل نعیمیہ، صفحہ326، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

تصوف کو بدعت کہنے والوں کا جواب دیتے ہوئے میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں: ''اصحابِ تصوف میں اکثر مجتہد بھی گزرے ہیں اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ "کل طریقة ردته الشریعة فهی زندقة" ترجمہ: ہر طریقت جسے شریعت ٹھکرادے زندقہ ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم کسی کو دیکھو کہ ہوا پر اُڑتا ہے یا پانی پر چلتا ہے اور اسکا پیر تر نہیں ہوتا یا آگ میں گھستا ہے اور نہیں جلتا یا غیب کی خبریں دیتا ہے اور اسی طرح کی اور باتیں اس میں ہیں اسکے باوجود اس میں ذرہ برابر شریعت کا خلاف پاؤ تو سمجھ لو کہ وہ اپنے وقت کا زندیق اور ملحد ہے۔ لہٰذا یہ طریقت کے مجتہدین جنہوں

نے شریعت میں اس قدر احتیاط برتی ہے اگر بیعت بدعت ہوتی تو ہرگز وہ لوگ اس کو راہِ عرفان کا رہبر نہ بناتے اور پیری مریدی کو اصل مستحکم اور بنیاد محکم نہ جانتے ۔ متقدمین (پہلے) مشائخ سے منقول ہے کہ جب وہ کسی درویش کو دیکھتے کہ وہ شریعت کے آداب کو قصداً ترک کرتا ہے تو اس کو درویشی کے دائرہ سے خارج سمجھتے اور اسے بزرگوں کے گروہ سے شمار نہ کرتے ۔ایک مرتبہ چند درویش کسی بزرگ کی ملاقات کے لئے گئے ۔جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبلہ کی جانب اپنے منہ کا تھوک پھینکتا ہے تو اس سے ملاقات نہ کی اور اس کی اس حرکت کو بُرا سمجھ کر واپس لوٹ آئے ۔اور اگر ان میں سے کوئی شخص کسی مستحب یا ادب کو بلا قصد چھوڑ بیٹھتا تو اسے کوئی سخت مشکل پیش آئی اور چند روز تک اس کی مصیبت کے ماتم میں گریہ وزاری کرتا اور دوسرے لوگ اس کی مزاج پرسی کو آتے ۔

منقول ہے کہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی لغزش واقع ہوگئی ۔تمام عمر جب آپ کوئی سفید کپڑا پہنتے تو بے اختیار روتے اور خود سے مخاطب ہو کر کہتے کہ تو وہی تو ہے جس سے ایسی حرکت ہو چکی ہے اور وہی شخص تو ہے کہ تجھ سے فلاں غلطی ہو چکی ہے اسی طرح تمام اسلاف کا طریقہ تھا۔محال ہے کہ وہ کسی بدعت کو ایسے اہتمام سے اختیار کریں یا اصل سنت میں ذرہ برابر زیادتی یا کمی گوارا کرلیں لہٰذا ایسوں پر بدعت کی بدگمانی کرنا گمراہی ہے اور خدا کی قسم بیعت کو باطل سمجھنا خود ہی باطل ہے ۔"

(سبع سنابل ،صفحہ 187،فرید بک سٹال ، لاہور)

اگر کوئی یہ کہے کہ تصوف تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن بیعت کا مروجہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیعت کرنا سنت سے ثابت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو بیعت کرواتے تھے اور موجودہ دور کے جتنے بھی سلاسل ہیں سارے کے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جا ملتے ہیں نقشبندی سلسلہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے اور قادری ، چشتی ، سہروردی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، اُویسی سلسلہ حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔اسکے علاوہ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے کہ کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سلاسل با قاعدہ چلے لیکن آنے والے وقتوں میں ختم ہو گئے ۔

کیا ہدایت کے لئے قرآن وحدیث کافی نہیں؟

اعتراض: مرشد کی کیا ضرورت ہے کیا ہدایت کے لئے قرآن وحدیث اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی نہیں؟

جواب: اگر کسی عام آدمی کو کوئی مسئلہ درپیش آجائے اور وہ قرآن وحدیث سے اس کا حل ڈھونڈنا چاہے تو سب سے پہلے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے عربی آتی ہو ورنہ اگر گمراہ لوگوں کے تراجم یا تفاسیر کی مدد سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے گا تو خطرہ ہے کہ خود ہی گمراہ نہ ہو جائے اور اگر عربی آتی ہے تو پھر یہ لازم ہے کہ قرآنی آیات کے شانِ نزول ، احادیث ، عربی لغت ، ناسخ منسوخ وغیرہ سب علوم پر دسترس ہو جو کہ انتہائی مشکل کام ہے ۔اگر یہی بات وہ کسی عالم دین سے پوچھ لے تو اسکا مسئلہ حل ہو جائے گا اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے بلکہ قرآن پاک نے بھی یہی تعلیم دی ہے ﴿ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

(النحل ،سورت 16، آیت 43)

یہاں ہر مسلمان کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ خود ہی قرآن وحدیث سے مسائل ڈھونڈو بلکہ اہل علم سے پوچھنے کا حکم ہوا۔تو جب شریعت کے مسائل ہر کوئی خود حل نہیں کرسکتا کسی علم والے کا محتاج ہے تو راہِ سلوک کی منازل اکیلا کیسے طے کر سکتا ہے؟ ہوسکتا ہے شیطان اسے

گمراہ کردے اور اسے پتہ بھی نہ چلے۔ لہٰذا مرشد کامل جو شیطان کے مکروفریب کو سمجھتا ہے اسکی راہنمائی کے بغیر اس راہ پر چلنا بہت مشکل ہے۔ امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ہے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر و آسان مسائلِ شریعت ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین انکی شرح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے اور علماء کرام اقوالِ ائمہ مجتہدین کی تشریح و توضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشاداتِ ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز رہتے۔ اور اب اگر اہل علم عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورتِ خاصہ پر حکم کی تطبیق نہ کریں تو عام لوگ ہرگز کتابوں سے احکام نکال لینے پر قادر نہیں ہزار جگہ غلطی کریں گے اور کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ اس لئے یہ سلسلہ مقرر ہے کہ عوام آج کل کے اہلِ علم و دین کا دامن تھامیں اور وہ تصانیف علمائے ماہرین کا اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ ائمہ ہدیٰ کا اور وہ قرآن وحدیث کا۔ جس شخص نے اس سلسلے کو توڑا وہ اندھا ہے۔ جس نے دامنِ ہادی ہاتھ سے چھوڑا عنقریب کسی عمیق (گہرے) کنویں میں گرا چاہتا ہے۔''

مزید فرماتے ہیں: ''جب احکامِ شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن کو دقائقِ سلوک اور حقائقِ معرفت بے مرشدِ کامل خود بخود قرآن وحدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے۔ یہ راہ سخت باریک اور بے شمع مرشد نہایت تاریک ہے۔ بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچا دیا۔ تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا ادعا کرے۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ آدمی اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم زاہد کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 426، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

راہ طریقت قرآن وحدیث کے مخالف نہیں بلکہ قرآن وحدیث پر چلانے کا نام ہے۔

تصوف میں شخصیات کو اہمیت دینا

اعتراض: دین اسلام کی بنیاد قرآن وحدیث پر مبنی ہے تصوف والے بزرگ شخصیات کو بہت اہمیت دیتے ہیں ہر بات کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں اور ان کے اقوال وافعال پر کاربند رہتے ہیں۔

جواب: قرآن پاک میں ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ ہم ہر نماز میں یہ دعا پڑھتے ہیں بتائیں اس سے مراد نیکوکار شخصیات ہیں یا کوئی اور؟ نیک لوگوں کے پیچھے چلنے کی قرآن پاک نے تعلیم دی ہے۔ قرآن کو جمع کرنے، اس پر زیر زبر لگانے، اس کو پڑھانے سکھانے سب مراحل میں شخصیات کا عمل دخل ہے۔ اسی طرح احادیث کے صحیح، ضعیف، ہونے میں اسناد کا عمل دخل ہے اور اسناد ساری کی ساری شخصیات پر مبنی ہوتی ہیں۔ تو پتہ چلا کہ بغیر شخصیات کے قرآن وحدیث پر بھی عمل نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

(سورۃ البقرہ، سورت نمبر 2، آیت 133)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے لیکن انہوں نے اپنی بزرگ برتر شخصیات کی طرف نسبت کی کہ ان کے توسل سے ہی ہمیں معرفت خداتعالیٰ نصیب ہوئی۔ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "لا طریق الی معرفۃ اللہ إلا بتعلیم الرسول والإمام والدلیل علیہ ھذہ الآیۃ" ترجمہ: اللہ عزوجل کی معرفت کی طرف سوائے تعلیم رسول اور امام کے کوئی راستہ نہیں اور اس بات کی دلیل یہ آیت ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد4، صفحہ66، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزرگوں کے ساتھ نسبت رکھنے اور انکے نقش قدم پر چلنے کی تعلیم وفضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "البرکۃ مع اکابرھم" ترجمہ: برکت اکابر کے ساتھ ہے۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، جلد8، صفحہ 171، دار الکتاب العربی بیروت)

راہِ سلوک کا مقصد معرفتِ رب عزوجل ہے جن مراحل سے پیر گزرا ہوتا ہے وہ ان مراحل سے واقف ہو کر اپنے مرید کی بہتر اصلاح کرتا ہے تاکہ مرید اپنے مقصود پر پہنچ جائے اس کے لئے وہ اپنے مرید کو مخصوص طریقہ کار اور وظائف عطا کرتا ہے جس پر عمل کرنا مرید کے لئے لازم ہوتا ہے۔ جیسے قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ کا علم حاصل کرنے کے لئے مخصوص قواعد ہوتے ہیں۔ اگر مرید اپنے پیر کے اقوال وافعال پر عمل نہیں کرے گا کبھی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔

تصوف میں نفلی عبادات پر سختی سے کاربند ہونا

اعتراض: صوفیا کو دیکھا گیا ہے یہ نفلی عبادت پر بہت مشقت کرتے ہیں اور

اپنے مریدوں کو بھی سختی سے اس پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

جواب: اولیاء کرام نفلی عبادت پر اس لئے زیادہ زور دیتے ہیں کہ نفلی عبادت قربِ الٰہی عزوجل کا ذریعہ ہوتی ہے اور یہ نفلی عبادت فرائض کو مضبوط کرتی ہے کیونکہ بزرگ فرماتے ہیں جو نفلی عبادت پر دوام اختیار کرے گا اس سے فرائض وواجبات نہیں چھوٹیں گے کیونکہ شیطان سب سے پہلے نفل ومستحبات پر حملہ کرتا ہے پھر فرائض پر۔ بزرگ فرماتے ہیں جو عمل نفس پر جتنا دشوار ہوگا میزان میں اتنا ہی وزنی ہوگا اور ایک حدیث پاک میں ہے "افضل العبادات احمزھا" ترجمہ: سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

(الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، صفحہ61، دارالکتب العلمیہ بیروت)

صوفی قسم کے لوگوں کا ناچ گانے میں ملوث ہونا

اعتراض: اسلام میں ناچ گانا حرام ہے اسکے باوجود دیکھا گیا ہے کہ صوفی قسم کے لوگ ناچتے گاتے اور دیگر خلاف شرع کام کرتے ہیں۔

جواب: بے شک گانا باجا اور ناچ گانا حرام ہے اگر کوئی یہ کرتا ہے تو اس میں صوفیا کا کیا قصور ہے؟ صوفیا شریعت پر عام لوگوں سے زیادہ عمل کرتے ہیں اگر کوئی نقلی صوفی ایسے خلاف شرع کام کرے گا تو اس کا یہ فعل باطل ہے دوسروں کے لئے حجت نہیں اور نہ اس کے فعل سے دوسرے صوفیا پر اعتراض لازم آتا ہے۔ حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں: "جب زمانہ کے دنیا دار لوگوں نے دیکھا کہ نقلی صوفی پاؤں پر تھرکتے، گانا سنتے اور بادشاہوں کے دربار میں جا کر ان سے مال ومنال کے حصول میں حرص ولالچ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ درباری دیکھتے ہیں تو وہ ان سے نفرت کرتے اور تمام

صوفیوں کو ایسا ہی سمجھ کر سب کو بُرا کہنے لگتے ہیں کہ ان کے یہی طور وطریق ہوتے ہیں اور پچھلے صوفیاء کا حال بھی ایسا ہی تھا۔ حالانکہ وہ حضرات ایسی لغویات سے پاک وصاف تھے وہ اس پر غور وفکر نہیں کرتے۔ یہ زمانہ دین میں سستی وغفلت کا ہے۔"

(کشف المحجوب صفحہ 69، شبیر برادرز، لاہور)

تصوف کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے صوفی لوگ راہِ تصوف میں بطور نمونہ ہوتے ہیں لہٰذا اگر کسی صوفی سے خلافِ شرع فعل سرزرد ہوجائے تو اعتراض اس پر ہوگا نہ کہ تصوف پر۔ آج کل کے بعض جعلی پیر جن خلافِ شرع افعال کے مرتکب ہوتے ہیں ان کے افعال کو دیکھ کر تصوف وصوفیا پر اعتراض کرنا کم علمی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جہاں یہ کالی بھیڑیں موجود نہیں علماء، اطباء، قضاۃ، تجار، صنعت کار سب جگہ پر ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے طبقہ کے لئے ننگ وعار کا باعث ہیں۔ لیکن اگر ان کے وجود سے صحیح اور راستباز لوگوں کو افادیت کم نہیں ہوتی تو جعلی صوفیوں کے ہتھکنڈوں سے صوفیاء کرام کی عظمت پر حرف نہیں آسکتا۔

اکابر صوفیاء سے خلافِ شرع باتوں کا صدور ہونا

اعتراض: بعض مشہور بزرگوں جیسے منصور، بایزید بسطامی وغیرہ سے خلافِ شرع باتیں صادر ہوئی ہیں کسی نے کہا انا الحق، کسی نے کہا سبحانی ما اعظم شانی۔ کسی نے کہا میرا جھنڈا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔ تعجب ہے کہ فرعون نے دعویٰ خدائی کیا تو کافر ہوا منصور دعویٰ خدائی کرے مومن رہے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: ان بزرگوں سے ایسے کلمات بے خودی اور غشی عشق میں نکلتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان پر شرعی احکام یعنی فتویٰ کفر صادر نہیں ہوسکتے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ

تین بندوں سے قلم اُٹھالیا گیا ہے (یعنی ان کے فعل پر پکڑ نہیں) ایک نابالغ جب تک بالغ نہ ہوجائے، دوسرا نیند والا جب تک نیند سے باہر نہ آجائے، تیسرا جس کی عقل پر پردہ پڑ جائے۔ ان بزرگوں کی اس حالت میں عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ یہ اپنے اختیار سے نہیں کرتے۔ اس لئے حدیث کے مطابق ان پر کوئی شرعی گرفت نہیں۔ اس وقت زبان ان کی تھی اور کلام رب کا جیسے فوٹوگرافر کا ریکارڈ یا ریڈیو کی پٹی کہ یہ خود نہیں بولتی اور ان میں سے آواز نکل رہی ہے مگر بولنے والا کوئی اور ہے۔ طورِ سینا کے درخت سے آواز نکل رہی تھی ﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ترجمہ: پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے دہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ! بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا۔ (سورۃ القصص سورت 28، آیت 30)

یہ کلام رب کا تھا درخت اس کا مظہر، کیا وہ درخت کافر ہوگیا؟ ہرگز نہیں ایسے ہی یہ حضرات ہیں۔ فرعون کا یہ حال نہ تھا۔

(ملخص رسائل نعیمیہ، صفحہ 335، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے امثال ونظائر (ان جیسے دیگر) رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقتِ ورودِ تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا ﴿یَا مُوسَی إِنِّی أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِینَ﴾ ترجمہ: اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔ کیا یہ پیڑ نے کہا تھا؟ حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی

زبان سے سنایا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا ﴿ یَا مُوْسٰی اِنِّی اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ﴾ ترجمہ: اے موسیٰ میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔ اس نے یہاں بھی فرمایا "سبحانی ما اعظم شانی" ترجمہ: میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ "لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ترجمہ: میرا جھنڈا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔ بے شک لواءِ الٰہی لواءِ محمدی سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے بلاشبہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل۔ اس کا فیصلہ خود بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہو چکا، ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ "سبحانی ما اعظم شانی" کہا کرتے ہیں۔ فرمایا حاشا میں نہیں کہتا۔ کہا آپ ضرور کہتے ہیں ہم سب سنتے ہیں۔ فرمایا جو ایسا کہے واجب القتل ہے میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر مار دو۔ وہ سب خنجر لے کر منتظرِ وقت رہے یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا "سبحانی ما اعظم شانی" مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا۔ واللہ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 665، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ وہ حضرات تھے جو اہل علم ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت پر عمل پیرا بھی ہوتے تھے۔ کوئی دین سے دور جعلی صوفی اگر خلافِ شرع افعال کر کے تجلی رب تعالیٰ کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اور ایسے مسائل میں ہر کسی کو غور و فکر کی اجازت نہیں کہ ایمان سے کفر میں جانے کا خطرہ ہے۔

کیا نظریہ وحدت الوجود شرک ہے؟

اعتراض: بعض صوفی بزرگوں کا نظریہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے جسے وحدت الوجود کہا جاتا ہے حالانکہ یہ شرک ہے۔

جواب: شرک تو تب ہو جب وہ کسی کے وجود کو مانیں جب وہ خدا کے سوا کسی کا وجود مانتے ہی نہیں تو شرک کیسے ہو سکتا ہے۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ تمام کائنات مجاز ہے فرضی چیز ہے اور حقیقی وجود صرف اس کا ہے۔ اب غور کیجئے کہ وحدت الوجود پر یقین رکھنے والوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شرک کیا کہ یہ چونکہ صرف رب کے وجود کو مانتے ہیں اس لئے انہوں نے گویا ہر موجود شے کا خدا تسلیم کر لیا ان کے کہنے کے مطابق جب خدا کے سوا کچھ نہیں تو پھر جو کچھ ہے وہ خدا ہی ہے پھر ہر شے خدا ہے۔ دراصل یہ مغالطہ ہے شرک تو اس وقت ہوگا جب خدا کے سوا کسی شے کو مانو گے، تسلیم کرو گے، پھر اسے خدا کی ذات وصفات میں شریک ٹھہراؤ گے۔ جب تمہارا عقیدہ یہ ہو گا کہ خدا کے سوا کچھ نہیں یہ کائنات رنگ و بو، یہ عالم آب و گل، یہ زمین و آسمان، یہ ستارے، یہ کہکشاں یہ نباتات وہ جمادات، یہ انسانوں کی فوج ظفر موج، یہ حشرات الارض، یہ سیم و زر کے انبار، یہ اجناس و اثمار، یہ شجر و حجر، یہ سب کچھ مجاز ہیں۔ یہ سب فرضی چیزیں ہیں، یہ ذہن و نظر کا فریب ہے، یہ ساری کائنات اعتباری ہے، حقیقی نہیں خدا کے سوا

کچھ نہیں ہے۔ جب تم اس کے سوا کسی کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو اس کی ذات میں شریک کیسے کر سکتے ہو؟ جس کو تم شریک کرنا چاہو گے پہلے اس کے وجود کو تو مانو گے جو چیز ہے نہیں وہ خدا کی ذات وصفات میں شریک کیسے ہو سکتی ہے؟"

(وحدت الوجود کیا ہے، صفحہ 7 ناشر: حضرت نیٹ ورک)

صوفیاء کا دنیا کو برا کہنا

اعتراض: بعض صوفیا دنیا کو برا کیوں جانتے ہیں؟ اگر دنیا بُری چیز ہوتی تو رب پیدا کیوں فرماتا؟ اور بعض مشائخ دنیا میں مشغول ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دنیا کی جو چیز اللہ عزوجل سے دور کرنی والی ہے صوفیا اس کو برا کہتے ہیں اسی کی تعلیم قرآن وحدیث نے دی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دنیا کا لفظی، دُن سے بنا ہے بمعنی قرب چونکہ دنیا قریب الفنا ہے لہٰذا دنیا ہے یادناۃ بنا بمعنی ذلت وخواری چونکہ یہ حقیر وذلیل ہے لہٰذا دنیا ہے۔ (بعض صوفیا جو دنیا کو برا کہتے ہیں) ان کی اصطلاح میں دنیا وہ ہے جو رب سے غافل کر دے۔ ریا کاری کی عبادت دنیا ہے اور رب کی رضا کے لئے تجارت کرنا بھی دین۔ اس کاروبار کو جنہوں نے غفلت کا باعث سمجھا وہ علیحدہ رہے۔ مگر یاد رہے کہ دنیا صفر کی طرح خالی ہے صفر اگر اکیلا ہو تو خالی ہے لیکن اگر کسی عدد سے مل جاوے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے۔ ایک کو دس اور دس کو سو بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی دنیا صفر آخرت عدد ہے جب آخرت سے ملے تو اس دس گنا کر دے گی۔ ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها﴾ مگر خیال رہے اگر صفر مقتدی کی طرح عدد دائیں کی طرف رہے تو دس گناہ کرتا ہے لیکن اگر امام بن کر بائیں طرف رہے تو پھر خالی۔ ایسے ہی اگر آخرت مقصود ہو اور دنیا تابع تو بہار ہے اور اگر دنیا مقصود بن گئی تو بے کار ہے۔"

(رسائل نعیمیہ، صفحہ 341 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

تصوف اور رہبانیت

اعتراض: صوفیاء نے عیسائی راہبوں کی طرح دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی تھیں ان سے لطف اندوز ہونے سے دور ہو گئے تھے حالانکہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ "لا رھبانیة فی الاسلام"
ترجمہ: اسلام میں رہبانیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

جواب: بے شک صوفیاء کرام ابتداء میں ہر قسم کے مشاغل دنیا سے دور ہو کر خلوت گزیں ہو جاتے ہیں اور اچھے کھانے، اچھے پہننے، رات کو آرام کرنے وغیرہ راحتوں کو ترک کر دیتے ہیں لیکن یہ ان کا مقصد حیات نہیں ہوتا بلکہ وقتی طور پر وہ تزکیہ قلب اور تربیت نفس کے لئے ان مجاہدات کو اختیار کرتے ہیں۔ اور جب وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نورِ عشق سے ان کے سینے منور ہو جاتے ہیں۔ بُری عادات سے ان کی طبیعت پوری طرح متنفر ہو جاتی ہے اور محاسن اخلاق ان کی فطرت ثانیہ بن جاتے ہیں۔ تو پھر وہ دنیا والوں پر ایسا کرم فرماتے ہیں کہ ان کے تربیت یافتہ مریدین ومحبّ کے راستہ میں آلام ومصائب کی کوئی چٹان حائل نہیں ہو سکتی۔ ابلیس کی کوئی فریبی ان کو متاثر نہیں کر سکتی۔

عیسائیوں کے نزدیک رہبانیہ مقصد حیات ہے وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنے میں ہی سلامتی اور نجات سمجھتے ہیں۔ صوفیاء کرام کے ہاں اس قسم کا قطعاً کوئی تصور نہیں۔ صوفیہ کرام کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے تو روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے دنیا کو ترک کرنے کی تلقین نہیں کی بلکہ بے اعتدالانہ

استعمال اور اسکی محبت میں کھو جانے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے شادیاں کیں، انکے اہل و عیال تھے، ان کے ذاتی مکانات اور مزروعہ اراضی تھیں۔ ان حقائق کی موجودگی میں ان پر رہبانیت کا الزام کیوں درست ہو سکتا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا حکم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی ان الفاظ میں تعریف فرماتا ہے ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ ترجمہ: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔

(سورۃ النور، سورت 24، آیت 37)

حضرت محبوبِ الٰہی کا ارشاد بھی سماعت فرمایئے "ترک دنیا آن نیست کہ کسے خود را برھنہ کند مثلاً لنگوتہ بہ بندو و نیشیند ترک و دنیا آن است کہ لباس پوشد، طعام بخورد و آنچہ می رسد دوا بدارد و لجمیع و میل نکند و خاطر را متعلق چیزے ندارد" ترجمہ: ترک دنیا کا یہ معنیٰ نہیں کہ کوئی اپنے آپ کو برہنہ کرے اور لنگوٹ باندھ کر بیٹھ جائے، بلکہ ہمارے نزدیک ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے، کھانا بھی کھائے اور حلال کی جو چیز دستیاب ہو اسے استعمال کرے لیکن دولت کو جمع کرنے کی طرف راغب نہ ہو اور دل میں اس کو جگہ نہ دے۔

(فوائد الفواد ماخوذ از مقالات پیر محمد کرم شاہ الازہری، صفحہ 357 تا 370، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

خلوت نشینی نہ صرف جائز ہے بلکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کہ آپ غارِ حرا میں خلوت نشینی فرمایا کرتے تھے۔

صوفیاء کا دولت کو بُرا کہنا جبکہ کئی صحابہ کرام دولت مند تھے

اعتراض: صوفیاء دولت کو برا کہتے ہیں حالانکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے اور کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان مالدار تھے۔

جواب: صوفیاء دولت کو برا نہیں کہتے دولت کی حرص کو برا کہتے ہیں کہ دولت کی حرص گناہوں کی جڑ ہے۔ دوسرا یہ کہ کل قیامت والے دن ایک ایک پیسے کا حساب دینا ہوگا کہ کہاں سے آیا اور کہاں خرچ کیا۔ اگر کچھ پیسہ ہوگا ہی نہیں تو حساب کتاب میں بھی آسانی ہوگی۔ روض الریاحین میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کا تفصیلا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ جب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ فقر میں بہت ثواب ہے جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل کے فقر سے پناہ مانگی ہے ہاتھ کے فقر سے پناہ نہیں مانگی کیونکہ فقر تو یہی ہے کہ دل فقیر ہو جس طرح مالداری یہ ہے کہ دل غنی ہو۔"

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 63، 66، رضا پبلیشرز، لاہور)

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری کو پسند فرمایا چنانچہ مشکوۃ شریف کی ایک اور روایت کہ جس کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مکۃ ذھبا فقلت لا یارب ولکن اشبع یوما و اجوع یوما فاذا جعت تضرعت الیك و ذکرتك و اذ شبعت حمدتك و شکرتك" ترجمہ: مجھ پر میرے رب نے پیش فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونا بنا دے تو میں نے عرض کیا یا رب نہیں لیکن میں ایک دن سیر ہوا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں، تجھے یاد کروں۔ اور جب سیر ہوؤں تو تیری حمد کروں اور تیرا شکر کروں۔

(سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیہ، جلد 4، صفحہ 153، دار الغرب

(الاسلامی، بیروت)

فقر کا قیامت والے دن کافر اور مسلم دونوں کو فائدہ ہوگا چنانچہ مرقاۃ میں ہے

"أن حالة الفقر أسلم من العوائق ولذا اختاره سبحانه لأكثر أنبيائه وأوليائه من بين الخلائق حتى قال حجة الإسلام إن الكافر الفقير عذابه أخف من الكافر الغنى فإذا كان الفقر ينفع الكافر فى النار فكيف لا ينفع المؤمن فى دار القرار" ترجمہ: بے شک فقر امیری سے بہتر ہے اس لئے اللہ عزوجل کے انبیاء علیہم السلام اور اسکے اولیاء نے دنیا میں اسے اختیار کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافر فقیر پر غنی کافر کی نسبت کم عذاب ہوگا۔ جب فقر کا کافر کو دوزخ میں بھی فائدہ ہوگا تو کیسے اس فقر کا جنت میں مومن کو فائدہ نہ ہوگا؟

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الفضائل، جلد9، صفحہ3688، دار الفکر، بیروت)

امام اجل شیخ ابو عبد اللہ حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ لوگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مالداری کو اس لئے حجت بناتے ہیں کہ لوگ انہیں مال جمع کرنے کے سلسلہ میں معذور خیال کریں۔ حالانکہ انہیں شیطان نے بہکا دیا ہے۔ وہ لوگ نہایت بے خبر اور غافل ہیں۔ افسوس صد افسوس! حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مال سے استدلال مکر شیطان ہے۔ تیری یہ بات تیری بربادی کا پیش خیمہ ہے کیونکہ جب تجھے خیال آیا کہ وہ حضرات بھی فراوانی میں متابلہ اور دنیا کی عزت و آرائش کے لئے مال جمع فرماتے تھے تو اس کا ادنیٰ مطلب یہ ہوا کہ تو نے ان پیشواؤں کی غیبت کی اور ان پر عظیم تہمت لگائی۔ اور جب تو نے بدلالت حال وقال سے یہ بات اٹھائی کہ مال حلال کا جمع کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے تو گویا تو نے حضور سرور انبیاء علیہ السلام اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام پر عیب لگایا (نعوذ باللہ منہ) اور انہیں اپنے خیال میں اس

ترک فضیلت سے بے خبر سمجھا۔ کیونکہ انہوں نے مال جمع کرنے سے روکا۔ رب السماء کی قسم! تو جھوٹا ہے، تو مفتری ہے، تو کذاب ہے تو نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹا الزام لگایا۔ وہ تو اپنی امت کے حق میں نہایت مہربان اور مشفق اور رؤف رحیم تھے۔

اے بے عقل! سن کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بزرگی، تقویٰ اور تمام حسنات و خیرات کے باوجود اور اسکے علاوہ ان فضائل کے ہوتے ہوئے کہ وہ اللہ عزوجل کی راہ میں بے حد سخاوت کرنے والے، مال و دولت لٹانے والے، اور صحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت سرمدی سے فیض یاب، اور جنت کی خوشخبری پانے والے ہیں۔ مگر پھر بھی مال ہی کی وجہ سے روز حشر حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ دست سوال نہ دراز کرنا پڑے اور مال کے ذریعہ نیکی کا سرمایہ اکٹھا کریں اور راہ خدا عزوجل میں خوب خرچ کریں۔ تاہم جنت میں داخلہ کے وقت انہیں فقراء مہاجرین کی معیت نہیں ملے گی (یعنی فقراء مہاجرین ان سے پہلے جنت میں داخل ہو نگے۔) پھر بھلا ماوشما کا کیا شمار و اعتبار جو دنیا کی موجوں میں غرق ہیں۔ اور اس کے بعد اپنے مخص کے حال پر سخت حیرت و استعجاب ہے جو شہوات دنیوی میں پھنس کر لوگوں کو مال ظلماً کھاتا ہے اور مادی زینت و تفاخر کا بندہ بن کر سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت سے استدلال کرتا ہے۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ63-66 مرضا پبلیشرز، لاہور)

بعض کتابوں میں ہے کہ دولت کے سبب انبیاء علیہم السلام میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوں گے۔

کیا صوفیاء کا کوئی فقہی مسلک نہیں ہوتا؟

اعتراض: بڑے بڑے علماء کسی مجتہد کے مقلد ہوئے ہیں تا کہ قرآن وحدیث پر صحیح طریقے پر عمل کیا جاسکے لیکن دیکھا گیا ہے کہ صوفیہ کا کوئی مسلک نہیں ہوتا۔

جواب: صوفیہ کا مذہب اصول وفروع میں فقہا کے تابع ہے کیونکہ فقہا نے تلاش کے بعد احکام کو مختلف فصلوں میں جمع کر دیا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ بھی تھے اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھے، حضرت محاسبی، امام غزالی رحمہما اللہ شافعی تھے، برصغیر پاک وہند کے صوفیاء رحمہم اللہ حنفی تھے بلکہ کشف المحجوب میں حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ اپنا خواب لکھتے ہیں کہ خواب میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ یہ تمہارے امام ہیں، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے۔ انکے علاوہ کئی صوفیہ چاروں ائمہ کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے پیروکار رہے۔ بلکہ حضرت سفیان ثوری صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہی بھی تھے اور امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ اور یہ اختلاف صرف فروعی مسائل میں ہوتا ہے عقائد وطریقت میں سب ایک ہیں اس لئے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حنبلی ہیں اور دنیا میں انکے موجود مرید قادری حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی سب طرح کے ہیں۔ بلکہ کئی فقہی مجتہد ہونے کے باوجود کسی کے مرید تھے۔ میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں: ''مشائخ متقدمین میں اکثر مجتہد بھی تھے چنانچہ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس اللہ روحہ کے متعلق منقول ہے کہ ابھی آپ کی عمر سات برس کی تھی کہ آپ اجتہاد کے درجہ تک پہنچ چکے تھے اور آپ کے تمام اصحاب اور خلفاء بھی مجتہد تھے آپ خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور خواجہ سری سقطی خواجہ کرخی۔ خواجہ داؤد طائی اور خواجہ حبیب عجمی یہ سب بھی مجتہد تھے۔ خواجہ داؤد طائی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور خواجہ حبیب عجمی کے مرید تھے۔'' (سبع سنابل، صفحہ 185، فرید بک سٹال، لاہور)

کیا اکابر صوفیا دولت علم سے آراستہ نہ تھے؟

اعتراض: تصوف جاہلوں اور ناخواندہ لوگوں کا مسلک ہے۔ جو لوگ زیور علم سے آراستہ ہیں اور تحقیق وتدقیق کے میدان میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں وہ تصوف کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔

جواب: یہ کہنا درست نہیں۔ اکابر صوفیا اپنے اپنے زمانہ میں علم وفضل میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے ہم عصر علماء وفضلاء پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتے تھے بلکہ تصوف کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے وہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنا ضروری سمجھتے تھے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک مشہور ہے کہ پہلے شریعت کا علم حاصل کرو پھر طریقت میں پاؤں رکھو۔ حضرت غوث الاعظم، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شہاب الدین سہروردی، غوث العالمین شیخ الاسلام حضرت بہاء الحق والدین زکریا ملتانی، حضرت بہاء الدین نقشبند، حضرت مجدد الف ثانی وامثالہم قدس اللہ اسرارہم نہ صرف درویشی کے شہنشاہ تھے بلکہ علم وفضل کے بھی تاجدار تھے۔ کون ہے جو ان حضرات اور ان جلیل القدر خلفاء پر جہالت کی تہمت لگا سکے؟ ان کی تصانیف آج بھی اہل علم وتحقیق سے خراج تحسین وصول کر رہی ہیں۔ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جاہل کبھی مسخر شیطان ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ حقیقت اور سراب میں امتیاز کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ وہ دل کی بیماریوں کی صحیح تشخیص اور مناسب علاج نہیں کر سکتا۔

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے "پیر آں چناں باید که در احکام شریعت و طریقت و حقیقت علم باشد و چوں این چنیں باشد او خود بیچ نامشروع نفرماید۔" ترجمہ: پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا علم رکھتا ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو کسی ناجائز کے لئے نہ کہے گا۔ (فوائد الفواد)

حضرت محبوب الٰہی عز وجل کا یہ احوال بھی تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کو خلافت عطا نہیں فرماتے تھے جو عالم نہ ہو۔ حضرت یحیٰی بن معاذ رازی کا قول ہے "اجتنب صحبة ثلاثة اصناف من الناس، العلماء الغافلين والفقراء المدهنين والمتصوفة الجاهلين" ترجمہ: تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے اجتناب کیا کرو، ایسے عالموں سے جو غافل ہوں، ایسے فقیروں سے جو دوسروں کے باز ہوں اور ایسے صوفیوں سے جو جاہل ہوں۔ (کشف المحجوب)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جو صوفیاء پر تنقید کرنے میں مشہور عالم ہیں وہ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ "وما كان المتقدمون في التصوف الا رئوسا في القرآن والفقه والحديث والتفسير" ترجمہ: یعنی صوفیاء متقدمین علوم قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے۔

بلکہ ہمارے پیارے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفتی تھے آپ کے پاس پوری دنیا سے سوال آتے تھے جن کا جواب آپ بغیر غور وفکر اور مطالعہ کتب کے فوراً لکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ کے پاس ایک فتویٰ آیا جس میں تحریر تھا کہ سادات علماء اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے کہ جس میں انسانوں میں سے کوئی بھی کسی جگہ اس عبادت میں اس کا شریک نہ ہو تو اس کی عورت پر تین طلاقیں۔ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ شخص کونسی ایسی

عبادت کرے کہ جس سے اس کی قسم نہ ٹوٹے؟ اس کا جواب لکھنے سے عرب وعجم کے تمام علماء عاجز رہ گئے جب حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ فتویٰ پیش کیا گیا تو آپ نے فوراً بغیر غور وفکر کے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کیلئے خانہ کعبہ کو طواف کرنے والوں سے خالی کرادیا جائے پھر یہ شخص اکیلا خانہ کعبہ کے سات چکر لگائے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیونکہ کعبہ کا طواف ایسی عبادت ہے کہ اس وقت انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا شریک عبادت نہ ہوگا۔ (اخبار الاخیار، صفحہ 32، مستار اکیڈمی، لاہور)

یہ کہنا کہ اسلامی تصوف غیر اسلامی تصوف سے نکلا ہے

بعض مستشرقین اور غیر مسلم مفکرین کا یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی تصوف پر دوسروں مذاہب کے تصوفانہ اثرات ہیں بعض کے نزدیک عیسائیت کے ہیں بعض کے نزدیک بدھ مت کے وغیرہ۔ اب عقلی نقلی دلائل کے ساتھ ثابت کیا جاتا ہے کہ اسلامی تصوف کو عیسائیت، افلاطونیت، ہندومت، مجوسیت وغیرہ کسی سے بھی اساسی تعلق نہیں بلکہ اسلامی تصوف کی بنیاد قرآن وحدیث اور سیرت انبیاء علیہم السلام پر ہے۔ حقیقت تصوف سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے پروفیسر نکلسن اور پروفیسر میکڈنلڈ کو اس میں عیسائی رہبانیت اور یونانی باطنیت نظر آتی ہے باوجود کہ اس کو تسلیم ہے کہ اس کا مبداء اولین قرآن پاک پروفیسر ماسینون نے تصوف کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تصوف قرآن اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلا ہے (O.Leary) اور (Goldzcher)

Demived from the Quran and the preactice of the prophet.

(شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت، صفحہ 38، اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ)

کیا چلہ اور ریاضت ہندو جوگیوں سے لیا گیا ہے؟

اعتراض: اسلامی تصوف کا ماخذ ہندوؤں کے وید ہیں اور چلہ کشی، ریاضت وغیرہ کے سارے طریقے ہندو جوگیوں اور سادھوؤں سے مستعار (ادھار) لئے گئے ہیں۔

جواب: اس طبقہ کے سربراہ ہارٹن (Horton) بلوشیٹ (Blochet) اور ماسی نیون (Massignon) ہیں۔ یہ لوگ بڑی بڑی کتابوں کے مصنف ہیں اور بڑے محقق اور مدقق شمار ہوتے ہیں معلوم نہیں ان صاحبان کو اس بے مقصد تکلف کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی کیا انہیں معلوم نہیں کہ مسلمان صوفیا کے ہادی و راہبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غارِ حرا میں چلہ کشی کی تھی اور ذکر الٰہی عزوجل پر مداومت کے متعدد احکام قرآن کریم اور احادیث نبوی میں بصراحت موجود ہیں اور یہ اس وقت ان کو میسر تھا جب کہ ہندوؤں کی تہذیب و تمدن کے بارے میں جزیرہ عرب کے باشندوں کی سطحی قسم کی معلومات بھی میسر نہ تھیں۔ اس لئے صوفیاء کرام کی ریاضتوں اور چلہ کشیوں کو ہندو جوگیوں کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔ مزید برآں دونوں ریاضتوں کے مقاصد میں زمین و آسمان کو فرق ہے۔

کیا فقر فاقہ بدھ مت سے لیا گیا ہے؟

اعتراض: مسلمانوں کا زہد بدھ مت سے ماخوذ ہے جیسے گولڈ زیر (Goldzcher) اور اولیری (O,Leary) نے یہ ثابت کیا ہے کہ صوفیاء کا دنیا سے قطع تعلق در حقیقت گوتم بدھ کی تقلید ہے۔ جس طرح اس نے تخت و تاج کو ترک کر کے فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کر لی تھی اسی طرح مسلمان صوفیا نے بھی اپنے گھروں کے راحت و آرام کو ترک کر کے جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں آ کر بسیرا کیا۔

جواب: اتنا بڑا الزام لگانے سے پہلے انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ گوتم بدھ خدا کے وجود کا منکر ہے وہ نفس انسانی کو ہی سب کچھ خیال کرتا ہے اس کے برعکس مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات، اسکی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور ریاضتیں مقصود بالذات نہیں بلکہ بارگاہِ الٰہی عزوجل میں شرف باریابی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔

فارسی تصوف کے اثرات

اعتراض: اسلام کا تصوف دراصل فارسی تصوف کا آئینہ دار ہے عرب ہر لحاظ سے فارس سے فروتر تھے انہوں نے ان سے ہی کچھ لیا ہے۔ فارسیوں کو دینے کے لئے ان کے پاس کچھ چیز نہ تھی۔

جواب: اگر یہ لوگ اسلام سے پہلے کی بات کہہ رہے ہیں تو ہم اسے تسلیم کر لیتے ہیں لیکن ہم اس زمانہ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے ہماری بحث اس تصوف سے ہے جو آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے بعد رونما ہوا۔ جب قرآن کریم کے فیضان سے عرب مسلمانوں کی جھولیاں علم و حکمت کے جواہرات سے بھر گئیں تو وہ اپنے گھروں سے نکل کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچے اور بڑی دریا دلی اور فیاضی سے انہوں نے ان جواہرات کو لٹایا تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ اہل فارس نے عرب مسلمانوں کو دینی، تہذیبی اور علمی اعتبار سے متاثر کیا، بلکہ یہ وہ عرب تھے جنہوں نے اپنے ظاہری فتوحات کے جھنڈے گاڑنے کے بعد اہل ایران کے عقائد، نظریات و افکار اور تہذیب و تمدن کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ جب اسلام کی برکت سے اہل فارس آتش پرستی کو چھوڑ کر خداوند احد و یکتا کے پرستار بن گئے باقی اور کیا چیز تھی جس کے لئے مسلمان صوفی ان کے شکست خوردہ افکار سے تصوف لیتے۔ پروفیسر براؤن کا یہ کہنا سراسر خلاف حقیقت ہے، کہ ایرانی

افکار نے عربوں کو متاثر کیا اور اسی سے ان کا تصوف ماخوذ ہوا اسکا حقیقت سے کوئی تعلق
نہیں۔ بہر حال اگر کہیں کچھ مشابہت پائی بھی جاتی ہے تو اسے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ
اسلامی تصوف اہل فارس کے نظریات سے ماخوذ اور مستعار ہے۔ اسلام کا تصوف صرف
اسلام سے ماخوذ ہے اور وہ ہر اعتبار سے بالکل الگ اور جداگانہ چیز ہے۔

تصوف میں عیسائی راہبوں کے اثرات

اعتراض: اسلام کے تصوف پر نصرانی تصوف کا بہت بڑا اور گہرا اثر ہے۔ اس
دعوی کی دلیل یہ ہے کہ عربوں اور عیسائیوں میں عہد قدیم سے باہمی روابط تھے۔ عرب ایک
غیر متمدن اور جاہل قوم تھے جب کہ عیسائی دنیا علم وحکمت کے نور سے جگمگا رہی تھی۔ اس
لئے لازمی طور پر مسلمان صوفیوں نے عیسائی راہبوں سے تصوف سیکھا اور راہبن کو اپنایا۔

جواب: ہم عرض کرتے ہیں کہ اسلام کی آمد سے پہلے کے بارے میں آپ کا یہ
نظریہ درست ہے لیکن ہم اس زمانہ کی بات کر رہے ہیں جب کہ عرب کے ظلمت کدہ کو وحی
الٰہی عزوجل کے نور تاباں نے ان اندھیروں کو اجالے میں تبدیل کر دیا تھا اور ان
ناخواندوں کو وہ علم وحکمت کا بادشاہ کر دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے
ماننے والوں کو دنیا کی لذتوں میں کھو جانے سے سختی سے روکا تھا۔ قرآن کریم کی صدہا آیات
ہیں جو مسلمانوں کو زہد وتقوی کی تلقین کرتی ہیں اور دنیا کی بے ثباتی کا نقش لوح قلب پر ثبت
کرتی ہیں۔ سورۃ الحدید کی ایک آیت ملاحظہ ہو ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ
لَھْوٌ وَّ زِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَ تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ
الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ
شَدِیْدٌ وَّ مَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ترجمہ

کنز الایمان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی
مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینھ کی طرح جس کا اگایا سبزہ
کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن (پامال کیا ہوا) ہو گیا اور آخرت
میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر
دھوکے کا مال ہے۔
(سورۃ الحدید، سورت 57، آیت 20)

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بھی سماعت فرمایئے "ان مما
اخاف علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من زھرۃ الدنیا و زینتھا" ترجمہ: اپنے بعد
میں تم سے جس چیز کے بارے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا کی زینت اور کامیابی کے
دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے۔
(صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ علی الیتامی، جلد2، صفحہ121، دار طوق النجاۃ)

خود سوچئے کہ جس قوم کے پاس ان کی کتاب مقدس میں زہد و پرہیزگاری کے
اتنے موثر مواعظ موجود ہوں انہیں پریشان حال راہبوں کی تقلید کی کیا ضرورت ہے جو خود
بے یقینی کی موجوں کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ اسی طرح عبادت الٰہی عزوجل کی تلقین و
ترغیب میں قرآن کریم کی بے شمار آیات موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے کسی اور واعظ کی
ایک مومن کو کیوں ضرورت محسوس ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے ﴿وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ
نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ
مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر
سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔
(سورۃ الاعراف، سورت 7، آیت 205)

دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا

کثیراً ﴿ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔

(سورۃ الاحزاب، سورت 33، آیت 41)

قرآن کریم کی دوسری سورت کے یہ دل افروز اور روح افزا آیت بھی پڑھ لیجئے ﴿فاذکرونی اذکرکم﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

(سورۃ البقرہ، سورت 2، آیت 152)

جب ذکر الٰہی عزوجل کے لئے ایسی آیات موجود ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا کسی غیر کی طرف متوجہ ہونا کم از کم ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

(مقالات پیر محمد کرم شاہ الازہری، صفحہ 357 تا 370، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

فصل چہارم: تصوف کی مشہور اصطلاحات

مراقبہ

مراقبہ کا معنی پاسبانی اور نگہداشت ہے۔ نفس کے ساتھ کے ہر لمحہ باخبر رہنے کی ضرورت ہے اگر اس سے غافل ہو گئے تو وہ اسے اپنے شہوت و غفلت کے جال میں ڈال کر رب العزت کی معرفت سے دور کر دے گا۔ مراقبہ یہ ہے کہ انسان جانے کہ اللہ عزوجل اس سے آگاہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے یا دیکھتا ہے وہ ذات اس سے باخبر ہے۔ مخلوق تو صرف اس کا ظاہر دیکھتی ہے جب کہ خالق کی نظر اس کے ظاہر و باطن پر ہے۔ جسے یہ پہچان ہو جاتی ہے اور جس پر یہ معرفت غالب ہو جاتی ہے اس کا ظاہر و باطن سنور جاتا ہے۔ جو اس حقیقت پر ایمان نہیں رکھتا بے ایمان ہے۔ جو ایمان رکھتا ہے پھر بھی مخالفت کرتا ہے اسکی یہ بڑی دلیری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی﴾ ترجمہ: کیا نہیں جانتا کہ اللہ (اسے) دیکھ رہا ہے۔

(العلق، سورت 96، آیت 14)

﴿اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ ہر وقت تمہیں

دیکھ رہا ہے۔

(النساء، سورت 4، آیت 1)

کامل وہی ہے جو ہر وقت اسی کے مشاہدہ میں گم رہے اسے کی قدرت کے جلوے دیکھے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مراقبہ رقبہ سے بنا بمعنی گردن جھکانا چونکہ مراقبہ میں گردن جھکائی جاتی ہے لہذا اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ اس میں دو فائدے ہیں: ایک تو سوچنا اور غور کرنا صوفیاء کے نزدیک ایک ساعت کی فکر ایک سال کے ذکر سے افضل ہے جو بغیر فکر کے ہو۔ انسان غور و فکر کے وقت سر جھکا لیا کرتا ہے گویا مومن سر جھکا کر رب کی کسی خاص صفت کو سوچتا ہے۔ اس سوچنے کا حکم قرآن پاک میں بھی ہے۔ ﴿افلا یتدبرون ھذا القرآن﴾ یا ﴿اولم یتفکروا فی ملکوت السموات والارض﴾ دوسرا یہ کہ قلب میں بھی نور ہے اور دماغ میں بھی نور جب دماغ کی فکر کو قلب سے لگایا گیا تو دو نور مل کر نور علی نور ہوا۔ جس سے قلب و دماغ کی روشنی زیادہ کی۔ کچھ عرصہ بعد اس مراقبہ میں شیخ سارے عالم کو بلکہ خالق عالم کے نور کو پاتا ہے۔ مسمریزم والے نگاہ جمانے کی مشق کر لیتے ہیں تو ان کی نگاہ میں عجیب تاثیریں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو جو دل پر خیال جمائے وہ کتنی قوتوں کا مالک ہو گا۔ انہی قوتوں کا ذکر قصیدہ غوثیہ میں فرمایا گیا ہے۔"

(رسائل نعیمیہ، صفحہ 340، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

مراقبہ کا مقصد

جس سالک نے یہ یقین پیدا کر لیا کہ اللہ عزوجل انہیں دیکھ رہا ہے اس نے اپنے مراقبے کا مقصد حاصل کر لیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ایک مرشد کامل (جنید بغدادی) کا ایک مرید تھا وہ اس سے دیگر مریدین سے بڑھ کر محبت کیا کرتے تھے۔ دیگر مریدین اس پر غیرت کھایا کرتے تھے۔ پیر نے ہر ایک کو ایک ایک پرندہ دیا اور فرمایا اسے

وہاں ذبح کرو جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ تمام مریدین خلوت میں چلے گئے اور اپنا اپنا پرندہ ذبح کر کے لے آئے۔ مگر وہ مرید پرندہ واپس لے آیا۔ اسے ذبح نہ کیا۔ اس نے عرض کی میں نے ایسی کوئی جگہ نہیں دیکھی جہاں کوئی مجھے دیکھ نہ رہا ہو۔ وہ ذات پاک مجھے ہر وقت اور ہر مقام پر دیکھ رہی ہے۔ اس سے دوسروں کو اس کا مرتبہ معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ میں گم رہتا ہے کسی اور چیز کی طرف التفات نہیں کرتا۔

جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مطلب برآری کی دعوت دی تو اس بت کا چہرہ ڈھانپ دیا جسے اپنا معبود سمجھتی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا تو پتھر سے شرم کر رہی ہے اور میں اس عظیم ذات سے حیا نہ کروں جس نے ساتوں آسمان اور زمین کو تخلیق کیا ہے اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ ایک شخص نے حضرت جنید رحمۃ اللہ سے گزارش کی میں اپنی نگاہ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ میں اپنی نظر کی نگہبانی کس طرح کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا تجھے علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس سے کہیں بڑھ کر باریک بینی سے دیکھ رہا ہے جتنا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ حدیث پاک میں ہے اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ جنت عدن ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو جب گناہ کا قصد کرتے ہیں تو انہیں میری عظمت یاد آجاتی ہے وہ رک جاتے ہیں اور شرم محسوس کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں مکہ کی راہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم رکاب تھا ایک چرواہا غلام پہاڑ کی چوٹی سے نیچے آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ایک بکری خریدنا چاہتا ہوں کیا فروخت کرو گے؟ اس نے عرض کی میں غلام ہوں یہ بکریاں میری ملکیت نہیں۔ انہوں نے (آزمانے کے لئے) فرمایا آقا سے کہہ دینا کہ وہ بکری بھیڑیا کھا گیا ہے اسے کیا خبر ہوگی۔ غلام نے کہا اگر

اسے معلوم نہ ہو اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ اس کے مالک کو طلب کیا اور وہ غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر فرمایا اس بات نے تجھے اس جہاں میں آزاد کر دیا ہے اس عالم میں یہ مجھے آزاد کر دے گی۔ (انشاءاللہ)

(کیمیائے سعادت، صفحہ 723، امام غزالی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

مراقبہ اور تصور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وشیخ

مراقبہ میں تصور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصور شیخ بھی ہوتا ہے۔ اخبار الاخیار میں ہے: "ایک مرتبہ قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی سے دریافت کیا کہ مراقبہ خدا کی ذات کا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخ کا علیحدہ علیحدہ ہونا چاہئے یا اجتماعاً؟ شیخ نے فرمایا کہ دونوں طرح صحیح ہے جب اجتماعاً مراقبہ کرے تو اس بات کا یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں جانب رونق افروز اور جلوہ نما ہیں اور شیخ بائیں جانب ہے۔"

(اخبار الاخیار صفحہ 225، مستاز اکیڈمی، لاہور)

مراقبہ میں نیت کیا ہو؟

جو سالک مراقبہ کے لئے خلوت نشینی کرے تو اس میں اچھی نیت کا ہونا بھی ضروری ہے ورنہ وہ کچھ پانے کی بجائے الٹا کھو دے گا۔ رسالہ قشیریہ میں ہے: "جب کوئی بندہ گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو اسکا حق یہی ہے کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ لوگوں سے الگ رہنے سے لوگ اس کے شر سے بچے ہوئے ہیں۔ گوشہ نشینی سے اس کا مقصد یہ نہ ہو کہ وہ خود لوگوں کے شر سے بچا رہے کیونکہ پہلی صورت میں یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ اپنے نفس کو حقیر جاننے لگا اور دوسری صورت میں یہ ثبوت پایا جاتا ہے کہ وہ لوگوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور جس نے اپنے

نفس کو حقیر جانا وہ شخص متواضع ہے اور جس نے اپنے آپ کو کسی شخص پر فائق سمجھا وہ متکبر ہے۔" (رسالہ قشیریہ، صفحہ 257، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

مراقبہ کا طریقہ

شیخ بہاؤالدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قرآن کریم کی وہ تمام آیات و کلمات جن سے توحید کا مفہوم سمجھا جاتا ہے یہ سب اسمائے مراقبہ ہیں یعنی جب مراقبہ کرنے کا ارادہ ہو تو ان آیات و کلمات کو پڑھا جائے اور وہ کلمات یہ ہیں ﴿وھو معکم اینما کنتم، اینما تولوا فثم وجہ اللہ، الم یعلم بان اللہ یری، نحن اقرب الیہ من حبل الورید، ان اللہ بکل شیء محیط، وفی انفسکم افلا تبصرون، انی معی ربی سیھدین﴾ اسی طرح "اللہُ حاضری اللہ ناظری اللہ شاہدی اللہ معی" اور ذات باری کا مراقبہ "یاحیُ یاقیومُ" کا مراقبہ انیس کا مراقبہ، تمام اسمائے حسنٰی کا مراقبہ، قرآن کریم کی تلاوت کا مراقبہ، اپنے فنا ہو جانے کا مراقبہ۔ مراقبہ کے یہ چند رموز تحریر کر دیئے گئے ہیں تاکہ ان میں سے کسی کو پسند کر کے مراقبہ شروع کر دیں اور فائدہ حاصل کریں۔" (اخبار الاخیار، صفحہ 492، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

کشف

کشف کا معنی ہے کھلنا۔ تصوف کی اصطلاح میں خواب یا بیداری کی حالت میں بعض اسرار کی حقیقت کے انکشاف کا نام کشف ہے۔ جب بندہ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ عزوجل اسے یہ مقام عطا کرتا ہے کہ انکے کشف کو نہ دیواریں روک سکتی ہیں اور نہ اندھیرے حائل ہوتے ہیں۔ عارف گھر کی گہرائیوں اور تنہائیوں میں ہونے والے مخلوق کے حالات، دلوں میں گزرنے والے خیالات کو بھی جان لیتا ہے۔ کچھ عظمت

مآب اولیاء کا یہ حال ہے کہ جب ان کے پاس زانی، شرابی، چور، ظالم و گنہگار حاضر ہو تو یہ انکے اس عمل پر باخبر ہو جاتے ہیں۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وضو کرنے والے کے گرتے قطرات کو دیکھ کر جان لیتے تھے کہ اسکا کون سا گناہ دھل گیا ہے۔ اور کچھ وہ ہستیاں ہیں کہ جن کی نگاہ جنت و دوزخ اور لوح محفوظ کو دیکھ لیتی ہے۔

حصولِ کشف کا طریقہ

سبع سنابل میں میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جاننا چاہئے کہ دل کے اندر ایک سوراخ ہے جو ملکوت آسمان کی جانب کھلا ہوا ہے جیسے دل کے باہر پانچ دروازے کھلے ہوئے ہیں جن کا رخ عالم محسوسات کی جانب ہے۔ دل آئینہ کی طرح ہے اور لوح محفوظ ایک اور آئینہ کے مثل ہے جس میں تمام موجودات کی صورتیں موجود ہیں۔ اور جس طرح تم ایک آئینہ کو دوسرے آئینہ کے مقابل رکھو تو اس کی صورت اس میں نظر آ جاتی ہے اسی طرح لوح محفوظ کی تمام صورتیں دل میں صاف نظر آتی ہیں جب کہ وہ صاف اور محسوسات سے فارغ ہو اور اس سے مناسبت پیدا کر لے۔ جب تک وہ محسوسات میں گھرا رہتا ہے عالم ملکوت سے نسبت پر پردہ حائل رہتی ہے۔ اگر کوئی ریاضت کرے اور دل کو غضب، شہوت اور بری عادتوں کے چنگل سے چھڑا لے، حواس کو بیکار سا کر دے اور دل کو عالم ملکوت سے منسوب کر دے تو دل کا روزن بڑھ جاتا ہے اور دوسرے لوگ جو چیز خواب میں دیکھتے ہیں وہ جاگتے میں دیکھ لیتا ہے۔ ارواحِ ملائکہ اچھی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھتا، ان سے فائدے اور مدد حاصل کرتا ہے اور آسمان اور زمین کی مملکت اسے دکھا دی جاتی ہے۔ جس کے لئے یہ راستہ کھل جاتا ہے اس کے بہت سے کام بن جاتے ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے

عظام کے علوم کی یہی راہیں ہیں نہ کہ حواس۔ اگر تو پانچوں حواس کو (ان کے کام سے) بے بہرہ کر دے تو تیرے دل کا راستہ کھل جائے گا۔ پھر تو جس صورت پر نظر ڈالے گا تجھے معنیٰ کا راز حاصل ہو جائے گا۔" ([illegible]، صفحہ 356، [illegible]، لاہور)

عالم بیداری میں حجابات کا ہٹ جانا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں: "اگر کوئی انسان عالم بیداری میں ریاضت کرے، دل کو غضب، شہوت اور برے اخلاق کے ہاتھ سے آزاد کرے۔ جہان سے تعلق منقطع کر لے، کسی پُر سکون جگہ پر بیٹھ جائے، آنکھوں کو بند کرے، حواس کو معطل کرے، دل کو عالم ملکوت سے لگائے، ہمیشہ اللہ اللہ کا ورد کرے۔ یہ ذکر دل سے کرے نہ کہ زبان سے، پھر ذکر الٰہی عزوجل میں اس قدر مستغرق ہو جائے کہ خود سے بھی بے خبر ہو جائے۔ عالم ہست و بود سے نا آشنا ہو جائے۔ اسے اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کی خبر نہ رہے تو پھر بیداری کے عالم میں بھی یہ دل کھل جاتا ہے۔ جن اشیاء کا لوگ خواب میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ عالم بیداری میں ان کا دیدار کر لیتا ہے۔ ملائکہ کی ارواح حسین شکلوں میں اسکے سامنے آتی ہیں وہ انبیائے عظام علیہم السلام کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے۔ وہ ان سے مستفید ہوتا ہے ان سے مدد حاصل کرتا ہے۔ زمین و آسمان کے ملکوت اس پر عیاں ہوتے ہیں۔ جس کے لئے یہ راہ کشادہ ہو جاتی ہے وہ اتنے عظیم امر کو دیکھتا ہے جس کے اوصاف حد بیان سے ورا ہیں۔ اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "زویت لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا" یعنی میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی میں نے اس کے مشارق و مغارب دیکھ لیے۔"

(کیمیائے سعادت، صفحہ 44، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور)

کشف کے ذریعے جنت اور دوزخ کو دیکھنا

بعض اولیاء کو اللہ عزوجل کشف کی نعمت عطا فرماتا ہے اور وہ ہزاروں میل دور کشف کے ذریعے سب کچھ دیکھ لیتے ہیں اسی طرح بعض اولیاء اللہ جنت و دوزخ کے احوال دیکھ لیتے ہیں۔ حضرت شیخ ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں مجھے بعض آثار کے سننے سے پتہ چلا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ ستر ہزار بار پڑھ لے تو دوزخ سے نجات ہو جائے گی۔ میں نے اس وعدے کی خوشخبری کے پیش نظر یہ عمل اپنے لوگوں کے لئے بھی کیا اور اپنے واسطے بھی چند نصاب مکمل کئے جنہیں میں آخرت کا توشہ خیال کرتا تھا۔ اس زمانے میں ایک گھر میں ہمارا اور ایک نوجوان کا ساتھ ہو گیا لوگ کہتے تھے کہ اس جوان کو جنت اور دوزخ کا کشف ہوتا ہے اور کم عمر ہونے کے باوجود سب لوگ اس کی تکریم کرتے تھے مگر مجھے اس بارے میں شبہ تھا۔ ایک روز کچھ لوگوں نے ہماری دعوت کی اور اپنے گھر لے گئے۔ کھانے کے دوران وہ نوجوان اچانک خوفناک آواز سے چیخنے لگا، اس کا سانس پھولنے لگا۔ وہ اتنی زور سے چیخ رہا تھا کہ ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ یہ بات بلاوجہ نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا اے چچا میری ماں دوزخ میں ہے۔ اس کی پریشانی دیکھ کر میں نے سوچا آج اس کی صداقت کی جانچ کروں دل میں یہ بات آئی کہ ستر ہزار کلمہ شریف کا ایک نصاب جو میں نے پڑھ رکھا ہے جسے میرے اور میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کی ماں کے لئے ایصال ثواب کروں اور اس بات کو بھی جانوں کہ کیا اس حدیث کے راوی صادق ہیں۔ چنانچہ میں نے ستر ہزار لا الہ الا اللہ نوجوان کی ماں کے لئے بخش دیئے۔ ابھی میں نے اپنے خیال سے فراغت بھی نہیں پائی تھی کہ نوجوان کہنے لگے چچا جان میری ماں کو جہنم سے نکال لیا گیا۔

الحمدللہ عزوجل! کہ مجھے اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو حدیث مذکور کے راویوں کی صحت پر یقین ہوا دوسرے اس نوجوان کے کشف کی سچائی معلوم ہوئی اور اسکی تکذیب سے سلامت رہا۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین ،صفحہ 380، رضا پبلیشرز، لاہور)

ایسی روایت بعض کتابوں میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔

جسے اللہ عزوجل معرفت دے اس سے کوئی چیز نہیں چھپتی

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”میں نے محمد بن حسین سے سنا۔ انہوں نے حسین بن یحییٰ سے، انہوں نے جعفر بن نصیر سے انہوں نے ابراہیم خواص رحمہم اللہ سے سنا فرماتے ہیں کہ میں جبل لکام پر تھا۔ وہاں انار دیکھا میرے نفس نے اس کی خواہش کی چنانچہ میں نے بڑھ کر ایک انار لے لیا۔ جب اس کو چکھا تو ترش (کھٹا) نکلا۔ میں انار چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو زمین پر پڑا ہوا پایا جس پر بھڑیں اکٹھی ہو رہی ہیں۔ میں نے السلام علیک کہا اس نے جواب میں کہا اے ابراہیم! وعلیک السلام۔ میں نے پوچھا آپ نے مجھے کس طرح پہچانا؟ کہا جسے اللہ عزوجل معرفت دے اس سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی۔ پھر میں نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے ہاں آپ کا مرتبہ ہے لہٰذا اگر آپ اللہ عزوجل سے درخواست کریں کہ وہ آپ کو ان بھڑوں سے بچائے (تو وہ بچا سکتا ہے)۔ اس نے کہا میں بھی دیکھتا ہوں کہ آپ کا اللہ عزوجل کے ہاں مرتبہ ہے اگر آپ اللہ عزوجل سے درخواست کرتے کہ وہ انار کی خواہش سے آپ کو بچائے (تو وہ بچا سکتا تھا) اس لئے کہ انار کے کاٹنے کا درد انسان آخرت میں پائے گا اور بھڑوں کے کاٹنے کا درد صرف اس دنیا میں ہوگا۔“ (رسالہ قشیریہ ،صفحہ 332، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

سچا کشف قرآن وحدیث سے تجاوز نہیں کرسکتا

اگر کشف کے ذریعے کبھی ایسی چیز کو دیکھا جائے جس کی تعلیم قرآن وحدیث نہیں دیتا وہ کشف نہیں بلکہ شیطانی چال ہے، جیسے اللہ عزوجل کا دیدار جاگتی آنکھوں سے صرف سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اگر کوئی کہے کہ مجھے جاگتی آنکھوں سے اللہ عزوجل کا دیدار ہوا ہے تو وہ جھوٹا ہے کہ قرآن وحدیث کے مخالف ہے۔ حضرت لسان القوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ” لا یتعدی کشف الولی فی العلوم الالهیة فوق مایعطیه کتاب نبیه و وحیه قال الجنید فی هذا المقام علمنا هذا مقید بالکتاب و السنة وقال الاخر کل فتح لایشهد له الکتاب و السنة فلیس بشئی فلا یفتح لولی قط الا فی الفهم فی الکتاب العزیز فلهذا قال تعالیٰ ﴿ ما طرطنا فی الکتاب من شئی ﴾ وقال سبحنه فی الواح موسی ﴿ و کتبنا فی الالواح من کل شئی.. ﴾ فلا تخرج علم الولی جملة و احدة عن الکتاب والسنة فان خرج احد عن ذلك فلیس بعلم ولا علم ولایة معابل اذا حققته و جدته جهلا“

ترجمہ: علوم الٰہیہ میں ولی کا کشف اس علم سے تجاوز نہیں کرسکتا جو اس کے نبی کی وحی وکتاب عطا فرما رہی ہے اس مقام میں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارا یہ علم کتاب وسنت کا مقید ہے اور ایک عارف نے فرمایا جس کشف کی شہادت کتاب وسنت نہ دیں وہ محض لاشئی ہے۔ تو ہرگز ولی کے لئے کچھ کشف نہیں ہوتا مگر قرآن عظیم کے فہم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہیں رکھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں کو فرماتا ہے ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر چیز سے کچھ بیان لکھ دیا۔ تو سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب وسنت سے باہر نہ جائے گا اگر کچھ باہر جائے تو وہ علم ہوگا نہ کشف بلکہ تحقیق کرے تو

تجھے معلوم ہوجائے گا کہ وہ جہالت تھا۔
(الفتوحات المکیۃ لابن عربی، جلد 3، صفحہ 56، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "علم الکشف اخبار بالامور علی ماھی علیہ فی نفسھا و ھذا اذاحققنہ و جدتہ لا یخالف الشریعۃ فی شئی بل ھو الشریعۃ بعینھا" ترجمہ: علم کشف یہ ہے کہ اشیاء جس طرح واقع و حقیقت میں ہیں اسی طرح ان سے خبر دے اسے اگر تحقیق کرے اصلاً کسی بات میں شریعت کے خلاف نہ پائیگا بلکہ وہ عین شریعت ہے۔
(میزان الشریعۃ الکبریٰ، جلد 1، صفحہ 44، مصطفےٰ البابی، مصر)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "علم الکشف الصحیح لایاتی قط الامور فقا للشریعۃ المطھرۃ" ترجمہ: سچا علم کشف نہیں آتا مگر شریعت مطہرہ کے موافق۔
(میزان الکبری للشعرانی، جلد 1، صفحہ 45، مصطفےٰ البابی، مصر)

ولی کے کشف کا امتحان لینا

جب کسی کامل ولی کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ادب سے بیٹھیں اُس کے کشف کا امتحان نہ لیں کہ یہ فیض سے دوری کا سبب ہوتا ہے اور بندہ وسوسوں کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے، خاص طور پر جب اپنے مرشد کی بارگاہ میں جائیں۔ کئی لوگ جو کسی کے مرید نہیں ہوتے یا وہ مرید جو طریقت کے اصولوں سے ناواقف ہوتے جب کسی پیر کے آستانے پر حاضر ہوتے ہیں تو دل میں سو خیالات لے کر بیٹھے ہوتے ہیں کہ دیکھتے ہیں اس پیر کو ہمارے افعال و خیالات کا پتہ چلتا ہے یا نہیں۔ ایسی سوچ درست نہیں کیونکہ ولایت کشف پر موقوف نہیں کشف تو کفار کو بھی ہو سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ملفوظات میں ارشاد فرماتے ہیں: "ایک صاحب اولیائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم سے تھے آپ کی خدمت میں بادشاہ

وقت قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لئے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی نہیں اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف دیا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے کمال نہیں اور وہ جو غیر مسلم کے لئے ہو سکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں۔" (یعنی کشف ہونا ولایت کی پہچان نہیں کیونکہ یہ کشف تو غیر مسلم کو بھی ہو جاتا ہے۔)
(ملفوظات، حصہ 4، صفحہ 378، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

پیر پردہ پوشی کرتا ہے

پیر پردہ پوشی کرنے والے ہوتے ہیں اگر ہر کسی کے بھید ظاہر کرنا شروع کر دیں تو کشف کا امتحان لینے والے شرمسار ہو جائیں۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میری تکذیب تمہارے لئے زہر قاتل ہے دین کے لئے اور دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے۔ اگر شریعت نے میرے منہ پر لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو۔"
(اخبار الاخیار، صفحہ 41، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیر کو اللہ عزوجل نے نعمتِ کشف عطا کی ہوتی ہے لیکن پیر اس وقت کسی اور کیفیت میں ہوتا ہے۔

راہِ سلوک میں کشف کا درجہ

راہِ سلوک کشف وکرامت تک محدود نہیں بلکہ اس کے آگے اور بھی مزید منازل ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تصوف کی کتب میں لکھا ہے کہ سلوک کے سو درجے ہیں جن میں سے سترھواں درجہ کشف وکرامت ہے۔ اگر سالک اسی میں رہ جائے تو باقی تراسی درجوں کا حصول کب کرے گا۔ اس لئے فقیر درویش کو اپنی نظر کشف وکرامت تک محدود نہیں رکھنا چاہئے۔''

(اخبار الاخیار، صفحہ 162، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

کرامت

کرامت ایک خرقِ عادت کاموں میں سے ہے یعنی ایسا فعل جو عموماً ہر کسی سے نہیں ہوسکتا۔ جب اولیاء اللہ اپنے نفس کی طبیعت کے خلاف کام کرتے ہیں حتیٰ کہ مباح چیزوں سے بھی نفس کو دور رکھتے ہیں، شیطان نفس کے سامنے جن چیزوں کو مزین کرکے پیش کرتا ہے وہ اپنے نفس کو ان سے بھی دور رکھتے ہیں۔ اگر ترکِ واجب پر شیطان آمادہ کرے تو اس کی بات بھی نہیں مانتے۔ جب نفس کو عادت سے ہٹا کر وہ خلافِ عادت تک پہنچاتے ہیں اور یہ سب رضائے خداوندی عزوجل کے لئے کرتے ہیں تو اللہ عزوجل ان سے وہ کام ظہور پذیر کرواتا ہے جو خارقِ عادت ہوتے ہیں۔

ارہاص، معجزہ، کرامت، معونت اور استدراج

کرامت کا مفہوم بے شمار کتب میں موجود ہے سب کتب کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ

خلافِ عادت کاموں کی حسبِ ذیل اقسام ہیں:

ارہاص: اعلانِ نبوت سے پہلے نبی سے جو خلافِ عادت امور صادر ہوں جیسے مسلم کی حدیث ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھ پر سلام عرض کرتا تھا۔

معجزہ: اعلانِ نبوت کے بعد نبی سے جو خلافِ عادت امور صادر ہوں اور وہ اس کے دعویٰ نبوت کے موید ہوں جیسے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کے کلام کو اس چیلنج کے ساتھ پیش کرنا کہ کوئی شخص اس کلام کی نظیر نہیں لاسکتا۔ ابوجہل کے ہاتھ کی کنکریوں کا بولنا، درختوں کا چل کر آنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا وغیرہ۔

کرامت: وہ کامل مسلمان جو کسی نبی کی شریعت کا متبع اور مبلغ ہو اس سے ایسے خلافِ عادت امور ظاہر ہوں جن سے اس کے مرتبہ اور مقام کا علم ہو اور وہ اس کے نبی کے موید ہوں وہ از خود مدعیٔ نبوت نہ ہو۔

معونت: کسی عام مسلمان سے کسی خلافِ عادت کام کا ظہور ہو۔

استدارج: کافر سے کسی خلافِ عادت کام ظہور ہو جیسے کسی کو تندرست کردینا، کئی کئی دن بغیر کھائے پئے زندہ رہنا وغیرہ۔

اہانت: جھوٹے نبی سے خلافِ عادت کام ظہور ہو اور وہ اس کے دعویٰ کا مکذب ہو جیسے مسیلمہ کذاب سے کسی کانے نے کہا آپ نبی ہیں تو دعا کریں میری کانی آنکھ ٹھیک ہو جائے۔ اس نے دعا کی دوسری آنکھ کی بینائی بھی جاتی رہی۔

امام المحقق علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ جامع کرامات اولیاء میں فرماتے

ہیں: "اب رہی بات کہ کرامات واستدراجات میں کیا فرق ہے تو آیئے ہم اسکی وضاحت کرتے ہیں۔ صاحب کرامت کو ظہور کرامت کے وقت اُنس وخوشی میسر نہیں ہوتی بلکہ اسے اللہ عزوجل کا خوف آلیتا ہے اور قہر خداوندی سے وہ زیادہ ڈرنے لگتا ہے کیونکہ اسے خوف ہوتا ہے کہ جسے وہ کرامت سمجھ رہا ہے کہیں استدراج نہ ہو۔ لیکن صاحب استدراج کا معاملہ بالکل دوسرا ہوتا ہے وہ اپنے استدراج کو دیکھ کر انس وخوشی محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے یہ کرامت (یعنی استدراج) بطور حق ملا ہے۔ اب وہ اپنی عظمت کو پاکر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگ جاتا ہے اس میں غرور پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کریم کے عقاب وگرفت سے وہ خود کو مامون (محفوظ) سمجھنے لگ جاتا ہے، سوئے عاقبت (بری موت وآخرت کے ہونے) سے نڈر ہوجاتا ہے یہ صاحب کرامت نہیں بلکہ صاحب استدراج ہے۔"

(جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 115، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

کرامت کا ثبوت

قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ الَّذِی عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

(سورۃ النمل، سورت 27، آیت 39)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی، ابن کثیر اور دیگر مفسرین رحمہم اللہ نے لکھا کہ یہ تخت لانے والے ولی اللہ حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے بطور کرامت یہ تخت حاضر کردیا۔ وہ تخت یمن میں تھا اور حضرت سلیمان شام میں تھے جب آصف بن برخیا نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی وہ بلقیس کے تخت کو لے آئے تو وہ تخت زمین کے اندر گھسا اور حضرت سلیمان کے سامنے نکل آیا۔

اسی طرح سورت آل عمران میں حضرت مریم کے پاس بے موسم پھلوں کا حاضر ہونا ثابت ہے ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔ (سورہ آل عمران، سورت نمبر 3، آیت نمبر 37)

اصحاب کہف کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۝ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔

(سورۃ الکہف، سورت نمبر 13، آیت 9 تا 12)

اسکی تفسیر میں بھی مفسرین نے لکھا کہ اصحاب کہف سات نوجوان تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ دقیانوس لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ ان نوجوانوں کی فطرت سلیمہ تھی ان کا عقیدہ تھا کہ عبادت صرف اللہ عزوجل کی ہونی چاہئے۔ یہ بادشاہ کے ظلم سے ڈر کے ایک غار میں چلے گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان

پر نیند مسلط کردی اور یہ تین سو یا تین سو نو سال تک سوتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نیند سے اٹھا دیا۔ یہ صبح کے وقت سوئے تھے تو دن ڈھل رہا تھا یہ سمجھے کہ یہ دن کا کچھ وقت سوئے ہیں۔ ان میں کا ایک جوان شہر میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لینے گیا۔ وہاں جا کر پتا چلا کہ ان کو کئی صدیاں گزر چکی ہیں ان کا سکہ دیکھ کر لوگ بہت حیران ہوئے کہ یہ کس بادشاہ کا سکہ ہے بالآخر معلوم ہوا کہ یہ وہی جوان ہیں جو کسی زمانہ میں غائب ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے میں بہت اختلاف ہوتا تھا ان کے واقعہ سے حیات بعدَ الموت پر دلیل قائم ہوگئی۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''ہمارے اصحاب صوفیہ نے اس آیت سے کرامات کے قول کی صحت پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال بالکل ظاہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھیڑ کر پھینک دیا تھا آپ نے فرمایا"واللہ ما قلعت باب خیبر بقوة جسدانیة ولکن بقوة ربانیة"ترجمہ: اللہ عزوجل کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ ربانی طاقت سے اکھیڑا تھا۔ (تفسیر کبیر، جلد 21، صفحہ 436، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

کرامت کی صورتیں

عقائدِ اہل سنت کی مشہور درسی کتاب عقائد نسفی میں امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اولیاء کی کرامتیں برحق ہیں مثلاً تھوڑے سے وقت میں طویل فاصلے طے کرنا، بوقت حاجت طعام، مشروب اور لباس حاصل ہونا، پانی پر چلنا، ہوا میں پرواز کرنا، جانوروں اور پتھروں کا کلام کرنا، ان کی طرف توجہ کرنے سے مصیبت کا دور ہونا اور دشمن کے خطرے کا ٹل جانا۔'' (ماخوذ از مقالات شرف قادری، صفحہ 319، مکتبہ قادریہ، لاہور)

کرامت کی اقسام

کرامت کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک حِسی کرامت اور دوسری معنوی کرامت۔ عام لوگ صرف حِسی کرامت کو ہی سمجھ سکتے ہیں مثلاً دل کی بات پر مطلع ہونا، حال اور استقبال کے غیوب کی اطلاع دینا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، زمین کا لپٹ جانا، نظروں سے اوجھل ہو جانا، دعا کا فوراً قبول ہو جانا، عوام کو صرف ایسی کرامات معلوم ہوتی ہیں۔ معنوی کرامت تو اللہ عزوجل کے خاص بندے ہی پہچانتے ہیں، عوام کو وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔ معنوی کرامات یہ ہیں کہ آدابِ شریعت اس بندہ حق کے لئے محفوظ ہو جاتے ہیں، اچھے اخلاق کو سامنے لانے کی اسے توفیق ملتی ہے اور گھٹیا اخلاق سے وہ اجتناب کرنے والا ہو جاتا ہے۔ وہ مطلقاً اوقاتِ صحیحہ میں واجبات کی ادائیگی پر محافظت کرتا ہے، خیرات و حسنات کی طرف بھاگتا ہے، اس کا سینہ بغض و حسد، کینہ اور سوئے ظن سے پاک ہوتا ہے، ہر صفتِ مذموم (بری عادتوں) سے اس کا نورانی دل پاکیزہ ہوتا ہے۔ انفاس قدسیہ (برگزیدہ بندوں) کے ساتھ مراقبہ کرنے کا شرف اسے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنی جان اور دیگر اشیاء میں حقوق اللہ کی رعایت کو اپنی پہچان بنا لیتا ہے۔ وہ مولا کریم کے آثارِ رحمت و نوازش کو اپنے دل میں تلاش کرتا ہے۔ وہ سانسوں کے آتے جاتے پوری مراعات سے کام لیتا ہے۔ جب سانس آئے تو ادب سے اسے قبول کرتا ہے اور جب سانس نکلے تو اسے خلعتِ حضوری حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ اولیائے کرام کی معنوی کرامات ہیں۔ ان میں نہ مکر کا دخل ہے نہ استدراج کا، یہ سب وفائے عہد کی دلیل ہیں کہ مقصود ٹھیک ہے اور کوئی مطلوب اگر نہیں مل سکا تو رضا بالقضاء ہے اور اگر کوئی مکروہ مل گیا ہے تب بھی قضائے خداوندی پر شاکر ہیں۔ ان کرامات میں ایسا ولی اپنا شریک راہ صرف مقرب فرشتوں اور

اختیار و مختار اولیائے کرام کو ہی پاتا ہے۔

اب کرامت حِسّیہ کا ملاحظہ فرمائیے جو معلومات عامۃ الناس ہیں تو ان سب میں مکرِ خفی کا داخل ہونا ممکن ہے۔ اب ہم اگر ان اشیاء کو کرامت فرض کریں تو ضروری ہے کہ وہ استقامت کا نتیجہ ہوں یا استقامت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوں اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو وہ پھر وہ کرامت بھی نہیں۔ جب کرامت کو نتیجہ استقامت ہو تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کریم اسے عملی بنا دے یا فعل کی جزا بنا دے۔ اور جب کسی سے یہ ظہور پذیر ہیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کرامات کی وجہ سے محاسبہ فرمائے۔ رہی بات کراماتِ معنویہ کی تو مذکورہ بالا باتیں ان کو خراب نہیں کر سکتیں کیونکہ ان کے ساتھ علم ہوتا ہے۔ علمی قوت اور علمی شرف یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ ان کرامات میں مکر داخل نہ ہو کیونکہ حدودِ شرع مکر کا جال نہیں بنائی جا سکتیں اسلئے کہ یہ حدود دلیل سعادت و کمال کے لئے واضح راستہ ہیں۔ علم و عمل پر ناز و غرور سے بھی عالم کو محفوظ رکھتا ہے کیونکہ علم کا شرف ہی یہ ہے کہ وہ آپ کو عمل کی طرف لے جائے اور جب آپ سے عمل کا ظہور ہو چکے تو آپ کو عمل سے الگ کر کے اسے اللہ عزوجل سے نسبت دے دے اور علم آپ کو بتا دے کہ یہ عمل اللہ کی توفیق و ہدایت سے ظہور پذیر ہوا ہے، اسی کی عنایت کی دستگیری کا صدقہ یہ اطاعت اور حفظِ حدودِ الٰہیہ ہے۔ جب ولی کے باطن سے ایسی ظاہر کرامات صادر ہوتی ہیں تو وہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ اس غیر عادت چیز پر عادی اشیاء سے پردہ ڈال دے تاکہ وہ تمام لوگوں سے متمیز (الگ تھلگ) نہ ہو اور سوائے علم کے کسی اور وصف کا موصوف ہونے کا اس کی طرف اشارہ نہ ہو کیونکہ مطلوب اصلی علم ہے منفعت کا مدار اسی پر ہے اگرچہ آدمی علم پر عامل نہ ہی ہو کیونکہ حسب ارشاد خداوندی عالم و جاہل برابر نہیں ہیں۔ ثابت ہوا کہ علماء حق شیطان سے مامون ہیں۔

کرامت اور معجزہ میں فرق

(جامع کراماتِ اولیاء، جلد 1، صفحہ 224، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی کے ساتھ خاص ہے اور کرامت ولی کے ساتھ خاص ہے۔ معجزات کی شرط اظہار ہے۔ یعنی نبی علیہ السلام کو جو اللہ عزوجل نے معجزہ عطا کیا ہو وہ اسے لوگوں کو ظاہر کرے گا۔ اور کراماتِ اولیاء کی شرط اخفاء (چھپانا) ہے اسلئے کہ معجزے کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے کہ لوگ نبی کی صداقت پر یقین کر کے ایمان لائیں اور کرامت کا فائدہ خاص ولی کو پہنچتا ہے کہ اس میں ولی کی عزت افزائی اور اس کی بزرگی کی نشانی پوشیدہ ہے۔ ولی کی کرامت نبی کی حجت کے اثبات کے موافق ہوگی لہٰذا سچا ولی اپنی ولایت کے اثبات میں وہی کہتا ہے جو نبی صادق اپنی نبوت میں فرماتا ہے۔ ولی کی کرامت نبی کے اعجاز کا عین ہوتی ہے اور مومن کے لئے ولی کی کرامت دیکھنا نبی کی صداقت پر زیادہ مہر یقین ثبت کرتا ہے نہ کہ اس میں شبہ ڈالتا ہے۔ حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”معجزہ وہ ہے جو لوگوں کی عادات توڑنے والا ہو۔ جب ولی کی کرامت نبی کا ہی عین معجزہ ہے تو وہی دلیل دکھائے گا جو نبی کے معجزے کی ہے اور ایک معجزہ دوسرے معجزے کا توڑ نہیں ہوتا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب صحابی رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خُبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں نے مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھایا تو مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں تشریف فرما ہو کر وہ سب کچھ دیکھ لیا اور صحابہ کو بتا دیا کہ کفار مکہ حضرت خُبیب کے ساتھ ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ ادھر اللہ عزوجل نے حضرت خُبیب کی آنکھوں سے بھی درمیان کے پردے اٹھا دیئے حتیٰ کہ انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ پر درود و سلام بھیجا۔ اللہ عزوجل

نے ان کا سلام حضور تک پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور یہ جواب حضرت خبیب کانوں نے سنا اور دعا کی یہاں تک کہ وہ روبقبلہ ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ میں ان کو دیکھنا ایسا فعل تھا جو خارقِ عادت یعنی معجزہ تھا۔ اسی طرح حضرت خبیب کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا خارقِ عادت یعنی ان کی کرامت تھی۔

(کشف المحجوب، صفحہ 323، شبیر برادرز، لاہور)

کرامات کی کثرت افضل ہونے کی دلیل نہیں

کامل پیر کی یہ پہچان نہیں کہ اس سے کرامات کا ظہور ہوتا ہو بلکہ کامل پیر وہی ہے جس کی نظر سے دلوں کے احوال بدل جائیں مریدین شریعت کے مطابق زندگی گزارنے والے ہوں جائیں، پانچ وقت کے نمازی ہو جائیں، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے والے ہو جائیں اور ہو سکتا ہے ایسا پیر اس پیر سے درجہ میں بڑا ہو جس کے ہاتھوں کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی بخششیں اور مہربانیاں ہیں جو بعض لوگوں کو عطا فرماتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی عزت بڑھاتا ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو رتبہ اور فضیلت میں ان سے بڑھ کر ہوتے ہیں لیکن ان کرامات میں سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ کرامات یقین کی تقویت کا باعث ہیں اور جس کو صرف یقین عطا کیا گیا ہو اس کی ذکر قلبی اور ذکر ذات کے سوا ان کرامات کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کو افضلیت کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بکثرت فضائل ومناقب کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کو افضل ہونے کی دلیل بنائیں کیونکہ حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قدر فضائل ومناقب ظہور میں نہیں آئے ہیں جس قدر کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

(مکتوبات امام ربانی، جلد 1، صفحہ 680، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

اگر کوئی ایسا پیر کامل ہو جس کے ہاتھوں کرامات کا بھی ظہور ہو اور مریدین کی اصلاح بھی کمال احسن طریقے سے کرے یہ نور علیٰ نور ہے۔

سچی کرامت

سچی کرامت کی پہچان یہ ہے کہ وہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائرہ میں ہو جو شریعت سے باہر ہو وہ کرامت نہیں بلکہ شیطان کا فریب ہے جیسے بعض لوگ جعلی پیروں کے غیر شرعی افعال کو کرامت سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " الولایة ظل النبوة و النبوة ظل الالهية و كرامة الولى استقامة فعل على قانون قول النبى صلى الله عليه و آله وسلم" ترجمہ: ولایت نبوت کی تجلی ہے اور نبوت الوہیت کی تجلی اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔ (بہجۃ الاسرار، صفحہ 39، مصطفیٰ البابی، مصر)

شریعت پر ثابت رہنا ہی کرامت ہے

شریعت کے مطابق زندگی گزارنا بہت بڑی کرامت ہے اگر کوئی شریعت پر چلے داڑھی رکھے اور رشتہ دار منع کریں داڑھی منڈوانے پر زور دیں، لوگوں کے طعن وتشنیع کو برداشت کرے اور یہ شریعت پر ثابت قدم رہے یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ ’’مولانا حسام الدین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے شیخ نظام الدین اولیا، رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ شیخ! لوگ مجھ سے کرامت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ خدا کے نبی

دروازے (یعنی شریعت پر عمل کرنے) پر ثابت قدم رہنا ہی کرامت ہے۔ تم اپنے کام میں مشغول رہو لوگ کتنی کرامتیں طلب کریں گے۔

(اخبار الاخیار، صفحہ 237، ممتاز اکیڈمی لاہور)

منکرینِ کرامت کے اعتراضات کے جوابات

کرامت کے متعلق لوگوں کے تین گروہ بن گئے ہیں: ایک گروہ نے کرامات کو مقصود قرار دے دیا ہے اگر کسی سے کرامات ظاہر ہوں تو اس کی تکریم و تعظیم کریں گے اور اگر ظہورِ کرامات نہ ہو تو اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور تعظیم و تکریم سے منہ موڑ لیں گے۔

دوسرا گروہ سرے سے کرامت کے خلاف ہے وہ کرامات کو دھوکہ کہتے ہیں اہل ارادہ کرامات کے ذریعے دھوکہ کھاتے ہیں تاکہ وہ انہی کے حصول کے بعد رک جائیں اور آگے نہ بڑھ سکیں تاکہ اس مقام پر نہ پہنچ سکیں جس کے وہ اہل نہیں ہیں۔ ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالعباس رقی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھی ان کرامات کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عزت بخشتا ہے؟ حضرت نے جواب دیا میں تو سمجھتا ہوں کہ سب لوگ کرامات کو تسلیم کرتے ہیں۔ ابوتراب بولے میرا سوال یہ نہیں بلکہ میرا سوال یہ ہے کہ طریق احوال کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ابوالعباس بولے اس سلسلے میں میرے احباب کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے بہلاوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے دھوکہ اور بہلاوا تو یہ احوال و کیفیات تب ہوتیں کہ ولی انہیں پا کر سکون پا لیتا اور خوش ہو جاتا۔ جب کرامات پا کر وہ نہ اترائے اور نہ سکون و قرار پائے تو یہ اولیائے ربانی کا مقام ہے۔ یہ سارا مقولہ اس وقت جاری ہوا جب کہ ابوتراب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی پیاس میں مبتلا ہوئے اور ابوتراب نے زمین پر ہاتھ مارا۔ پانی کا چشمہ

جاری ہوا فرمانے لگے میں تو یہ پانی پیالے کے ذریعے پینا چاہتا ہوں۔ پھر زمین پر ہاتھ مارا کہ ایک سفید شیشے کا گلاس لیا خود بھی پانی نوش فرمایا اور سب ساتھیوں کو بھی پلایا۔ حضرت ابوالعباس فرماتے ہیں کہ سارے سفر میں مکہ شریف تک یہ پیالہ ہمارے ساتھ رہا۔

ابوالعباس فرماتے ہیں کہ کرامات کے سلسلے میں قول فیصل یہ ہے کہ اللہ کریم کے ساتھ کسی اور حاجت کا طلب کرنا مناسب نہیں (کیونکہ اس طرح بحرِ احدیت سے رابطہ کٹ جاتا ہے اور کرامات غیر ہیں لہذا اس طرف توجہ نہیں ہونے چاہئے) لیکن اگر کسی سے کرامات کا صدور ہو جائے تو یہ دلیل عظمت ہیں کیونکہ کرامات اس کی استقامت کی گواہ ہیں۔

اب رہی تیسری قسم کہ ولی سے کسی اور کے لئے کرامت ظاہر ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ دوسرا آدمی سمجھ لے کہ اس ولی اللہ کا راستہ ٹھیک ہے تبھی تو کرامت ظہور پذیر ہو رہی ہے۔ اب اگر وہ منکر ہوگا تو دولتِ اعتراف پا لے گا، کافر ہوگا تو ایمان کی طرف رجوع کرے گا۔ اگر ولی اللہ کی خصوصیت میں اسے شک ہوگا تو کرامت دیکھ کر اس پر احسان خداوندی کا اعتراف کر لے گا۔

اب حضرت ابونصر سراج کا کرامات کے متعلق ارشاد ملاحظہ ہو فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت ابوالحسن سے پوچھا کہ کرامات کا کیا مطلب ہے جبکہ اہل اللہ نے اپنے اختیار سے دنیا چھوڑ دی ہے (تو پھر کرامات کو اختیار کرنے کا کیا معنیٰ ہوا) جب ترکِ دنیا کا اکرام و احترام انہیں حاصل ہے تو پھر پتھر کو سونا بنانے کی اولیائے کرام کو کیا ضرورت ہے؟ پھر کرامات سے احترام کے حصول کا مطلب کیا ہے؟ فرمانے لگے اللہ کریم اس لئے اولیاء کو کرامت نہیں عطا فرماتا کہ کرامات کوئی محترم چیز ہیں بلکہ ان کی عطا صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ جب ان کے پاس رزق نہ ہو تو ان کے نفوسِ قدسیہ رزق کے لئے اضطراب و

بیقراری نہ کریں بلکہ ان کرامات کو پا کر وہ پکار اٹھیں کہ جو ذاتِ عالی پتھر کو سونا بنانے پر قادر ہے تو وہ ذات جہاں سے چاہے لاتعداد رزق بھی لا سکتی ہے۔ اب جب رزق نہیں ہو گا تو یہ دلیل اپنے نفوس کو دے کر وہ انہیں دولتِ استقامت عطا کر دے گا۔ اور اس طرح وساوسِ نفس کو کاٹ کر رکھ دے گا اور اسطرح اپنے نفوس کو ریاضت وتادیب کے راستے پر گامزن کر دیگا۔" (حضرت ابو نصر کے ارشاد کا مطلب بھی یہی ہوا کہ کرامات استقامت اور مقبولیت کی علامات ہیں اور یہی باقی حضرات کے ارشادات کا بھی خلاصہ ہے۔ مترجم)

(جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 170 تا 173، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

کرامات کے انکار کی وجہ

موجودہ دور میں جب کسی صوفی کی کرامت سنائی جاتی ہے تو بعض لوگ جن کو اسکا شعور نہیں ہوتا اپنی عقل کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت کی تعریف ہی یہی ہے کہ وہ عقل میں نہ آئے۔ جب انہوں نے طریقت کا مزا ہی نہیں چکھا، اولیاء کی صحبت میں نہ بیٹھے نہ آنکھوں سے کرامات کا ظہور ہوتے دیکھا تو نتیجہ یہ نکلا کہ منکر کے منکر ہی رہ گئے۔ شرفِ ملت حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقالات میں لکھتے ہیں: "اہل سنت و جماعت کرامات اولیاء کے قائل ہیں جب کہ معتزلہ منکر ہیں، انہوں نے کیوں انکار کیا؟ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے علامہ تفتازانی کا ایک ارشاد پڑھیے فرماتے ہیں: اولیاء کرام کی کرامتیں تقریباً اتنی ہی مشہور ہیں جس قدر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے مشہور ہیں۔ اہل بدعت اور بد مذہبوں کی طرف سے کرامات کا انکار کرنا کچھ عجیب نہیں ہے کیونکہ انہوں نے نہ تو اپنی اپنی کرامتیں دیکھی ہیں اور نہ ہی اپنے ان بڑوں کی کرامتیں دیکھی ہیں جو گمان

کرتے تھے کہ ہم بھی کسی مقام پر فائز ہیں، حالانکہ وہ عبادتوں کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے کرامتوں والے اولیاء پر اعتراض کیا، ان کی کھال نوچنے (طعن وتشنیع) کی کوشش کی اور ان کا گوشت چبایا (یعنی ان کی غیبت کی) اور انہیں جاہل صوفیوں کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

اس اقتباس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اصحاب کرامات اولیاء صرف اہل سنت میں ہوئے ہیں، منکرین کے اکابر اس دولت اور سعادت سے محروم تھے۔"

(مقالات شرف قادری، صفحہ 319، مکتبہ قادریہ، لاہور)

مختصراً منکرین کرامات کے اعتراضات کا جواب دیا جا ہے۔

ڈاکٹر کی دوا اور ولی کے دم میں فرق

اعتراض: ایک ڈاکٹر کی دوا سے مریض تندرست ہو جائے اور ایک ولی با کرامت کی پھونک سے بھی مریض تندرست ہو جائے تو پھر ان دونوں میں فرق کیا رہا؟

جواب: مریض کو ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا ڈاکٹر نے اسے دوائیں دیں اور وہ مریض تندرست ہو گیا تو یہ کوئی خلافِ عادت واقعہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دواؤں کو صحت کے لئے سبب عادی بنایا ہے۔ جب کہ ایسا ہی ایک مریض اللہ تعالیٰ کے ولی کے پاس لے جایا گیا اس ولی نے مریض کو پھونک ماری تو وہ بھی تندرست ہو گیا تو اسے کرامت کہیں گے کیونکہ پھونک مارنا صحت کے لئے سبب عادی نہیں ورنہ ہمارے پھونک مارنے سے بھی مریض تندرست ہو جائیں۔

دم سے شفا کیسے جبکہ اس سے جراثیم آتے ہیں؟

اعتراض: اکثر اولیاء اللہ کی یہ کرامت مشہور ہوتی ہے کہ وہ پانی میں کچھ پڑھ کر دم

کر کے پینے کو دیتے ہیں تو شفا مل جاتی ہے جبکہ سائنس کے مطابق منہ کی سانس بھی قاعدے سے زہریلی ہوتی ہے اس سے پانی پر دم کرنا بیماری کا باعث ہوگا اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہر کسی کو شفا نہیں ملتی یہ کیسی کرامت ہے؟

جواب: آپ نے اتنا مان لیا کہ جو باہر کی ہوا جسم کے اندرونی حصہ سے مل کر آئے اس میں بیمار کرنے کی تاثیر ہو جاتی ہے۔ اتنا اور مان لو کہ جو ہوا اس پاک زبان سے مل کر آئے جس سے ولی باعمل نے ابھی قرآن پڑھا اس میں تندرست کرنے کی تاثیر ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہر کسی کو شفا کیوں نہیں ملتی اس کی وجہ یہ کہ اس کی قسمت میں یہ شفا نہیں ہے جیسے مریض اپنے مرض کے علاج کے لئے ادویات کا استعمال کرتے ہیں لیکن شفا نہیں ملتی کہ تقدیر میں نہیں ہوتا۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تقدیر کی اقسام مع احکام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''قضاء تین قسم ہے مبرم حقیقی کہ علم الٰہی عزوجل میں کسی شئے پر معلق نہیں۔ اور معلق محض کہ صحف ملائکہ میں کسی شئے پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے۔ اور معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے۔ وہ جو مبرم حقیقی ہے اس کی تبدیل ناممکن ہے اکابر محبوبان خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے ۔۔۔ قوم لوط پر عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اس میں جھگڑے تو انھیں ارشاد ہوا ﴿یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَاۚ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑو بیشک ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو پھرنے کا نہیں۔ اور وہ جو ظاہر قضائے معلق ہے اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے ان کی دعا سے ان کی ہمت سے ٹل جاتی ہے۔ اور وہ جو متوسط حالت میں ہے جسے صحف ملائکہ کے

اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اسی کو فرماتے ہیں میں قضائے مبرم کو رد کر دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا" ان الدعاء یرد القضاء بعد ما ابرم" بیشک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ (ملخص از بہار شریعت جلد 1، صفحہ 5، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

تو جن مریضوں کو ڈاکٹروں کی دوائیں صحت یابی نہیں دیتیں بعض اوقات انہیں ولی اللہ کا تعویذ یا دم صحت یابی دے دیتا ہے کہ وہ قضائے مبرم ہے جسے صرف خاص بندے بدلتے ہیں۔

صحابہ کرام سے کرامات ثابت کیوں نہیں؟

اعتراض: جتنی بھی کرامات کتابوں میں درج ہیں سب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد والے بزرگوں کی ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بعد والوں نے بڑھا چڑھا کر عام کیں ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کرامات ثابت نہیں۔

جواب: یہ کہنا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کرامات ثابت نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ مستند کتب سے یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کرامات کا ظہور ہوا جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاوی میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا وفات سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو فرمانا: تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ محمد اور عبدالرحمن میرے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں کون سی ہیں؟ میری تو ایک ہی بہن ہے حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا دوسری بہن تمہاری والدہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے۔ میرے دل میں القا کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے چنانچہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر جہاد میں مصروف حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا "یا ساریة الجبل الجبل " اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو، پہاڑ کی۔ خشک دریائے نیل کو ایک مکتوب کے ذریعے رواں کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہونے سے پہلے پتہ چل جانا کہ آج مجھے شہید کر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیبر کے دروازے کو اکھاڑ کر پھینک دینا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسم اللہ پڑھ کر زہر کھا لیا اور آپ کو کوئی اثر نہیں ہوا۔ کشف المحجوب میں ایک واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک لونڈی حضرت زائدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے کہ وہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئی، اس نے سلام عرض کیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زائدہ اتنے دنوں کے بعد کیوں آئی ہے؟ حالانکہ تو فرمانبردار ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک عجیب بات عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ فرمایا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا صبح کے وقت میں لکڑیاں تلاش کرنے نکلی اور ایک گٹھا باندھ کر پتھر پر رکھا تا کہ اسے میں اٹھا کر سر پر رکھوں اتنے میں ایک سوار کو آسمان سے زمین پر اترتے دیکھا اس نے پہلے مجھے سلام کیا اور پھر کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ خازنِ جنت رضوان نے سلام پیش کیا ہے اور آپ کو بشارت دی ہے کہ جنت کو آپ کی کرامت کے لئے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک تو ان لوگوں کے لئے جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ایک حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جن پر حساب

آسان ہوگا اور ایک حصہ ان لوگوں کے لیے جو آپ کی سفارش اور آپ کے وسیلہ سے بخشے جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ سوار آسمان پر چڑھنے لگا پھر زمین و آسمان کے درمیان میری طرف رخ کر کے اس نے دیکھا میں لکڑی کا گٹھر اٹھا کر سر پر رکھنا چاہتی تھی لیکن وہ مجھ سے اُٹھایا نہیں جا رہا تھا۔ اس سوار نے کہا اے زائدہ! اسے پتھر پر ہی رہنے دو۔ پھر پتھر سے کہا اے پتھر! اس گٹھے کو زائدہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان تک پہنچا دے اس پتھر نے ایسا ہی کیا اور وہ پتھر گھر تک پہنچا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور پتھر کے آنے اور جانے کا نشان ملاحظہ فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ خدا عزوجل نے مجھے دنیا سے اس حال میں رخصت فرمایا ہے کہ رضوان کے ذریعہ میری امت کی بشارت مرحمت فرمائی اور میری امت میں سے ایک عورت جس کا نام زائدہ ہے اسے مریم علیہا السلام کے درجہ پر فائز کیا ہے۔ (کشف المحجوب، صفحہ 338، شبیر برادرز، لاہور)

اسی طرح اور بھی کرامات ہیں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہیں۔ البتہ یہ کرامات اولیائے کرام کی نسبت کم تھیں اور یہ کرامات کم کیوں تھیں اسکا جواب دیتے ہوئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام کا ایمان قوی تھا تو انہیں کسی ایسی چیز (مثلاً کرامت) کی ضرورت پیش نہ آئی جو ان کے ایمان کو قوی کرنے کا ذریعہ بنتی۔ اور رہا وہ دَور جو دَورِ صحابہ نہیں ہے تو اس دَور میں ضعفِ ایمانی نے راہ پالی ہے لہذا اسے تقویت دینے کے لئے کرامات کا صدور ہونا ضروری ہے۔''

(جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 147، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

دوسرا یہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہوں نے شانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت کی ہے اور استقامت کی راہ کو نہیں چھوڑا جو بہت بڑی کرامت ہے۔

پھر جتنی فتوحات انہوں نے فرمائی ہیں وہ کیا کسی کرامت سے کم ہیں؟ دنیا ان کے قدموں میں تھی انہوں نے اس پر نگاہِ غلط انداز نہیں ڈالی نہ اس کی طرف مائل ہوئے اور نہ ہی وہ اپنی راہ سے پھسلے کیا یہ کرامت نہیں؟ قرآن جو ایک بہت بڑا معجزہ ہے اسکی بے شمار آیات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سبب نازل ہوئیں کیا یہ کراماتِ صحابہ نہیں؟

بغیر کھائے پیئے مسلمان صوفی اور کافر کا زندہ رہنا

اعتراض: کئی بزرگوں کی یہ کرامت مشہور ہے کہ وہ بغیر کھائے پیئے کئے دنوں تک زندہ رہتے تھے جبکہ دیکھا گیا ہے کہ کافر بھی کئی دنوں تک کچھ کھائے پیے بغیر زندہ رہتے ہیں اور کئی خرق عادت کام کرتے ہیں۔

جواب: کرامت کہتے ہیں جو کام عادۃ لوگوں سے نہ ہوتا ہو جب ایسا کام مسلمان کے ہاتھ سے ہوگا تو وہ کرامت کہلائے گا اگر کافر سے ہوگا وہ کرامت نہیں ہوگا اور ولایت کرامت پر موقوف نہیں بلکہ کرامت ولایت کے تابع ہے لہٰذا اگر کسی کافر سے ایسا فعل سرزد ہو جائے تو وہ اس فعل سے باکمال نہیں بن جائے گا۔ حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”طریقت کے مشائخ اور تمام اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کافر کے ہاتھ سے معجزہ کرامت کے مشابہ کوئی خرقِ عادت فعل کا ظاہر ہونا جائز ہے کیونکہ شبہات کے مواقع کو اس فعل کا ظہور دور کر دیتا ہے اور کسی کو اس کے جھوٹے ہونے میں شک نہیں رہتا اور اس کا فعل ظہور اس کے جھوٹے ہونے پر گواہ بن جاتا ہے جس طرح کہ فرعون تھا کہ اس نے چار سو سال عمر پائی لیکن اس دوران وہ کبھی بیمار تک نہ ہوا اس کا حال یہ تا کہ دریا کا پانی اس کی پشت کے عقب میں اونچا ہو جاتا اور جب کھڑا ہوتا تو پانی بھی ٹھہر جاتا اور جب چلنے لگتا تو پانی بھی چلنے لگتا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بھی کسی عقلمند کو اس کے دعویٰ

خدائی کے جھوٹے ہونے میں شبہ نہ ہوا کیونکہ عقلمند کا اتفاق ہے کہ اللہ عزوجل مجسم و مرکب (جسم والا اور اجزاء سے مل کر بنا ہوا) نہیں ہے۔ اس قسم کی باتیں اور افعال عاقل کے لئے اس کے جھوٹے مدعی ہونے میں شعبہ نہیں ڈالتے۔

حضور صلی اللہ علیہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ایک زمانہ میں دجال نکلے گا جو خدائی کا دعویٰ کرے گا اور دو پہاڑ ایک داہنی جانب اور ایک بائیں جانب ساتھ ساتھ لے کر چلے گا۔ داہنی کے پہاڑ کو وہ جنت کہے گا اور بائیں کے پہاڑ کو دوزخ۔ وہ لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا جو اس کی دعوت قبول نہ کرے گا وہ اسے سزا دے گا اور لوگوں کو اپنی گمراہی کے سبب ہلاک کرے گا پھر زندہ کرے گا تب بھی کسی عقلمند کو اس کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔ ہر ذی شعور بخوبی جانتا ہے کہ خدا گدھے پر نہیں بیٹھتا اور متغیر و متلون نہیں ہوتا۔ ایسی باتوں کو استدراج کہتے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی جھوٹے مدعی نبوت سے خرقِ عادات فعل صادر ہو جو اس کے جھوٹ پر دلالت کرتا ہو جیسے صادق نبی سے ظاہر ہوتا ہے اور معجزہ اس کے صدق کی دلیل ہوتا ہے۔ لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ اس سے ایسا فعل سرزد ہو جس سے صاحب عقل کو شبہ پڑ جائے۔ اگر ہم شبہ کو بھی جائز مان لیں تو پھر کاذب سے صادق کو اور صادق سے کاذب کو نہیں پہچان سکے گا اس وقت طالب کو دشوار ہوگا کہ کس کی تصدیق کریں اور کس کی تکذیب اس طرح حکم ثبوت بالکل باطل ہو جاتا ہے۔“

(کشف المحجوب، صفحہ 326 شبیر برادرز، لاہور)

کیا کرامت اور جادو ایک چیز ہے؟

اعتراض: کرامت ایک قسم کا جادو ہے اور جادو کوئی بھی کرسکتا ہے ایسی ولی کا کیا کمال ہے؟

جواب: کرامت اور جادو میں بڑا فرق ہے جادو کرامت کو عاجز نہیں کرسکتا جبکہ کرامت جادو کو عاجز کر دیتی ہے، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نور العرفان میں فرماتے ہیں کہ جادو صرف آنکھ اور خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے۔" کرامت رحمٰن کی طرف سے ہوتی ہے جبکہ جادو شیطان کی طرف سے، کرامت میں بھلائی جبکہ جادو میں نقصان مقصود ہوتا ہے۔ مفتی محمد امین دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: "جادو ٹونہ روحانیت کی ضد ہے، روحانیت سراسر خیر ہے جادو ٹونہ سرتاپا شر ہے۔ روحانی شخص بغیر کسی لالچ کے دوسروں کی بھلائی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ جادو ٹونہ کرنے والا لالچ کے بغیر کسی کا کام نہیں کرتا اور اس کا مقصد عام طور پر دوسروں کو نقصان پہچانا ہوتا ہے۔ روحانیت میں ملائکہ اور ارواحِ جلیلہ سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔ جادو ٹونہ کرنے والوں کے تعلقات جنات اور شیاطین سے ہوتے ہیں۔ روحانی اشخاص کبر و لالچ سے مبرا اور سچے لوگ ہوتے ہیں۔ جادو ٹونہ کرنے والے خود پسند، جھوٹے اور لالچی ہوتے ہیں۔ روحانی حضرات کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ جادو ٹونہ کرنے والوں کا انجام ہمیشہ برا اور عبرت ناک ہوتا ہے۔ روحانیت میں سچائی، حلال کمائی، اخلاص اور ذکرِ الٰہی عزوجل لازمی ہیں۔ جادو ٹونہ والے مختلف منتر پڑھتے ہیں جنہیں کالا علم کہتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں اندرونی ذہنی قوتوں مثلاً خیال تصور اور قوت ارادی سے کام لیا جاتا ہے۔ روحانیت میں یہ قوتیں خود بخود ترقی یافتہ ہو جاتی ہیں جادو ٹونہ والے مختلف مشقوں سے انہیں بڑھاتے ہیں۔"

(مقالاتِ امینیہ، حصہ چہارم، صفحہ 129، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

صحو و سکر

صحو ہوش ہونے اور سکر ہوش نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اولیائے کرام کے ایک گروہ

حالتِ سکر یعنی اپنی بشری صفات کو فنا کر کے اللہ عزوجل کے محبت میں فنا ہو جانے دنیا کی خبر نہ رہنے کو صحو یعنی ہوش مندی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس گروہ میں حضرت ابو یزید بسطامی اور ان کے ماننے والے ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ صحو آدمیت کی صفتِ اعتدال واستقامت کی شکل بناتی ہے اور یہ مشاہدہ حق میں بہت بڑا حجاب ہے اور سکر آفت کے زائل ہونے صفات بشریت کے فنا کرنے، تدبیر واختیار کے نیست ونابود ہونے اور معنوی بقا اور حق تعالیٰ کے افعال میں بندے کے تصرفات کے فنا ہونے اور اس قوت کے فنا ہونے سے جو بندے میں اس کی جنس کے خلاف ہے حاصل ہوتا ہے یہ حالت سکر بمقابلہ صحو زیادہ پہنچی ہوئی اور زیادہ مکمل ہے۔ چنانچہ حالتِ صحو میں جب حضرت داؤد علیہ السلام سے وہ فعل صادر ہوا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان کے اس فعل کی نسبت انہیں کی طرف فرمائی جیسا کہ فرمایا ﴿وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ﴾ ترجمہ: حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔ اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ حالتِ سکر میں تھے تو آپ سے جب فعل وجود میں آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ ترجمہ: آپ نے وہ مشت خاک نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

تو جو حالتِ صحو میں ہے وہ خود قائم اور اپنی صفات میں ثابت و برقرار ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا "تو نے کیا" اگرچہ اس میں بھی ان کی بزرگی اور کرامت کا اظہار ہے۔ لیکن وہ جو حالتِ سکر میں حق کے ساتھ قائم ہے اور اپنی صفات میں فانی ہے اسے یوں فرمایا "جو کچھ تم نے کیا وہ ہم نے کیا"

حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ حالتِ سکر اور صحو پر کلام کرتے ہوئے حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھتے ہیں: حضرت یحییٰ بن مُعاذ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید

بسطامی کے نام ایک خط بھیجا جس میں دریافت کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا
فرماتے ہیں جس نے دریائے محبت سے ایک قطرہ پیا اور مست ہو گیا؟ حضرت بایزید
بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں
کہ اگر سارے جہان کے دریا محبت کی شراب بن جائیں اور وہ شخص ان سب کو پی جائے
پھر بھی وہ سیراب نہ ہو اور پیاسا ہی رہ جائے؟ لوگوں نے اس سے سمجھا کہ حضرت یحییٰ رحمۃ
اللہ علیہ نے سکر کی طرف اشارہ فرمایا تھا اور حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ نے صحو کی طرف اشارہ
فرمایا۔ حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے یعنی صاحب صحو وہ ہوتا ہے جو ایک قطرہ کی بھی
برداشت نہ رکھے اور صاحب سکر وہ ہوتا ہے جو مستی میں سب کچھ پی کر بھی پیاسا رہتا ہے۔

وہ جماعت جو صحو یعنی ہوش مندی کو سکر پر فضیلت دیتی ہے ان میں حضرت جنید
بغدادی رحمۃ اللہ اور ان کے تابعین ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سکر آفت ہے اس لئے کہ سکر میں
احوال پراگندہ، صحت و ہوش مفقود اور بندے کے تمام رابطے گم ہوتے ہیں اور جب یہ حال
ہوگا تو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیسے کر پائے گا۔ اگر ہوش کی حالت میں بندے کا دل فانی اشیاء
سے خالی ہو جائے تو وہ حق تعالیٰ کے مشاہدے کو دیکھے گا کیونکہ اشیاء کا دیکھنا دو طرح سے
ہے: دیکھنے والی چیز کو یا تو بقا کی نظر سے دیکھا جائے گا یا فنا کی نظر سے، اگر بقا کی نظر سے
دیکھا جائے گا تو حق تعالیٰ کے مشاہد کو نہ دیکھ پائے گا، اگر فنا کی نظر سے دیکھا جائے گا تو
تمام چیزوں کو حق تعالیٰ کی بقا کے پہلو میں فانی اور ناپید دیکھے گا۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بحالت دعا یہ فرمایا کہ "اللھم ارنا الاشیاء کما ھی" ترجمہ: اے اللہ
مجھے اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی وہ ہیں۔ یہ اس لئے کہ جس نے اشیاء کو ان کی حقیقت کے
ساتھ دیکھا وہ آسودہ رہا اور اسی معنی میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی

الْاَبْصَارِ﴾ ترجمہ: اے دیکھنے والے صاحب بصیرت! بہ نگاہ عبرت دیکھ۔ بندہ جب تک
دیکھے گا نہیں تو وہ عبرت کیسے حاصل کر سکے گا اس لئے یہ باتیں حالتِ صحو کے سوا کیسے درست
ہو سکتی ہیں؟ اہل سکر کی ان معنیٰ تک کیسے رسائی ممکن ہے؟ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سکر کی
حالت میں تھے وہ ایک تجلی ربانی کو برداشت نہ کر سکے ہوش جاتے رہے حق تعالیٰ نے
فرمایا ﴿وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا﴾ ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام چیخ مار کر زمین پر تشریف لے
آئے۔ ہمارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت صحو کی تھی اس لئے مکہ مکرمہ سے
﴿قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ تک عین تجلی ربانی میں بیدار ہوشیار رہے۔"

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میں اپنے شیخ و مرشد کی متابعت
اور ان کی موافقت میں کہتا ہوں کہ صاحب سکر کے حال کا کمال صحو ہے اور صحو کا ادنیٰ درجہ یہ
ہے کہ وہ بشری حالت میں دیدار سے محروم رہ جائے۔ لہٰذا وہ ایسا صحو جو یہ آفت برپا نہ کرے
اس سکر سے بہتر ہے جو سراسر آفت ہے۔" حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کی
تشریح یہ ہے کہ آپ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تابعداری کرتے ہوئے صحو کو سکر پر ترجیح
دیتے ہیں لیکن فرما رہے ہیں اگر صاحب سکر اپنے دل کو فانی اشیاء سے خالی کر دے تو یہ
مقامِ صحو ہے اور اگر صاحب صحو اپنا دل فانی اشیاء سے خالی نہ کر پائے تو وہ حق تعالیٰ کے
مشاہدے سے محروم ہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں: "صحو کی دو قسمیں ہیں ایک صحو بر غفلت
دوسرا صحو بر محبت۔ صحو بر غفلت بہت بڑا حجاب ہے اور صحو بر محبت روشن اور واضح کشف و
مشاہدہ ہے۔ لہٰذا جو غفلت پر ہوتا ہے اگرچہ وہ صحو ہوش مند ہے مگر سکر و مدہوشی ہے اور جو محبت
میں واصل بحق ہو جائے اگرچہ وہ سکر و مدہوشی میں ہو مگر وہ صحو و ہوشمند ہے اور جب اصل و
بنیاد مضبوط و مستحکم ہوتی ہے تو صحو سکر کی مانند اور سکر صحو کی مانند ہوتی ہے اور جب اصل و بنیاد

درست و صحیح نہ ہو تو دونوں بے فائدہ اور بیکار ہیں۔
حالتِ سکر کو ترجیح دینے والے کہتے ہیں کہ ولی کی کرامت حالتِ صحو میں ہوتی ہے اور نبی علیہ السلام کا معجزہ حالتِ صحو میں جبکہ کہ صحو کو ترجیح دینے والا گروہ کہتا ہے کہ ولی کی کرامت حالتِ صحو میں ہوتی ہے۔''

(ملخص کشف المحجوب، صفحہ 265۔۔۔شبیر برادرز، لاہور)

وجد

لغت میں وجد کا معنی ہے پالینا، صوفیہ کرام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہونے والے انوار و تجلیات اور کیفیات روحانیہ کا پالینا مراد ہے۔ بندہ پر کبھی ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ اس وقت اگر اسے تلوار ماردیں تو بھی اسے احساس نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس وقت وجدانی کیفیت میں ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تصوف کی مشہور اور بنیادی کتب کے حوالے سے وجد کی کئی تعریفیں نقل کی ہیں: ''وجد دل پر وارد ہونے والا غم یا گھبراہٹ یا آخرت کے احوال میں سے کسی حال کا دیکھنا یا بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی حالت کا منکشف ہونا ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا وہ دل کا سننا اور دیکھنا ہے۔ اور تواجد یہ ہے کہ انسان اپنے باطن میں جو کچھ حاصل کرے وہ اس کے ظاہر پر جلوہ گر ہو۔ حضرت شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وجد شوق کا وہ شعلہ ہے جو انسان کے سر پر ظاہر ہوتا ہے تو اس کی حالت کے وارد ہونے پر اعضاء میں خوشی یا غم کی وجہ سے اضطراب ظاہر ہو جاتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا کہ وجد جلد زائل ہو جاتا ہے محبت کی گرمی برقرار رہتی ہے جو زائل نہیں ہوتی۔ بعض مشائخ نے فرمایا وجد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام مشاہدہ کی طرف ترقی کی بشارتوں کا نام ہے۔ شیخ زرّوق فرماتے ہیں کہ وجد اگر اس درجے کا ہو کہ اس حالت میں

انسان کا اپنے اوپر قابو نہ رہے اس کا اختیار اور ضبط ہاتھ سے جاتا رہے تو وہ معذور ہے، اس حالت میں اس سے صادر ہونے والے افعال پر احکام جاری نہیں ہوتے اس کا وہی حکم ہے جو مجنون کا حالتِ جنون میں ہے، اس کے افعال کا اعتبار نہیں ہوتے اور اس پر شرعی اور عرفی احکام جاری نہیں ہوتے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب یہ حالت تکلف کے بغیر پائی جائے اور اس میں ضبط، عقل اور اختیار کا کوئی حصہ نہ پایا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ جنون کی حالت ہے اور مجنون وہ ہے جو عقل و اختیار سے عاری ہو۔ لیکن صاحب وجد کو یہ حالت ایک عارضہ (کلام سننے) کی بنا پر لاحق ہوئی ہے۔ لہٰذا اس حالت کے دوران اس سے جو عمل چھوٹ گیا ہے اگر فرض ہے تو نشے والے کی طرح اس کی قضا لازم ہے کیونکہ دراصل اس نے اس حالت کے وجود کا سبب اپنے کسب اور اختیار سے اپنایا ہے اس لئے وہ عمل اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ قضا واجب ہوگی۔''

(تعارف فقہ و تصوف، صفحہ 71، ممتاز پبلی کیشنز، لاہور)

وجد کا ثبوت

حضرت علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ﴾ ترجمہ: پس زنان مصر نے حضرت یوسف کو دیکھا تو انہیں عظیم جانا اور اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ یہ واقعہ (وجد) کی تائید فرماتا ہے۔ تفسیر میں ہے کہ ان عورتوں کو اپنی انگلیاں کٹنے کی خبر بھی نہیں ہوئی۔ جب مخلوق کا یہ حال ہے تو بھلا خالق کی محبت کا کیا حال ہوگا اور اس کا انکار وہی کرتا ہے جس نے اس کی لذت نہ چکھی ہو۔ اور جو اس قوم (اولیاء اللہ) کے حال سے ناواقف ہو۔ اس طرح اس کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاؤں میں ناسور ہو گیا۔ اطباء نے فیصلہ کیا کہ اگر پاؤں نہ کاٹا

گیا تو یہ مر جائیں گے۔ ان کی ماں نے طبیبوں سے کہا جب یہ نماز میں کھڑے ہوں اس وقت پاؤں کاٹنا کیونکہ اس وقت انہیں کسی شے کی خبر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہیں احساس نہیں ہوا۔" (روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ318، رضا پبلیشرز لاہور)

حافظ ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ سے وجد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "نعم له اصل فقد روى في الحديث ان جعفر بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه رقص بين يدي النبي صلى الله عليه وآله وسلم لما قال له اشبهت خلقي و خلقي وذلك من لذة هذا الخطاب ولم ينكر عليه صلى الله عليه وآله واصحابه و سلم وقد صح القيام والرقص في مجالس الذكر والسماع عن جماعة من كبار الائمة منهم عزيز الدين شيخ الاسلام ابن عبد السلام" ترجمہ: ہاں اس کیلئے اصل ہے حدیث شریف میں روایت کیا گیا ہے کہ جعفر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رقص کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم سیرت وصورت میں میرے مشابہ ہو اور رقص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطاب کی لذت کی وجہ سے تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فعل سے منع بھی نہیں فرمایا تحقیق بڑے بڑے ائمہ کرام جن میں عزیز الدین شیخ الاسلام رحمہ اللہ بھی شامل ہیں مجالس ذکر وسماع میں قیام ورقص ثابت ہے۔

(فتاوی حدیثیہ، صفحہ 298، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ سے مسجد میں وجد کرنے کے متعلق سوال کیا گیا "ويقولون يا شيخ عبد القادر يا شيخ احمد يا رفاعي شيأ لله عبد القادر و نحو ذلك ويحصل لهم في اثناء الذكر وجد عظيم و حال يقعد ويقيم فيرفعون اصواتهم بالذكر" ترجمہ: وہ لوگ کہتے ہیں یا شیخ

عبد القادر یا شیخ احمد یا رفاعی شیئاً للہ عبد القادر (کچھ نظر کرم فرمایئے اللہ کے واسطے اے عبد القادر) اور اسکے مثل دیگر کلمات۔ اس ذکر کے دوران انہیں وجد عظیم لاحق ہوتا ہے اور ان پر حال طاری ہوتا ہے جو انہیں بٹھاتا اور کھڑا کرتا ہے چنانچہ وہ لوگ اس ذکر سے اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد میں اسطرح کے عمل کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ اسکے انکار کرنے والوں کا رد فرمایا۔

(فتاوی خیریہ، جلد2، صفحہ180، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

وجد آنے کا سبب

حضرت جنید قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ ایک اچھا خاصا باوقار آدمی جب اچانک کسی عمدہ آواز کو سن لیتا ہے (یعنی قرأت، نعت یا منقبت) تو اس کے دل میں ایک بے چینی اور بے قراری سی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے معمول کے خلاف اس سے حرکات ظاہر ہوئی ہیں؟ فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے ازل میں آدم علیہ السلام کی ذریات سے ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ (کیا میں تمہارا رب نہیں) فرمایا تو اس خطاب کی حلاوت ان کے روحانی کانوں میں باقی ہے۔ لامحالہ جب وہ کوئی اچھی آواز سنتے ہیں تو انہیں اس خطاب کی لذت یاد آجاتی ہے اور اسی کے ذوق میں وہ ایسی حرکت کرنے لگتے ہیں۔ ذوالنون مصری قدس سرہ نے فرمایا کہ اچھی آوزیں اللہ تعالی کے خطابات واشارات ہیں جن کو ہر مرد وعورت کی پاکیزہ جان میں امانت رکھا گیا ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ غوثیہ میں لکھا کہ میں نے تمام ارواح کو دیکھا کہ وہ اپنے اپنے قالبوں میں ﴿الست بربکم﴾ سن کر وجد کر رہی ہیں۔

(سبع سنابل، صفحہ362، فرید بک سٹال، لاہور)

پتہ چلا کہ حمد ونعت اور منقبت سے بندے پر وجدانی کیفیت آتی ہے اور گانے

سے شہوت آتی ہے۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "الغناء مفسدة للقلب ومسخطة للرب" ترجمہ: گانا دل کو خراب اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہے۔

(تفسیرات احمدیہ، صفحہ603، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

سچے وجد کی پہچان

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں جب امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ سے سچے وجد کی پہچان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”فرائض وواجبات میں خلل نہ ڈالے حضرت سید ابوالحسین احمد نوری پر وجد طاری ہوا تین شب وروز گزر گئے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر تھے کسی نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حالت عرض کی فرمایا نماز کا کیا حال ہے؟ عرض کی نمازوں کے وقت ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر بعد میں وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ فرمایا الحمد للہ عزوجل ان کا وجد سچا ہے (اسکے بعد فرمایا) نماز جب تک عقل باقی ہے کسی وقت میں معاف نہیں۔ رمضان شریف کے روزے حالت سفر یا مرض میں کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں اجازت ہے کہ قضا کرے اسی طرح زکوٰۃ صاحب نصاب پر اور حج صاحب استطاعت پر فرض ہے لیکن نماز سب پر ہر حال میں فرض ہے۔“

(ملفوظات، صفحہ 241، مشتاق کارنر، لاہور)

وجد اور رقص

بعض لوگ ہوش وحواس کے ساتھ ناچتے، دھمال ڈالتے ہیں اور دلیل دیتے ہیں کہ بابا بلھے شاہ، شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہما اور فلاں فلاں بزرگ بھی ناچتے تھے۔ یہ وجد اور رقص میں فرق نہ جاننے کی بنا پر ہے۔ ناچنا تو شرعاً ناجائز ہے۔ باقی رہا بابا بلھے شاہ، شہباز قلندر رحمہما اللہ کا رقص کرنا تو وہ یہ رقص نہیں تھا جو کہ ناجائز ہے بلکہ وہ رقص بے اختیاری

حالتِ وجد میں بغیر آلات مزامیر کے تھا اور وہ مجلس فساق کی مجلس بھی نہ تھی اور ایسا رقص جائز ہے جیسے بعض دفعہ بندہ کسی حمد، نعت یا منقبت وغیرہ کے سننے پر وجد میں آجاتا ہے اور رقص کرنا شروع کر دیتا ہے۔ وجد کی تین صورتیں ہیں ایک خود بخود آجائے یہ صورت جائز ہے، ایک صورت ہے جان بوجھ کر دھمال وغیرہ ڈالی جائے یہ ناجائز ہے اور ایک صورت ہے کہ محفل میں دوسروں کو وجدانی کیفیت میں دیکھتے ہوئے بغیر ریا کے وجدانی کیفیت اپنے اوپر طاری کی جائے تو یہ جائز ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”رقص میں بھی دو صورتیں ہیں، اگر بیخودانہ ہے تو "سلطان نگیر دخراج ازخراب" یعنی بادشاہ بنجر اور غیر آباد زمین سے ٹیکس وصول نہیں کرتے۔ وہ کسی طرح زیرِ حکم نہیں آسکتا۔ اور اگر بالاختیار ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر تثنی وتکسر کے ساتھ ہے تو بلاشبہ ناجائز ہے۔ تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبہ حرام۔ اور اگر ان سے خالی ہے تو اہل بیعت کو مجلس عام ومحضر عوام میں اس سے احتراز ہی چاہئے کہ ان کی نگاہوں میں ہلکا ہونے کا باعث ہے۔ اور اگر جلسہ خاص صالحین وسالکین کا ہو تو داخل تواجد ہے۔ تواجد یعنی اہلِ وجد کی صورت بننا اگر معاذ اللہ بطورِ ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ یہاں نیت صالحہ دو ہوسکتی ہے ایک عام یعنی تشبہ بصلحائے کرام "ان لم تکونوا مثلهم فتشبهوا ان التشبه بالكرام فلاح" یعنی اگر ان کی مثل نہیں ہو تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "من تشبه بقوم فهو منهم" یعنی جو کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے "ان لم تبکوا فتباکوا" یعنی

رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔
دوسری نیت طالبانِ راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو
جائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصولِ حقیقت کی طرف منجر
ہو جاتا ہے۔
(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ 551، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وحدت الوجود والشہود

وحدت الوجود کے مطابق کائنات میں بجز خدا کے اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ عزوجل
کی حقیقی ذات کے سوا باقی سب فرضی چیزیں ہے۔ بایزید بسطامی، ابوسعید خراسانی، محی
الدین عربی رحمہم اللہ اس نظریہ کے حامی تھے۔ وحدت الوجود کا یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز میں
خدا ہے، جو یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔
شہود کے معنی دیکھنے یا مشاہدہ کرنے کے ہیں اور اہل تصوف کی اصطلاح میں یہ
ایک مقام ہے، جس کے حاصل ہو جانے کے بعد سالک کو تمام موجودات میں جلوہ حق نظر
آتا ہے۔ اس مسلک کے بانی شیخ رکن الدین علاء الدولہ تھے۔ عام لوگ کہتے ہیں "لا
معبود الا ھو" وحدت الوجود کہتے ہیں "لا موجود الا ھو" شہود والے کہتے ہیں
"لا مشہود الا ھو"
امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''وحدت وجود کے جس قدر معنے
عقل میں آسکتے ہیں یہی ہیں کہ وجود واحد موجود واحد باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حدِ ذات
میں اصلاً وجودِ ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ ترجمہ: ہر
چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔ اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من وتو زید عمرو ہر شے خدا
ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب جو

اہلِ اسلام وایمان حقیقی ہیں۔ یہی کفر واسلام کا پردہ سنبھالنا ہے۔''
(فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ603، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)
وحدت الوجود کے مسئلہ کو کم فہمی کی بنا پر بہت الجھا دیا جاتا ہے اور تصوف پر تنقید کی
جاتی ہے کبھی کہا جاتا ہے یہ شرک ہے۔ اس مسئلہ کو عام فہم انداز میں مفتی احمد یار خان علیہ
رحمۃ الرحمٰن سمجھاتے ہیں: ''وحدت الوجود کے معنی یہ نہیں کہ ہر چیز خدا ہے۔ اس کے معنی یہ
ہیں کہ خدا کے سوا کچھ نہیں۔ پہلی بات کفر ہے نہ کہ دوسری۔ مختصرا یوں سمجھو کہ دیوار کا سایہ
دیوار سے علیحدہ مستقل وجود نہیں رکھتا۔ آئینہ خانہ میں کوئی شمع جلائے تو ہزاروں مختلف
آئینوں میں نظر آئیں گی۔ شمع چند نہیں بلکہ اس کے عکس چند ہیں جن کا غیر مستقل وجود اس
ایک مستقل شمع سے وابستہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایسے ہی عالم کی چیزیں خود مستقل کچھ نہیں
یہ رب کے جلوے ہیں جن کا وجود محض اعتباری ہے اصل وجود وہی معبود ہے۔''
(رسائل نعیمیہ، صفحہ 33، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)
علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لیکن شاید اس مثال پر
اعتراض ہو کہ آئینوں کا تو اپنا وجود ہے اس لئے اس بات کو دوسرے انداز میں سمجھنے کی کوشش
کیجئے آپ ایک کمرے میں تشریف رکھتے ہیں آپ کے سامنے چارپائی ہے، پیچھے دروازہ
ہے، دائیں طرف کھڑکی ہے اور بائیں طرف الماری ہے، آپ کے اوپر چھت ہے اور نیچے
فرش ہے۔ اگر آپ رُکھ پھیر لیں تو آگے پیچھے، دائیں، بائیں کا مفہوم بدل جائے گا اور اسی
طرح اگر آپ چھت پر چلے جائیں تو اوپر نیچے کا تصور بھی تبدیل ہو جائے گا۔ یہ آگے پیچھے،
دائیں بائیں، اوپر نیچے کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے، آپ ہیں تو یہ سمتیں اور جہتیں بھی ہیں اگر
آپ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تو ان سمتوں کو ساتھ لے کر نہیں
آئے کہ ان کا اپنا علیحدہ وجود نہیں ہے۔ آپ کے وجود کے باعث یہ از خود متصور ہوگئی

ہیں۔" (وحدت الوجود کیا ہے، صفحہ 5، اعلیٰ حضرت نیٹ ورک)

وحدت الوجود کا فلسفہ بہت نازک ہے کفر کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہئے۔ جب اس قسم کے مسائل میں کوئی مسئلہ درپیش ہو خود ہی کوئی رائے قائم کرنے کی بجائے اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے۔

فنا و بقا

فنا و بقا سے مراد ہے یہ ہے کہ بندہ دنیا ہی میں اپنی فانی ذات کو فنا کر کے اس باقی رہنے والی ذات کی معرفت کو پالے جیسے پنجابی کے مشہور صوفی شاعر سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مرن توں پہلے مر گئے باہو تاں مطلب نوں پایا ہو"

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صوفیا کے یہاں فنا سے مراد مذموم اوصاف کا ساقط ہونا ہے اور بقاء سے اوصاف محمودہ کا بندے کا ساتھ قائم ہونا ہے۔ انسان میں ان دونوں قسموں میں سے ایک نہ ایک صفت ضرور باقی رہتی ہے، ایک کی نفی ہو جانے سے لامحالہ دوسری کا اثبات ہو جاتا ہے اور جو اپنے اوصاف مذمومہ سے فنا ہو چکا ہو اس پر صفات محمودہ ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں اور جس پر مذموم خصلتیں غالب آتی ہیں تو اس سے صفاتِ محمودہ پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔

یاد رکھیں کہ جن اوصاف کے ساتھ انسان موصوف ہوتا ہے وہ یا تو افعال ہیں یا اخلاق یا احوال۔ افعال وہ ہیں جن میں انسان اپنے اختیار سے تصرف کرتا ہے۔ اخلاق وہ صفات ہیں جو انسان میں فطری طور پر پائے جائیں البتہ کسی صفت کی مسلسل عادت رکھنے سے صفت کو بدل بھی سکتے ہیں۔ احوال وہ ہیں جو شروع میں انسان پر وارد ہوتے ہیں مگر ان کی صفائی کا دارومدار اعمال کی صفائی پر ہے۔ اس اعتبار سے احوال بھی اخلاق کی طرح شمار

ہوں گے کیونکہ جب انسان دل سے اخلاق کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور اپنی کوشش سے اپنے خراب اخلاق کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی مہربانی فرما کر اس کے اخلاق کو اچھا کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنی پوری کوشش صرف کر کے اپنے اعمال کا پیہم تزکیہ کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کے احوال کو پاک بنا دیتا ہے بلکہ کمال کے ساتھ احوال کو اس پر وارد کرتا ہے۔ لہٰذا جس شخص نے ان افعال کو جو شریعت کے اندر مذموم قرار دیئے گئے ہیں ترک کر دیا۔ اس کے متعلق یوں کہا جائے گا کہ وہ اپنے خواہشات سے فنا ہو چکا ہے۔ اور جب اپنی شہوات سے فنا ہو گیا تو اپنی نیت اور اخلاص کے ساتھ وہ اپنی بندگی میں رہے گا۔ اور جو دل سے دنیا سے روگردانی کرتا ہے اس کے متعلق کہا جائے گا کہ اسکی ہر طرح کی رغبت فنا ہو گئی تو وہ صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنے پر قائم رہے گا۔"

جب بندہ اپنی مذموم صفات سے فنا ہو جاتا ہے اور اوصاف محمودہ کے ساتھ باقی رہتا ہے تو امام قشیری فرماتے ہیں: "جب بندہ (مذموم صفات سے فنا ہو جاتا ہے) تو وہ ترقی کر کے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے (جہاں اپنی فنا کی وجہ سے) اپنی فنا کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس بات کی طرف شاعر اشارہ کرتا ہے۔

فقوم تاہ فی الارض بقفر — وقوم تاہ فی میدان حبہ
فافنوا ثم افنو ثم افنوا — وابقو بالبقاس قرب ربہ

(ترجمہ: کچھ لوگ تو چٹیل میدان میں حیران پھرے اور کچھ اس کے عشق کے میدان میں۔ پھر انہوں نے فنا در فنا کا درجہ پا کر اللہ کے قرب میں رہنے سے بقا حاصل کر لی۔) پہلی فنا ذات اور صفات کی فنا ہے جن کی بقا صفات حق کے ساتھ ہے۔ دوسرا مرتبہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے صفات حق سے فنا کا ہے۔ اسکے بعد تیسرا مرتبہ آتا ہے وہ یہ ہے کہ وجود حق

میں کامل فنا ہونے کی وجہ سے اپنی فنا کے مشاہدہ سے بھی فنا حاصل کرتا ہے۔"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 172، دار المعارف، القاہرۃ)

تصورِ شیخ

تصور کے معنی ہی خیال کرنا، خیال رکھنا ہیں۔ بندے کو چاہئے کہ رب کی قدرت وسلطنت کا خیال رکھے تاکہ یہ خیال اسے گناہوں سے روکے۔ بچہ استاد کو غافل دیکھ کر کھیلتا کودتا ہے۔ اگر پیچھے سے استاد دیکھ رہا ہے تو برابر پڑھتا ہے۔ یہ خیال نیکیوں کی اصل ہے۔ انسان بے دیکھی ذات کا خیال نہیں رکھ سکتا نہ ہم نے رب کو دیکھا ہے نہ رسول کی زیارت کی۔ مجاز حقیقت کی سیڑھی ہے شیخ کو اس خیال سے دیکھا ہے کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا ہے۔ اس لحاظ سے اگر صورت شیخ کو دھیان میں رکھا جاوے تو یہ شکل آئینہ حق نما بن جاوے گی کہ کچھ عرصہ کے بعد اس سے تصور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوگا پھر رب کی صفات پر دھیان جم جاوے گا جو اصل مقصود ہے۔

تصورِ شیخ کا طریقہ

شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اشغالِ نقشبندیہ کے بیان میں اپنی کتاب قول الجمیل میں فرمایا "واذا غاب الشیخ عنه یتخیل صورته بین عینیه بوصف المحبة و التعظیم فتفید صورته ما تفید صحبته" ترجمہ: جب کسی کا شیخ غائب ہو تو محبت اور تعظیم کے ساتھ اس کی صورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے خیال کرے تو اس کی صورت وہی فائدہ دے گی جو اس کی مجلس دیتی ہے۔

(القول الجمیل مع شفاء العلیل، صفحہ 81، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ انتباہ میں فرماتے ہیں "الطریق الثالث طریق الرابطة

بالشیخ (الیٰ ان قال) ینبغی ان تحفظ صورته فی الخیال و توجه الی القلب الصنوبری حتیٰ تحصل الغیبة و الفناء عن النفس" ترجمہ: یعنی خدا تک پہنچنے کی تیسری راہ شیخ کے ساتھ رابطہ کا طریقہ ہے کہ اس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس سے غیبت و فنا ہاتھ آئے۔

اسی میں ہے" ان وقفت عن الترقی فینبغی ان تجعل صورة الشیخ علی کتفك الایمن و تعتبر من کتفك الیٰ قلبك امرا ممتدا و تاتی بالشیخ علی ذلك الامر الممتد و تجعله فی قلبك فانه یرجی لك بذلك حصول الغیبة والفناء" ترجمہ: اگر تو ترقی سے رک رہے تو یوں چاہئے کہ صورتِ شیخ کو اپنے داہنے شانے پر اور شانے سے دل تک ایک امر کشید وفرض کرلے اور اس پر صورتِ شیخ کو لا کر اپنے دل میں رکھے کہ اس سے تیرے لئے غیبت وفنا ملنے کی امید ہے۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، صفحہ 42،41، عباسی کتب خانہ، کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث قدس سرہ جذب القلوب الی دیار المحبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کتاب ترغیب اہل السعادات میں فرماتے ہیں " از فوائد صلاۃ بر سید کائنات علیه افضل الصلوٰۃ ست تمثیل خیال وے صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم درعین که لازم کثرت صلاۃ ست باعث حضور و توجه اللھم صل وسلم علیه " ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک کے فوائد میں سے یہ ہے کہ آنکھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیالی صورت قائم ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے حضور اکرم کی نعت شریف کے ساتھ درود شریف کی کثرت لازم ہے اور توجہ سے اللھم صل وسلم

علیہ۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ماخوذ از بحوالہ فتاوی رضویہ ،جلد 21،صفحہ 587،رضا فاؤنڈیشن ۰ لاہور)

امام محمد ابن الحاج عبدری مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں "من لم یقدر له بزیارته صلی الله علیه و آله و سلم بجسمه فلینوها کل وقت بقلبه و لیحضر قلبه انه حاضر بین یدیه متشفعا به الیٰ من منّ به علیه کما قال الامام ابو محمد بن السید البطلیوسی رحمة الله تعالیٰ فی رقعته التی ارسلها الیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من ابیات

الیك افر من زللی و ذنبی — و انت اذا لقیت الله حسبی
وزورة قبرك المحجوج قدما — مناى و بغیتی و لو شاء ربی
فان احرم زیارته بجسمی — فلم احرم زیارته بقلبی

ترجمہ: جسے مزارِ اقدس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت جسم سے نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر وقت دل سے اس کی نیت رکھے اور دل میں یہ تصور جمائے کہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوں حضور سے اس کی بارگاہ میں اپنے لئے شفاعت چاہ رہا ہوں جس نے حضور کی امت میں داخل فرما کر مجھ پر احسان کیا جیسا کہ امام محمد بن السید بطلیوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس عرضی میں کہ مزارِ پُرانوار بھیجی یہ ابیات عرض کیں کہ یارسول اللہ! میں اپنی لغزش و گناہ سے حضور ہی کی طرف بھاگتا ہوں اور جب میں خدا سے ملوں تو حضور مجھے کافی ہیں ۔ حضور کی قبر مبارک کی زیارت کی ہمیشہ سے جس کا حج ہوتا ہے (یعنی لوگ حج کے بعد زیارت روضہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں) میری آرزو و مراد ہے اگر میرا رب چاہے اگر جسم سے اس کی زیارت مجھے نصیب نہ ہوئی تو دل کی زیارت سے

محروم نہیں ہوں۔

(المدخل لابن الحاج ،جلد 1 ،صفحہ 258، دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ محمد زرقانی رحمۃ اللہ علیہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر تصور جمانے کے متعلق لکھتے ہیں " یلازم الادب والخشوع و التواضع غاض البصر فی مقام الهیبة کما کان یفعل بین یدیه فی حیاته (اذهو حی) و یستحضر علمه بوقوفه بین یدیه علیه الصلوٰة والسلام سماعه لسلامه کما هو فی حال حیاته اذلا فرق بین موته و حیاته فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و نیاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلك عنده جلی لاخفاء به و یمثل (یصور) الزائر وجهه الکریم علیه الصلوٰة والسلام فی ذهنه و یحضر قلبه جلال رتبته و علو منزلته و عظیم حرمته" ترجمہ: زائر ادب وخشوع وتواضع کو لازم پکڑے آنکھیں بند کئے مقام ہیبت میں کھڑا ہو جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالمِ حیات ظاہری میں حضور کے سامنے کرتا کہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور تصور کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی حاضری سے آگاہ ہیں اس کا سلام سن رہے ہیں بعینہ اسی طرح جیسے حالِ حیات ظاہری میں کہ حضور کی وفات و حیات دونوں ان امور میں یکساں ہیں کہ حضور اپنی امت کو دیکھتے اور ان کے احوال کو پہچانتے اور ان کی نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں سے آگاہ ہیں اور یہ سب باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جنہیں اصلا پوشیدگی نہیں اور زائر اپنے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کریمہ کا تصور جمائے اور دل میں حضور کی بزرگی مرتبہ و بلندی قدر و احترام عظیم کا خیال لائے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه، جلد 8، صفحہ 305 ،دار المعرفة، بیروت)

سیدی و مرشدی امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: ''پیارے اسلامی بھائیو! سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے بن جائیے!

دنیا کے حسین ودلفریب نظاروں کے دلدل سے نکل کر صحرائے مدینہ کا نقشہ پردہ ذہن پر کھینچ لیجئے! میرے پیارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرامگاہ پر جو سبز قبہ بنا ہوا ہے وہی سبز گنبد جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ہر آنکھ ترس رہی ہے وہ سبز گنبد جس پر نثار ہونے کے لئے ہر دل بے قرار رہتا ہے جس کے جلوؤں میں دنیا کا تمام حسن وجمال سمٹ آیا ہے وہی سبز گنبد جس کے ہجر وفراق میں سینہ عشاق ہر گھڑی فگار رہتا ہے جس کا تذکرہ چھڑ جائے تو دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے اس پیارے اور دلکش سبز سبز گنبد کا مقابلہ روئے زمین کی کوئی حسین سے حسین فلک بوس عمارت بھی نہیں کرسکتی۔

اس حسین ودلکش سبز گنبد کا تصور جمالیجئے! اب تصور ہی تصور میں مسجد نبوی شریف کی پرکیف نورانی اور معطر فضاؤں سے گزرتے ہوئے قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے حسین سنہری جالیوں کے سامنے مواجہہ شریف کی طرف منہ کرکے چار ہاتھ تقریباً دو دو گز کے فاصلے پر کھڑے ہو جائیں یقیناً ان سنہری جالیوں کے پیچھے ہمارے دلوں کے تاجدار دونوں جہاں کے مالک ومختار حبیب کردگار شفیع روز شمار غمزدوں کے غمگسار بیکسوں کے مددگار انبیاء کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین حیات ظاہری کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زائر کو ملاحظہ فرما رہے ہیں پہچان بھی رہے ہیں بلکہ دلوں پر جو خطرات گزر رہے ہیں ان پر بھی مطلع ہیں اب آنکھیں بند کرکے سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسین تخیل میں کھو جائیے تصور جمانے کی کوشش کیجئے تصور ہی تصور میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ دیکھ لینے کی تڑپ بڑھا دیجئے دل کی آنکھوں سے ہی دیکھ لیجئے۔ چہرہ روشن گول اور کتنا حسین ودلربا ہے۔ رنگ گندمی پھر اوپر سے سفید وگلابی رنگت ملاحت اور صباحت کا حسین امتزاج رخسار گوشت سے بھرے بھرے۔ ریش مبارک (داڑھی مبارک) سیاہ گھنی

اور گول ونورانی پیشانی کھلی صاف کشادہ جیسے سفید چاندی کا ایک ٹکڑا کوئی سلوٹ نہیں کوئی لکیر نہیں ابرو سیاہ کماندار اور آپس میں ملے ہوئے مبارک ابروں کے نیچے درخشندہ اور سرمگیں آنکھیں ان میں سرخ ڈورے کتنے بھلے معلوم ہو رہے ہیں ناک مبارک اونچی اور باریک اللہ عزوجل اللہ عزوجل دہن مبارک جیسے گلاب کی پتیاں۔ قربان! لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے۔ دندان مبارک سفید اور چمکدار سچے موتیوں کی لڑی کی طرح دمک رہے ہیں اور ان سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں پھر گول سر اقدس پر عمامہ شریف کا تاج حسن والا کو دوبالا کر رہا ہے قربان ہو جائیں اس نورانی اور رحمت بھرے چہرے کی طلعت پر حسن و جمال کے حسین تصور میں گم ہو کر ان پر درود پاک پڑھیں تو اس کی چاشنی ہی کچھ اور ہے اس طرح درود وسلام پڑھیں تو یقیناً ڈھیروں ثواب حاصل ہو گا اور کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوں گی۔

روئے بدر الدجی دیکھتے رہ گئے　　　چہرہ والضحی دیکھتے رہ گئے"

(فیضانِ سنت قدیم، صفحہ 175، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علم لدنی

علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی واسطہ یعنی استاد کے اللہ عزوجل اپنے کسی بندے کو عطا فرمادے تفسیر روح البیان میں ہے " العلم اللدنی هو الذی ینزله فی القلب من غیر واسطة احد " ترجمہ: علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی واسطہ کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔

(روح البیان فی تفسیر سورۃ الکہف، آیت 65، جلد 5، صفحہ 270، دار الفکر بیروت)

علم لدنی کن کو عطا کیا جاتا ہے؟

عموماً اولیاء اللہ کو علم لدنی عطا کیا جاتا ہے۔ علم لدنی کا ثبوت قرآن پاک سے بھی ثابت ہے چنانچہ سورۃ الکہف میں ہے ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ

عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

(سورۃ الکہف، آیت 65)

تفسیر رازی میں ہے "وھذا یقتضی أنہ تعالی علمہ لا بواسطۃ تعلیم معلم ولا إرشاد مرشد و کل من علمہ اللہ لا بواسطۃ البشر" ترجمہ: اور یہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ بے شک اللہ عزوجل نے حضرت خضر علیہ السلام کو یہ علم سکھایا بغیر کسی معلم کی تعلیم وارشاد مرشد کے اور تمام علم اللہ عزوجل نے بغیر کسی بندے کے سکھایا۔

(تفسیر کبیر، جلد 21، صفحہ 481، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں: ''زانوئے تلمذ طے کر کے علم حاصل کرنا علماء کا کام ہے یہ طریقہ بھی عمدہ ہے مگر راہِ نبوت وولایت کے اعتبار سے مختصر ہے۔ انبیائے عظام علیہم السلام اور اولیاءِ کرام کا علم تعلیم انسانی کے واسطہ کے بغیر ان پاکیزہ قلوب میں القاء کیا جاتا ہے۔ (آگے فرماتے ہیں) وہ شخص جس کا دل پاکیزہ تر اور قوی تر ہو وہ ان تمام علوم کو یا ان میں سے اکثر و بیشتر کو خود دیکھ لے۔ ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں۔''

(کیمیائے سعادت، صفحہ 44، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور)

علمِ لدنی کی نشانی

ہر وہ علم جو بغیر کسی استاد کے مل جائے علم لدنی نہیں بلکہ علم لدنی کی نشانی یہ ہے کہ وہ شریعت کے مطابق ہو چنانچہ حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''علوم لدنی کے درست اور صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ علومِ شرعیہ کے صریح مطابق ہوں۔''

(مکتوبات امام ربانی، جلد 1، صفحہ 159، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

علمِ لدنی کے لئے دُعا کرنا کیسا؟

علم لدنی اللہ عزوجل جسے چاہے اُسے عطا فرماتا ہے لہذا چاہئے یہ کہ علم کے حصول کی کوشش کی جائے گھر بیٹھے بغیر علم حاصل کیے اس علم کی تمنا کرنا عقل مندی نہیں کیونکہ حدیث پاک میں علم کو طلب کرنے کی ترغیب دی گئی اور یہاں تک کہا گیا کہ علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین یعنی دور دراز جانا پڑے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور علمائے دین ایک ایک حدیث، ایک کتاب پڑھنے کے لئے کئی کئی دنوں کا سفر کرتے تھے۔ استاذِ محترم مفتی قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: ''آج کل بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ حصول علم کیلئے کوشش تو بالکل نہیں کرتے اور اسی اُمید میں لگے رہتے ہیں کہ بیٹھے بٹھائے کہیں سے علم آجائے۔ ایسا علم تو علم لدنی ہی ہوتا ہے اور علم لدنی تو خاص عطیہ الٰہیہ ہے جو اللہ عزوجل جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جبکہ حصول علم کے لئے اللہ عزوجل نے جو ظاہری سبب رکھا ہے وہ کوشش ومحنت کرنا ہے، اس کو چھوڑ کر صرف علم لدنی کی دعائیں کرتے رہنا ہرگز ہرگز معقول نہیں بلکہ علم لدنی کا حصول چونکہ ایک قسم کی کرامت ہے اس لئے عام آدمی کے لئے اس کی دعا کرنا بھی جائز نہیں۔ لہذا درست راستہ یہی ہے کہ آدمی حصولِ علم کے لئے کوشش کرے۔''

(علم اور علماء کی اہمیت، صفحہ 36، مکتبہ اہلسنت، فیصل آباد)

فصل پنجم: اسلام اور دیگر مذاہب کے تصوف کا تقابلی جائزہ

دنیا کے جتنے مذاہب ہیں تقریباً ہر مذہب تصوفانہ نظریات اور روحانیت کے مختلف مدارج اور منازل بیان کرتے ہیں مثلاً اسلام کی رو سے روحانی منازل تین ہیں: (1) علم الیقین (2) عین الیقین (3) حق الیقین۔ جو عارف علم الیقین کے مقام پر

پہنچتا ہے وہ صالح کہلاتا ہے، جو عین الیقین کے مرتبہ پر پہنچتا ہے وہ شہید کا لقب پاتا ہے۔ جب وہ حق الیقین کے مقام پر پہنچتا ہے وہ صدیق کہلاتا ہے۔ صوفیاء کرام نے اپنی کتب میں اس کی مثال یوں دی ہے کہ جب ایک شخص دور سے دھواں دیکھے تو وہ یہ سمجھے گا کہ وہاں آگ ہے اس سے دھواں اُٹھ رہا ہے ممکن ہے وہ آگ کا دھواں نہ ہو وہ گرد و غبار ہو دیکھنے والے نے گرد و غبار کو دھواں سمجھ لیا۔ اس منزل پر سالک ابھی حجاب میں ہوتا ہے یہ علم الیقین ہے۔ جب دھواں دیکھنے والا آگے چلتا ہے اور آگ کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو وہ علم الیقین کی حد سے نکل کر عین الیقین تک پہنچ جاتا ہے۔ اب پہلے کے شک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اور آگے بڑھتا ہے اور آگ کی تپش محسوس کرتا ہے تو یہ حق الیقین کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے اور ذاتِ حق کے متعلق ذرا بھر بھی دل کے کسی گوشے میں شک و شبہ نہیں رہتا۔ اس منزل پر پہنچنے والا صدیق کہلاتا ہے۔

اسلام کی طرح دنیا کے دیگر مذاہب روحانیت کے حصول میں کوشاں ہیں اور ان میں ایسی مشہور شخصیات گزری ہیں جنہوں نے روحانیت کی بنیاد رکھ کر اصول و ضوابط مرتب کیے چنانچہ مختصراً دنیا کے چند مشہور مذاہب اور اسلام کے تصوف کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

ہندو تصوف

ہندو مذہب کا زیادہ تر مذہبی لٹریچر پانچ قسم کی کتب پر مبنی ہے ایک وید دوسرا اپنشد، تیسرا پران، چوتھا مہابھارت کی کہانی، پانچواں رامائن۔ وید کا معنیٰ ہے جاننا، سوچنا، موجود ہونا، غور کرنا۔ ویدوں میں زیادہ تر دیوتاؤں کا تذکرہ ہے۔ اس میں ان کی رضا حاصل کرنے اور روحانی سکون کے لئے بھجن ہیں جن میں دیوتاؤں کی تعریف و بزرگی ہے۔ ویدوں کی تعلیمات میں برہموں کے فضائل و مراتب، نسلی تعصب اور مخالف مذاہب والوں

کا خاتمہ نمایاں ہے۔ دیوتاؤں پر مرمٹنا نجات کا ذریعہ ہے عورت کی نجات صرف خاوند پر مٹنے پر ہے۔ اپنشد کا معنیٰ ہے قریب بیٹھنا، ذہین شاگرد معلم کے نزدیک بیٹھتے تھے۔ وہ ان کے سامنے فلسفہ اور رازداری کے خطبات بیان کرتے تھے۔ یہ وہ فلسفیانہ خطبات ہیں جو گروؤں نے اپنے ہونہار ذہین شاگردوں کو دیئے تھے۔ اپنشد کا موضوع روح (آتمن) خدا (برہمن) اور نیچر ہے۔ ویدوں کے بعد دوسرے درجہ کی کتابیں اپنشد ہیں۔ اپنشدوں کے نزدیک اپنشدوں کا خالق (آتمن) کسی خارجی مادے سے دنیا کو نہیں پیدا فرماتا بلکہ خود اپنے اندر سے پیدا کرتا ہے۔ جیسے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں آگ سے اڑتی ہیں اس طرح آتمن سے تمام عالمین، دیوتا، ارواحِ حیوانی اور کل زندہ مخلوقات برآمد ہوئی ہیں۔ اپنشد کا صوفیانہ سبق یہ ہے کہ انسان کا ذہن محدود ہے اس کی مدد سے حق تک رسائی نہیں ہو سکتی کمزور دماغ جس میں ذرا سی ہوا اور خوراک کی تبدیلی درد پیدا ہو جاتا ہے کس طرح حقیقت لامحدود تک جس کا یہ ایک بہت چھوٹا حصہ ہے معلوم کر سکتا ہے۔ دوسری شے جس کی مدد سے وہ حقیقت پا سکتا ہے وہ آتما ہے۔ آتما تمام روحوں کی روح ہے وہ مراقبہ سے ملتی ہے۔ اس لئے انسان کو اپنے علم اور ظاہری حواس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ پندرہ دن تک برت (بھوک) رکھے صرف پانی پر گزارہ کرے اور کچھ نہ کھائے اس طرح دماغ کو امن ہو گا اور خاموش رہنے کی عادت پیدا ہو جائے گی اور اس میں طہارت پیدا ہو جائے گی اور جذباتِ نفسانی کی سرکشی انتہی ذبح ہو جائے گی۔ اس مراقبہ کی حالت میں روح اپنے تئیں محسوس کرتی ہے اور اس بڑی روح کو سمجھتی ہے جس کا یہ خود ایک جزو ہے۔ آخرکار انسان کی شخصیت فنا ہو جاتی ہے اور وحدانیت اور حقیقت اس کے سامنے آشکار ہو جاتی ہے۔ جب ایک سنیاسی اپنشدوں کی روحانی منازل طے کرتا جاتا ہے تو اس کی نفسانی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔

روح عالم کے ساتھ اتحاد کی وجہ سے روحانی مسرت نصیب ہوتی ہے۔ اپنشدوں کے نزدیک مجاہدہ اور مراقبہ کی ذریعے خدا کی ذات میں حلول کر جانا ہی نجات ہے۔

(ملخص، مذاہبِ عالم اسلام کا تقابلی جائزہ، صفحہ 110---علم و عرفان پبلیشرز، لاہور)

اپنشد میں ہے کہ انسان کے دشمن اس کے اندر ہیں اور وہ پانچ ہیں: شہوت، غضب، حرص، طمع، عجب۔ اور پانچ دشمنی کو مغلوب کرنے کے بعد عرفان حاصل ہوتا ہے۔ گیان میں اطمینان، ہمت، اطاعت اور خدمت خلق جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور اسے ہر چیز میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے اور یہ عرفان خدا عشق سے حاصل ہوتا ہے۔ اپنشد کی تعلیمات کے مطابق گیان کے متلاشی کو ضبطِ نفس، ایثار، شفقت، ذکر، مجاہدہ اور مراقبہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ ان طریقوں کو اپنانے ہی سے خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔

(تاریخ تصوف، صفحہ 20 تا 22، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور)

ہندومت میں مکتی کے تین طریقے ہیں: عمل کا طریقہ، علم کا طریقہ اور ریاضت کا طریقہ۔ ان تینوں طریقوں کا تصوف سے گہرا تعلق ہے۔ انسان کا ذہن مختلف تغیرات سے دوچار رہتا ہے اور مختلف شکوک اور مغالطوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان کو دور کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ مراقبے کا ہے۔ اس کے علاوہ ریاضت کے کئی طریقے ہیں جن میں آسن، دم کشی اور کئی ذہنی مشقیں شامل ہیں۔ مکتی کے حصول کے لئے ہندومت میں جسم و ذہن کی صحت پر بھی زور دیا گیا ہے۔

(فلسفہ ہندو یونان، صفحہ 32، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور)

پران کے معنیٰ قدیم کے ہیں ہندوؤں میں مستند اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتابیں ہیں۔ پرانوں میں آریا نسل کے ابتدائی قبائل، کائنات کی ابتداء اس کا درجہ بدرجہ ترقی کرنا پھر پردہ فنا میں جانا، ہندوؤں کی قبائل پرستش، ہستیوں کے واقعات، فرقہ وارانہ

مباحث اور ہر فرقہ کے دیوتا کی فضیلت موجود ہے، مہابھارت میں کوروؤں اور پانڈوؤں کی باہمی جنگ کا تذکرہ ہے اور ہندو مذہب کا یہ نظریہ ہے کہ اس کتاب کا ایک حصہ بھی پڑھنا گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔ گیتا بھی مہابھارت میں چند ابواب پر مشتمل ہے جس کا موضوع ہے کہ ترک دنیا سے قلب کی پاکیزگی کرنے کی بجائے معاشرہ میں ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جائے جو تزکیہ نفس کا موجب ہو۔ رامائن اشعار پر مشتمل کتاب ہے اس میں سری رام چندجی کی لڑائیوں کا ذکر ہے جو انہوں نے لنکا کے راکشس بادشاہ راون سے اپنی بیوی سیتا جی کو چھڑانے کے لئے لڑی تھیں۔ رامائن کا پڑھنا ہی ہندوؤں کے نزدیک موجب ثواب ہے۔ رامائن میں ہندوؤں کے لئے یہ تصوفانہ سبق ہے کہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی ہے اور بھلائی ہمیشہ غالب رہتی ہے۔ اور نیکی کے راستہ پر چلنے والوں کے لئے مشکلات ہیں لیکن آخر کار کامیابی اسی راہ میں ہے۔

ہندو مذہب میں اوتار کا بھی نظریہ ہے ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ وشنو جی کئی بار مختلف شکلوں میں آئے اور دنیا کی پرورش اور ربوبیت کی۔ وشنو جی اب تک دس بار مختلف شکلوں میں اوتار بن کر آیا ہے۔ شری رام چند ساتواں اوتار ہے۔ اسی طرح گیان، یوگ، دھیان، سمادھی، نیام وغیرہ کا تصوفانہ نظریہ بھی ملتا ہے۔

(ملخص، مذاہبِ عالم اسلام کا تقابلی جائزہ، صفحہ 110---علم و عرفان پبلیشرز، لاہور)

بھگتی تحریک میں محبت کو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر تارا چند کی کتاب (Influence of Islam on Hindu Culture) میں ہے۔

ہندی تصوف میں روح کی پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے اس کے حصول کے لئے اخلاقی اصول وضع کئے ہیں اور ریاضت کے طریقے بھی ایجاد کیے ہیں۔ بعض ہندی مذاہب میں ایک خدا کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ہندو فلسفہ میں فرد کامل وہی ہے جسے مکتی حاصل ہو

جائے۔ (The Essentials of Indian Philosophy, Page 175,Hiriyaana, London)

ہندو مذہب میں گیتا نامی کتاب کو خاص مذہبی مقام حاصل ہے۔ گیتا میں ترک خواہشات کی تعلیم دی گئی ہے۔ انسان کامل انا پرست نہیں ہوسکتا، وہ کسی چیز کی ملکیت پر فخر نہیں کرتا، اسے اپنے جذبات پر گرفت حاصل ہوتی ہے، وہ خوف اور غصے کے جذبات سے مغلوب نہیں ہوتا، وہ راضی برضا ہوتا ہے، اس لئے خوش قسمتی پر خوش نہیں ہوتا اور بدقسمتی پر دکھی نہیں ہوتا چنانچہ بھگوت گیتا کے دوسرے باب میں ارجن کے سوال کے جواب میں کرشن کہتا ہے:

(1) جب ایک انسان تمام خواہشات جو اس کے دل میں آتی ہیں ترک کر دیتا ہے اور بھگوان کے فضل سے بھگوان کی خوشی حاصل کر لیتا ہے پھر اس کی روح یقیناً سکون پالیتی ہے۔

(2) وہ جس کا ذہن دکھوں سے مضطرب نہیں ہوتا وہ جو خوشیوں کی خواہش نہیں کرتا اور جو جذبے، خوف اور غصے سے دور ہوتا ہے وہی مستحکم ذہن والا ہے۔

(3) جو شخص تمام خواہشات چھوڑ دیتا ہے اپنی ملکیت پر فخر ترک کر دیتا ہے انتہائی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔

(4) یہ انسان وہی رام ہے۔ اے ارجن جس تک پہنچ کر تمام دھوکے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس دنیا پر اپنی زندگی کے آخری حصہ میں بھی انسان برہمن کے نروان کو پہنچ سکتا ہے۔

(The Bhagyad Gita,Page 53,54,Nicholis Company)

ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط کے سبب ہندو مذہب میں اسلامی تصوف اثرات بھی ہیں چنانچہ شنکر آچاریہ، رامانج، رامانند، ناوا جی، سورداس، تلی داس، جے دیو، کبیر، سائیں جیسی شخصیات میں توحید و ریاضت کا تصور ملتا ہے۔ اور ہندوؤں کا ایک فرقہ

لنگایت ہے۔ جس میں پیری مریدی کا سلسلہ بھی ہے اور وہ اپنے مردوں کو جلاتے نہیں بلکہ دفن کرتے ہیں۔

جین مت تصوف

جین مت مذہب کا بانی "مہاویر" تھا یہ مشرقی ہند کے خطے کا تھا اور اس نے اس مذہب کی بنیاد برہمن تسلط سے تنگ آ کر رکھی۔ اس نے اپنے مذہب میں یہ تصوفانہ پہلو رکھا کہ انسانی بدن کے جو تقاضے ہیں جیسے کھانا، پینا، سکون، بیوی کی حاجت وغیرہ ان سب کو ختم کر دیا جائے چنانچہ ضیاء النبی میں ہے: "اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان، حیوان، شجر، حجر ہر چیز ذی روح ہے اور روح جب بدن کے قفس میں مقید کر دی جائے تو اس کی نجات کی ایک صورت ہے کہ وہ اس قفس کو توڑ کر اس سے آزاد ہو جائے اس کے نزدیک دعائیں اور پوجا پاٹ محض بے سود ہیں۔ اس نے اخلاقی اور ذہنی نظم وضبط کی اہمیت پر بڑا زور دیا، بدن کے سارے تقاضوں کو نظر انداز کرنے میں نجات کا راز بتایا۔ جین مت کے مذہبی پیشوا ترکِ ذات بلکہ فنائے ذات پر اتنا زور دیتے ہیں کہ کھانے پینے سے بھی دست کش ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ بھوک اور پیاس سے دم توڑ دیتے ہیں۔ ایسی موت کو بڑی شاندار موت کہا جاتا ہے۔" (ضیاء النبی، جلد1، صفحہ208، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

مہاویر نے نروان (نجات) کے حصول کے لئے دو طریقے سلبی اور ایجابی بیان کیے ہیں۔ نروان کے حاصل کرنے کا سلبی طریقہ تو یہ ہے کہ انسان دل سے ہر قسم کی خواہشات اور آرزوئیں نکال دے کیونکہ خواہشات اور تمنائیں ہی مصائب اور رنج کا باعث ہوتی ہیں۔ جب انسان کی خواہش پوری نہیں ہوتی تو وہ غم سے دوچار ہوتا ہے۔ جب خواہش ہی نہ ہوگی تو روح مسرت اور خوشی سے ہمکنار ہوگی اور یہ قلبی مسرت اور راحت ہی

نروان ہے۔ مہاویر کے نزدیک نروان کے حصول کا ایجابی طریقہ یہ ہے کہ انسان کے عقائد، علم اور عمل صحیح اور درست ہوں، انہیں تین رتن کہا جاتا ہے۔

(جین مت میں یہ تصوفانہ نظریات) بھوک، پیاس، سردی، گرمی برداشت کرنا، ننگے بدن، ناپسندیدہ جگہ رہنا، جنسی تقاضوں کو برداشت کرنا، زیادہ چلنا، زمین پر آرام کرنا، بھیک مانگ کر گزارا کرنا، مراقبہ میں یکسوئی حاصل کرنا، جین ولیوں کی خدمت کرنا ہیں۔ (مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، صفحہ 243،255، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور)

بدھ مت تصوف

جین مت کی طرح بدھ مت مذہب بھی ہندوستان میں اس وقت معرض وجود میں آیا جب لوگ روح، موت کے بعد کے حالات، نجات کی راہ، کے بارے میں پریشان تھے۔ اس مذہب کا بانی ''گوتما'' تھا۔ گوتم نے شاہانہ ماحول میں پرورش پائی اپنی رعایا اور معاشرہ کے عام حالات کو دیکھ کر وہ گہری سوچ میں مستغرق ہو جاتا ایک دن پے در پے چند ایسے واقعات پیش آئے جس نے اسے بے چین کر دیا اس روز اس نے پہلے ایک پیر فرتوت کو دیکھا جس کی قوتیں جواب دے گئی تھیں اور بوڑھا دیکھا کہ کمزوریوں اور ناتوانیوں نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے قدم اُٹھا کر چل رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد اس کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو ایک موذی اور انتہائی تکلیف دہ بیماری کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا اور کراہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک مردہ کی لاش اس کے احباب جلانے کے لئے مرگھٹ کی طرف لے جا رہے ہیں اس کے رشتہ دار اور دوسرے دوست سر جھکائے بڑی خاموشی سے چلے جا رہے ہیں ان مناظر کو دیکھنے کے بعد اس کی نظر ایک تارک الدنیا جوگی پر پڑی جو بڑے اطمینان اور سکون سے سڑک پر چلا جا رہا تھا۔ گویا وہ

ہر قسم کے غم واندوہ سے آزاد ہے اس سے بھی وہ بہت متاثر ہوا آخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی شاہانہ شان وشوکت کو اس شاندار اور آرام دہ قصر شاہی کو چھوڑ کر کسی ایسے کامل کی تلاش میں نکلے جو اسے جوگی کی طرح ہر قسم کے متفکرات اور آلام ومصائب سے نجات دلا کر سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دے۔ ایک رات جب کہ اس کی جواں اور خوبرو بیوی اپنے پلنگ پر محوِ خواب تھی اور اس کا کمسن بچہ اس کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا گوتم نے ان دونوں پر شوق بھری نگاہ ڈالی شاہی محل اور شاہانہ زندگی کو الوداع کہتے ہوئے اپنے مقصود کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ اس کے جسم پر قیمتی پوشاک تھی جس میں ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے وہ بھی اتار کر اس نے اپنے باپ کی طرف بھیج دی اور اپنے سر کے بال منڈا دیئے۔ اس نے ایسے رہبرِ کامل کی تلاش میں سالہا سال سیاحت میں گزارے لیکن اسے گوہر مقصود دستیاب نہ ہوا وہ انسانیت کے دکھوں کا نہ سبب معلوم کر سکا اور نہ ان کا علاج دریافت کر سکا۔ اثناء سفر اس نے برہمن فلسفیوں کے حلقہ درس میں بھی شرکت کی اور ان سے فلسفہ کا علم حاصل کیا لیکن بے سود۔ پھر اس نے ریاضت شروع کی اور لگاتار چھ سال تک وہ شدید قسم کی ریاضتیں کرتا رہا یہاں تک کہ وہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بن کر رہ گیا لیکن اس سے بھی مدعا حاصل نہ ہوا۔ آخر اس نے ریاضت کو ترک کر دیا اور غور وفکر کے لئے مراقبہ کرنا شروع کیا وہ ہر وقت مراقبہ میں مشغول رہتا۔ اس کی زندگی کا بہترین اور ناقابلِ فراموش لمحہ طویل انتظار کے بعد اس وقت آیا جب وہ شکستہ دل اور تھکا ماندہ ہو کر بڑ کے ایک بڑے درخت کے نیچے مراقبہ کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ غور وفکر میں کھویا ہوا تھا یک اس کے دل میں روشنی کی ایک لہر دوڑ گئی اس روشنی سے اس کا پردہ راز فاش ہوئے جن کی تلاش میں وہ سالہا سال سے مارا مارا پھر رہا تھا۔

یہ گیان اسے "گیا" کے مقام پر حاصل ہوا "گیا" صوبہ بہار کا ایک شہر ہے اور دریائے گنگا میں آکر ملنے والے ایک چھوٹے دریا "نیر نجارا" کے کنارے پر آباد ہے اس روشنی سے اس نے بدی اور مصیبت کی حقیقت کو سمجھ لیا۔ چار ہفتے مزید اسی مراقبہ میں وہ منہمک رہا۔ بجائے اس کے وہ اس روشنی کے دیدار میں محو رہتا اور اس سے عمر بھر لطف اندوز ہوتا رہتا اس نے یہ مناسب اور مفید سمجھا کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس راستہ کی نشاندہی کرے جس پر چل کر انہیں بھی یہ روشنی نصیب ہو۔ اس واقعہ کے بعد چالیس سال تک تادمِ واپسی وہ اپنے شاگردوں اور چیلوں کو جو حقیقت اس پر منکشف ہوئی تھی اس کی تعلیم دیتا رہا یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں اس نے وفات پائی اس طویل عرصہ میں وہ بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھرتا رہا اور اپنے مشن کی تکمیل میں روز و شب مصروف رہا۔

بدھا نے جو راستہ بتایا اس کے تین مرحلے ہیں:

(1) حسنِ عمل

(2) غور و فکر یا مراقبہ

(3) حکمت

حسنِ عمل سے مراد یہ ہے کہ کسی زندہ چیز کی جان تلف نہ کرے، کذب بیانی سے باز رہے، ایسی چیز نہ لے جو اس کا مالک اسے نہ دے یعنی چوری سے اجتناب کرے، جنسی بدکاری سے مکمل پرہیز کرے اور منشیات کا استعمال کلیۃً چھوڑ دے۔ بدھ دھما جس کو بدھ دھرما بھی کہتے ہیں اس کی یہ اساس ہے کہ اس کے بغیر بدھ کا کوئی پیروکار ترقی نہیں کر سکتا۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ اپنا بیشتر وقت غور و فکر میں گزارے اور مراقبہ میں ایک چیز پر ہی اپنی توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ یہ بدھ دھرما کی نمایاں ترین خصوصیت ہے اس

حسنِ عمل اور مراقبہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ براہِ راست اس حقیقت کا مشاہدہ کرنے لگے جس حقیقت کے بارے میں بدھ نے بتایا۔

بدھ مت میں خدا کا تصور نہیں اور ہندوؤں کے کئی دیوتاؤں کو بھی مانتے ہیں۔ بدھا کی زندگی میں اس کی تعلیمات میں مذہبیت کا کوئی عنصر نہ تھا اس کے مرنے کے بعد ایک صدی یا دو صدیوں کے اندر اندر بدھ مت کے پیروکاروں نے اپنی مخصوص مذہبی رسوم راہبانہ علامات، مافوق الفطرت عناصر وضع کر لئے رفتہ رفتہ ہندوستان میں بدھ مت راہبوں اور راہبات کے طبقہ کا نام بن گیا اس طبقہ میں ہر کس و ناکس کو شریک نہیں کر لیا جاتا تھا۔ بلکہ داخلہ کے امیدواروں کو پہلے طویل ریاضتیں کرنا پڑتیں۔ تربیت کی تکمیل کے بعد امیدوار اپنا سر منڈوا دیتا، زرد رنگ کا لباس پہنتا اور قسم کھا کر یہ وعدہ کرتا کہ وہ افلاس اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرے گا۔ بدھ راہب موسم برسات کے تین ماہ اپنی اپنی خانقاہوں میں بسر کرتے باقی نو ماہ وہ شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں گھومتے رہتے، لوگوں سے بھیک مانگتے اور اس سے اپنا پیٹ بھرتے۔

(ملخص ضیاء النبی، صفحہ 208، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

مہاتما بدھ کی تعلیم یہ تھی کہ انسان کی روحانی نجات نہ تو خدا کی توفیق سے ہوتی ہے اور نہ اس اسکے بخشش اور کرم کا نتیجہ ہے بلکہ انسان کی اپنی ذاتی جد و جہد ارادی قوت اور اخلاقی کشمکش کا ثمرہ ہے۔ (اسلام اور مذاہب عالم محمد مظہر الدین صدیقی، صفحہ 21)

ایران اور زرتشت کا تصوف

اہل ایران کے عقائد کے بارے میں بریگیڈیئر جنرل سر پرسی سائیکس نے اپنی کتاب ہسٹری آف پرشیا میں لکھا ہے: "آریہ قوم مظاہر پرستی کا شکار تھی روشنی، شفاف

آسمان، آگ، ہوائیں حیات بخش بارشیں ان سب کو مقدس معبودوں کی طرح پرستش کی جاتی تھی۔ جب کہ ظلمت اور قحط سالی کو ملعون دیو تصور کیا جاتا تھا۔ اس مشرکانہ نظام میں آسمانوں کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ سورج کو آسمان کی آنکھ کہا جاتا اور روشنی کو آسمان کا فرزند، آسمانی دیوتا وارونا (Varuna) جسے یونانی یورانس (Ouranos) کہتے تھے۔ اس کو سب سے بڑا خدا کی حیثیت سے پوجا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ متھر (Mithere) جو روشنی کا دیوتا تھا اس کی بھی پوجا کی جاتی وارونا اور متھرا کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں کے دلوں کے حالات اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتے اور پھر وہ دونوں سب کچھ دیکھنے والے ہیں۔ (دی ہسٹری آف پرشیا، جلد 1، صفحہ 100، مطبوعہ لندن)

اس مظاہر پرستی کے دور میں زرتشت کا ظہور ہوا یہ ایران کے قدیم مذہب کا بانی ہے یہ آذربائیجان کے صوبہ کا باشندہ تھا۔ اس کی پیدائش یورومیا (Urumia) جھیل کے مغربی کنارہ پر ایک قصبہ میں ہوئی اس کا نام بھی یورومیا تھا۔ اس کا عہد شباب تنہائی اور خلوت گزینی میں بسر ہوا اس وقت وہ ہمیشہ غور وفکر میں مصروف رہتا اس اثناء میں اسے خواب میں سات مرتبہ بشارتیں ہوئیں جس کی بنا پر اسے یقین ہوگیا کہ اسے خدا نے پیغمبری کے منصب پر فائز کیا ہے اور اس نے اس کا اعلان بھی کردیا۔ اسکی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ وہ اپنے ہمعصر لوگوں کو دوسرے معبودوں کی عبادت سے رہائی دلا کر ایک معبود جسے اس کی زبان میں احورامزدا کہا جاتا تھا اسکی طرف لائے۔ زرزرتشت کے متعلق یہ معلومات کتب میں ملتی ہیں کہ یہ توحید، جنت دوزخ، فرشتوں اور رسولوں کا قائل تھا لیکن اس کے مرنے کے بعد جب سکندر اعظم نے ایران پر حملہ کیا تو زرتشتی کتب میں تحریف ہوگئی جس کی وجہ سے یہ مذہب پھر مختلف مظاہر پرستی کا شکار ہوگیا گھر گھر میں دیوتاؤں کی پوجا شروع

ہوگئی۔ یہ بھی یاد رہے کہ زرتشت کے نام کے صحیح تلفظ کے متعلق گیارہ مختلف رائیں ہیں، اس نام کے معنوں میں بیسوں شبہات ہیں۔ اسی طرح ان کی جائے پیدائش اور وطن کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ انہی اختلافات کی وجہ سے بعض محققین نے زرتشت کا وجود ہی قرار دیا ہے۔ اب زرتشت مذہب میں دو خداؤں کا تصور ہے مفید چیزوں کا خالق "احورامزدا" ہے اور نقصان دہ چیزوں کا خدا "اہرمن" ہے۔

زرتشت مذہب کے درج ذیل بنیادی اصول تھے:

(1) طلب معاش کے لئے جتنے پیشے ہیں ان میں شریفانہ اور معزز پیشہ صرف کھیتی باڑی اور مویشیوں کی پرورش ہے۔

(2) عالم امکان کی یہ ساری تخلیقات اس باہمی آویزش کا نتیجہ ہیں جو روز ازل سے نیکی وبدی کی قوتوں کے درمیان برپا ہے۔

(3) ہوا، پانی، آگ اور مٹی پاک عناصر ہیں انہیں پلید نہیں کرنا چاہئے۔

ان اصولوں کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ زرتشت کے نزدیک سب سے پاکیزہ زندگی یہ ہے کہ انسان اپنی رہائش کے لئے اور اپنے مویشیوں کے لئے مکان تعمیر کرے اس کے پاس کتا بھی ہو بیوی بھی اور بچے بھی۔ وہ بہترین اناج کاشت کرے گھاس اگائے پھلدار درختوں کے باغات لگائے سیم زدہ علاقوں میں پانی خشک کرنے کی تدبیریں کام میں لائے۔

زرتشت نے روزہ رکھنے سے سختی سے منع کردیا کیونکہ اس طرح انسان کمزور ہو جاتا ہے نہ مذہب کا کام کرسکتا ہے نہ دنیا کا۔ رہبانیت کی سخت ممانعت ہے۔ ان کے نزدیک شادی کرنا فرض ہے اور تعدد ازواج کی بھی اجازت ہے۔ جس کے بچے زیادہ ہوں

بادشاہ پر لازم ہے کہ اسے انعامات سے نوازے اور اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ ان کا دوسرا اصول یہ کہ اچھی اور مفید چیزوں کا خالق اھورامزدا ہے جیسے بیل، کتا، مرغ۔ اس کے برعکس مضر اور نقصان دہ چیزوں کی تخلیق کا کام اھرمن کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے درندے، سانپ، مکھیاں، کیڑے مکوڑے وغیرہ ان کو مارنا حتیٰ کہ چیونٹی کو تلف کرنا بھی ضروری کام ہے اور ایسا کرنے والے کو ثواب ملتا ہے کیونکہ یہ چیزیں کسان کے اناج کو کھاتی ہیں یا نقصان پہنچاتی ہیں۔ کتے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اس کو انسان کے برابر رکھا گیا ہے بلکہ بیوی اور بچوں پر بھی اسے فوقیت دی گئی ہے۔ جانوروں میں اور بلاؤ (سگ ماہی، دریائی بلی) کو ان کے نزدیک بڑا تقدس حاصل ہے اس کے مارنے کی سزا دس ہزار کوڑے ہیں۔ اتنی سنگین سزا کسی اور جرم کے لیے مقرر نہیں کی گئی۔

ان کا تیسرا اصول آگ کی تقدیس ہے یہاں تک کہ پروہت پر بھی لازم ہے کہ وہ قربان گاہ پر جب مذہبی رسوم ادا کرنے لگے تو اپنے منہ کو کپڑے سے لپیٹ لے تاکہ اس کے سانس سے آگ آلودہ نہ ہو۔ اور بلاؤ، مٹی اور آگ کی تقدیس و تطہیر کے گیت گانے والی قوم حضرت انسان کو کس حقارت آمیز نظر سے دیکھتی ہے اور اس کو کس ذلت آمیز سلوک کا مستحق قرار دیتی ہے اس کا مطالعہ بھی از حد تعجب خیز ہے۔ ان کے نزدیک جب انسان بیمار ہو جائے تو وہ کسی شفقت اور خصوصی توجہ کا مستحق نہیں رہتا بلکہ وہ قابلِ نفرت ہو جاتا ہے کیونکہ بیماری اس بات کی علامت ہے کہ اس پر بُری قوت نے قابو پا لیا ہے اس لئے اس کے قریبی رشتہ دار بھی اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اسے زندگی کی ضروریات سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ بیمار کے علاج میں تساہل، گائے کے پیشاب سے ناپاک کو پاک کرنے کا طریقہ، اس حیرت انگیز مذہب کے کمزور پہلو ہیں۔

جب کوئی زرتشتی قریب مرگ ہو جاتا ہے تو روٹی کا ایک ٹکڑا اس کے سینے پر رکھ دیتے ہیں اور ایک کتا اس کے قریب لایا جاتا ہے اگر وہ کتا اس روٹی کے ٹکڑے کو کھا لے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ شخص مر گیا ہے۔ مرنے کے بعد اس کے ساتھ جو ذلت آمیز برتاؤ کیا جاتا ہے اس کے بارے میں سن کر انسان سراپا حیرت بن جاتا ہے کہ مرنے والے کے بیٹے، بھائی اور قریبی رشتہ دار اس کی لاش کے ساتھ ایسا ذلت آمیز سلوک کیونکر گوارا کر لیتے ہیں۔ وہ زمین میں دفن بھی نہیں کرتے کیونکہ اس طرح مٹی جو ان کے نزدیک پوتر (پاکیزہ) ہے وہ پلید ہو جاتی ہے۔ اس کو نذر آتش کر کے بھسم بھی نہیں کرتے کیونکہ آگ جو ان کی معبود ہے وہ اس کی آلائشوں سے ناپاک ہو جاتی ہے بلکہ اس کو ایک گہرے کنویں (دخمہ) میں لٹکا دیتے ہیں گوشت خور پرندے، کوے، چیلیں، گدھیں اس پر جھپٹ جھپٹ کر اس کا گوشت نوچ لیتی ہیں۔

(ملخص ضیاء النبی، جلد1، صفحہ 44 مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ، صفحہ 314)

زرتشت مرگ آدمی کے پاس ایک رسم ادا کی جاتی ہے جسے ''سگرید'' کہتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ سفید رنگ کا کتا جس کے بھورے کان ہوں وہ اس قریب مرگ کے پاس لایا جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ کتے کے دیدار سے شیطان اس مرنے والے کی لاش میں گھسنے کی جو کوشش کر رہا ہوتا ہے وہ اس کوشش میں ناکام ہو جاتا ہے۔

(ہسٹری آف پرشیا، صفحہ 103، مطبوعہ لندن)

ایران میں محرمات بیٹی، بہن وغیرہ کے ساتھ شادی کو مذہبی طور پر جائز سمجھا جاتا تھا اور اس قسم کی شادی خویذ وگدس کہلاتی تھی۔ ایرانیوں کے ہاں اس قسم کی شادی کی رسم بہت دیرینہ ہے چنانچہ ان کی کتب میں اس شادی کی بڑی عظمت بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ایسی شادی پر خدا کی رحمت کا سایہ پڑتا ہے اور شیطان اس سے دور رہتا ہے نری برز

مہر مقسر کا یہاں تک دعویٰ ہے کہ یہ شادی کبائر کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

(ایران بعہد ساسانیاں، صفحہ 429، انجمن ترقی اردو، اسلام آباد)

زرتشت نے روحانیت کا درس دیا اور فرد کی اخلاقی ترقی کا ذکر کیا ہے۔ اگلے مذہبی فلسفے میں شخصیت کے باوجود توحید کا عنصر پایا جاتا ہے زرتشت کے فلسفے میں فرد کی مذہبی اور اخلاقی زندگی کا تصور ملتا ہے۔ زرتشت کے بعد متھرا کے سامنے والے روح انسانی کو خدا کا جزو سمجھتے تھے اور ان کے خیال میں عبادت کے ذریعے سے روح اور خدا میں اتحاد ہو سکتا ہے۔ اتحاد کا یہ تصور مابعد کے ایرانی تصوف میں بڑا نمایاں ہے۔ متھرا کے مقلدین عبادت کے ذریعے سے فرد اور خدا کے اتحاد کے قائل تھے۔

زرتشت مذہب میں ایک شخصیت مانی بھی ہے۔ مانی رہبانیت کا قائل تھا اسے صوفی ملحد کا لقب دیا گیا ہے اسکے خیال میں یہ کائنات شر کا مجموعہ ہے اور شر ہی کا نتیجہ ہے۔ اس دنیا پر نور و ظلمت دو قوتوں کی حکمرانی ہے۔ نور کی قوت دس قسم کے تصورات کو متضمن ہے: شرافت، علم، فہم، اسرار، بصیرت، محبت، یقین، ایمان، رحم اور حکمت۔ اس طرح ظلمت بھی پانچ تصورات کو متضمن ہے: تاریکی، حرارت، آتش، حسد اور ظلمت۔

(فلسفہ عجم، صفحہ 35، نفیس اکیڈمی، کراچی)

مانی نے عرفان کو بہت اہمیت دی ہے۔ مانوی عقائد رکھنے والوں کے کئی درجے تھے۔ ان میں سے بارہ کو پیشوا کا مقام حاصل ہوتا ہے بہتر برگزیدہ قرار پاتے تھے اور باقیماندہ کو سامعین کہتے ہیں۔ برگزیدہ یا خواص کو بھی کئی درجوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان میں سب سے اوپر کا درجہ مانی کا تھا۔ مانی کا ایک جانشین ہوتا تھا ہر پیشوا کو بھی اپنا جانشین مقرر کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ مانی کے پیروکاروں کا ہر اتوار کو اجتماع ہوتا تھا۔ ان برگزیدہ ہستیوں کو بہت سی ایسی باتیں ترک کرنا پڑتی تھیں جو دوسرے مانویوں کے لئے جائز تھیں

مثلاً شراب نوشی، جنسی اختلاط، دولت جمع کرنا اور ذاتی ملکیت، برگزیدہ لوگوں سے نیچے والے درجہ سامعین کے لئے یہ باتیں تھیں۔ لیکن ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ بت پرستی ترک کریں اور دوزخ، بخل، لالچ، چوری، آرام کشی، زنا اور الحاد سے اجتناب کریں۔ کاروبار میں سستی کا ثبوت نہ دیں، جادو کا علم سیکھیں اور سکھائیں، دن میں چار یا سات دفع نماز ادا کریں، خیرات بانٹیں اور ہر ماہ سات روزے رکھیں۔

برگزیدہ ہستی کو وفات کے فوراً بعد بہشت کا مستحق تصور کیا جاتا تھا اور سامعین کے لئے تا روز حشر ایک جسم سے دوسرے جسم میں جانے کی مجبوری تھی۔

(مانی اور مانویت، صفحہ 6، مقالہ پشاور یونیورسٹی)

یاد رہے زرتشت کے متعلق یہ معلومات صرف کتابوں میں مذکور ہے حقیقت میں اس کا عقیدہ کیا تھا یہ واضح نہیں اور نہ ہی اس کے نبی ہونے کی کوئی صراحت ملتی ہے۔ اور موجودہ دور میں زرتشت مذہب تحریف کا شکار ہو چکا ہے جس میں دو خداؤں کا تصور موجود ہے۔

چینی تصوف

چین کے قدیم فلسفے میں ہمیں تصوف کے عناصر بکثرت ملتے ہیں۔ بدھ کے تعارف سے انہیں مزید تقویت ملی اور ایک نیا تصوفانہ نظریہ سامنے آیا۔ تاؤ چین کا قدیم مذہب ہے تاؤمت میں ہمیں صوفیانہ فکر ملتی ہے۔ تاؤی کے خیال میں ”صرف وہی شخص جو خواہشات سے ہمیشہ کے لئے خلاصی پا چکا ہو باطنی ماہیتوں کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ شخص جو خواہشات میں ملوث ہے صرف خارجی مظاہر دیکھ سکتا ہے۔“ تاؤی کے نزدیک انسان کو محبت اور شفقت اختیار کرنی چاہئے، اعتدال کا راستہ اپنانا چاہئے اور کسی بھی دنیاوی معاملے

میں حریص نہیں ہونا چاہئے۔" مزید کہا "میرے پاس تین خزانے ہیں اسکو حفاظت سے سنبھال کر رکھو۔ پہلا خزانہ محبت وشفقت کا ہے۔ دوسرا حد سے نہ بڑھنا اور تیسرا دنیا میں کبھی اول ہونے کی خواہش کی کوشش نہ کرنا۔ بہترین آدمی کی مثال پانی کی سی ہے۔ پانی کسی چیز کا مقابلہ نہیں کرتا اور سب کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

تاؤ کہتا ہے عارف اس دنیا میں بڑی سے بڑی احتیاط سے رہتا ہے اور اس کا کام دوسروں کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا ہے۔ اسکا قلب ہر شخص کی ضرورت اور تکلیف سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے اپنی ضرورت کے لئے ہاتھ نہیں پھیلاتا بلکہ خیرات اور بخشش کرتا ہے۔"

چینی تصوف میں یہ نظریہ پایا جاتا ہے کہ مرد کامل وہ ہے جو خوراک انسانی یعنی اناج وغیرہ نہ کھائے بلکہ اسکا کھانا ہوا اور شبنم ہو جیسا کہ تاؤ کے شاگرد جوانگ زی اور لے زی نے انسان کامل کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے اس کی مافوق الفطرت خوبیاں بیان کی ہیں۔ مثلاً ان کی خوراک ہوا اور شبنم ہے۔ وہ ہوا میں اڑتے ہیں اور نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ آگ اور پانی انہیں نقصان نہیں پہنچاتے۔ ان کی دعا سے بیماروں کو شفا ملتی ہے فصلیں ہری ہو جاتی ہیں۔ لے زی کے خیال میں وہ لوگ لافانی ہوتے ہیں انہیں جاندار اور بے جان اشیاء پر قدرت ہوتی ہے۔ وہ زمین و آسمان کو تہ و بالا کر سکتے ہیں اور ان کی ایک نگاہ دل میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔

(تاریخ تصوف، صفحہ 189، 194، 195، 204، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور)

کنفیوشس تصوف

تاؤ کے بعد کنفیوشس کے یہاں بھی مرد کامل کا تصور ملتا ہے۔ کنفیوشس تصوف

نے اخلاقیات پر زور دیا ہے اس لئے اسکا مرد اصلی اخلاقی اقدار کا حامل ہے۔ کنفیوشس نے اپنے افکار میں انسان کو بڑی اہمیت دی ہے وہ کہتا ہے کہ سچائی کی عظمت انسان سے ہے نہ انسان کی عظمت سچائی سے۔ اس کے خیال میں انسان طبعاً نیک ہے وہ مال و دیانت کی بجائے روح پر توجہ دیتا ہے، اپنی کوتاہی کو تسلیم کرتا ہے اور ان کی سزا کو یاد رکھتا ہے، وہ جھگڑا نہیں کرتا، وہ مطمئن اور باوقار ہوتا ہے، غرور نہیں کرتا، مستقل مزاج ہوتا ہے اور دوسروں کی رائے میں فراخ دلی سے کام لیتا ہے وغیرہ۔ کنفیوشس کے خیال میں یہ وہ صفات ہیں جن سے مرد اعلیٰ متصف ہوتا ہے اور انسان اعلیٰ حسب ذیل باتوں کا خیال رکھتا ہے:

(1) اس کی آنکھیں صفائی سے دیکھیں۔

(2) اس کے چہرے سے نشان محبت والفت نمایاں ہو۔

(3) اسکی گفتگو میں خلوص ہو۔

(4) معاملات میں ہوشیاری ہو۔

(5) جن امور میں شک ہو وہ دوسروں سے سوال کرے۔

(6) جب اس کو غصہ آئے تو وہ خیال کرے کہ اس غصہ کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس کے لئے کیا مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

(7) جب وہ نفع حاصل کرنے کا خیال کرے تو سب سے پہلے حق و نیکی کا خیال کرے یعنی نفع اس طرح حاصل کیا جائے کہ حق و نیکی کا پہلو قائم رکھے۔

(مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، صفحہ 322، 323، علم و عرفان پبلشرز، لاہور)

جاپانی تصوف

جاپانی تصوف بدھ مت سے منسلک ہے۔ جس پر کچھ چینی تصوف کے بھی اثرات ہیں۔ جاپانی تصوف میں تزکیہ نفس کے لئے ریاضت اور ترک خواہشات پر عمل کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ جاپانی صوفی فکر میں دھیان اور تفکر پر بہت زور دیتے ہیں۔ جاپانی تصوف میں صوفی ریاضت اور خانقاہی زندگی کو اختیار کرتا ہے اور جس خانقاہ یا سلسلے سے وہ وابستہ ہوتا ہے اس کے رسم ورواج اور آداب کی پابندی کرتا ہے یہ پابندی بڑی سختی سے کی جاتی ہے۔ ان میں نمایاں تصوف صوفی کا لمحہ فکر ہے جسے جاپانی بدھ مت میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جاپانیوں کی اکثریت اس وقت لادین ہو چکی ہے صرف دو فرقے ہیں جو دینی ہیں۔

(Buddhian in Japan; Tokyo)

یونانی تصوف

یونانی فلسفے میں بھی صوفیانہ عناصر ملتے ہیں سقراط سے پہلے غورث کا تصوفانہ نظام ملتا ہے۔ غورث بھی جسم کو روح کا قید خانہ سمجھتا تھا لیکن اسکے خیال میں خودکشی سے آزادی حاصل نہیں کرنی چاہئے کیونکہ انسان خدا کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے مقلدین کو صبح وشام محاسبے کی تلقین کرتا ہے۔ اس نے روح کو صحیح نشوونما پر زور دیا اس لئے ریاضت اور زہد کو ضروری قرار دیا ہے۔ ضبط نفس اور ترک خواہشات کی تلقین کی ہے۔ غورث نے مجاہدے کے کئی اصول وضوابط بھی مقرر کئے ہیں۔ صوفی کو خاموش رہنا چاہئے تا کہ وہ بے ہودہ باتوں سے محفوظ رہ سکے، شادی سے پرہیز کرنا چاہئے یا کثرت مباشرت سے بچنا چاہئے۔ گوشت نہیں کھانا چاہئے۔

(A Critical History of Greek Philosophy, page 32 to 39 ,Macmillan and co

London)

عیسائی تصوف

عیسائیت میں تصوف نے بڑی ترقی کی ہے۔ مسیحی تاریخ تصوف میں پہلا اہم نام کلیمنٹ کا ہے۔ کلیمنٹ کے نزدیک نجات کے لئے مسیح سے اتحاد ضروری ہے اس کی پہلی شرط گناہ کا آلودگیوں سے پاک ہونا ہے اور ایک صحیح عارف وہ ہے جو ہر طرح خدا کی عبادت کرے۔ ذہنی طور پر حکمت کے حصول سے روحانیت پیدا ہوتی ہے، اخلاقی طور پر عدل کی صفت پیدا ہوتی ہے اور جسمانی طور پر نفسانی خواہشات پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا بڑا اہم نام آگسٹائن کا ہے۔ جس کے خیال میں انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کی معراج مشاہدہ حق ہے۔ جس کا وعدہ خدا نے اپنے نیک بندوں سے کیا ہے۔ جب مشاہدہ حق نصیب ہوتا ہے تو اس دنیا کی ہر چیز ہیچ لگتی ہے۔ اس منزل کو حاصل کرنے کے لئے وہ ذکر اور توجہ پر زور دیتا ہے۔ جس کا مفہوم ہے کہ دل سے خدا کے سوا تمام خیالات کو خارج کر دیا جائے۔ (تاریخ تصوف، صفحہ 116۔۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور)

مذہب عیسائیت میں ایک تصوفانہ نظریہ رہبانیت بھی ہے۔ مسیحی رہبانیت کا بانی ان پڑھ نوجوان "انطونی" ہے۔ اس نے دنیا سے منہ موڑا، اپنی تمام ملکیت سے ہاتھ اُٹھایا اور اپنے کنبہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے صحرا میں چلا گیا اور چلہ کشی اور ریاضت شروع کر دی۔ جلد ہی اس کی شہرت تمام مصر میں پھیل گئی اور روحانیت کا سرچشمہ بن گیا۔ اس کی تقلید میں ہزاروں نے رہبانیت کی زندگی اختیار کر لی اور انطونی کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ اس تحریک کو زور پکڑتے دیکھ کر کلیسا نے اس کی حمایت کر دی اور اس تحریک کو منظم خطوط پر چلایا گیا۔ راہبوں نے خانقاہیں بنائیں۔ لیبیا کے صحرا میں راہبوں کی یہ خانقاہیں جاگیروں کی

صورت اختیار کر گئیں۔ دریائے نیل کی وادی تھیس کی چٹانیں ان خانقاہوں سے معمور ہو گئیں جن میں لاکھوں راہب کنارہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ شمالی نیل میں جو پہلی خانقاہ کھولی گئی اس میں چودہ سو راہب تھے اور قلیل عرصہ میں ہی ان کی تعداد پچاس ہزار ہوگئی۔ ان سے تیاگ، جسمانی اذیت، ریاضت اور دنیاوی تعیش اور تنعم سے اجتناب کا عہد لیا جاتا تھا۔ انطونی کے مقلدین چوبیس گھنٹوں میں صرف بارہ اونس غذا کھاتے، گوشت کا استعمال ممنوع تھا۔ جنوبی نیل کے شہروں میں بھی لاکھوں راہب رہتے تھے۔ کیونکہ کلیسا اور خانقاہیں ان کے قیام کے لئے ناکافی تھیں اس لئے وہ شہر کی دیواروں کو بطور خانقاہ استعمال کر لیتے تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ مصر کی نصف سے زیادہ آبادی نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ امیر لوگ اپنے محل ان کی رہائش کے لئے وقف کر دیتے۔ پاکیزگی کی یہ نئی تحریک دلچسپی اور جدت کی خاطر بھی اختیار کی جاتی۔ روسا جب سیاہ کاریوں سے تنگ آجاتے تو سزائے اعمال کے خوف سے رہبانیت کو اختیار کر لیتے تاکہ انہیں موت کے بعد بھی جنت کا لطف اُٹھانے کا موقع مل سکے۔ ان خانقاہوں میں عورتیں اکثر راہبوں کی ہوس کا شکار ہوتیں۔ (مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ، صفحہ 518، علم وعرفان اکیڈمی، لاہور)

یہودی تصوف

یہودیت میں ظاہری رسوم پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ان پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ فیلو وہ پہلا قابلِ ذکر نام ہے، جس نے یہودیت اور یونانی فلسفے کی ترکیب سے اپنا فلسفہ پیش کیا جو افلاطونی روحانی کا حامل ہے اسکے خیال میں انسانی روح خدا تک پہنچ سکتی ہے مگر فکر کے ذریعے سے نہیں بلکہ صوفیانہ باطنی روشنی اور انکشاف کے ذریعے سے جو فکر سے ماوراء ہے۔

(A Critical History of Greek Philosophy,page,372Macmillan and co London)

تاریخ تصوف میں ہے: ''یہودی تصوف اسلام سے نکلا ہے اسلام سے پہلے کسی نمایاں یہودی صوفی کا نام نہیں ملتا ہے۔ اسلام سے قبل یہودی تصوف میں اگرچہ جذب و شوق تو موجود ہے وارفتگی وجنون بھی ملتی ہے لیکن خدا کی ذات سے محبت اور اس سے اتحاد کے تصورات یکسر ناپید ہیں۔'' (تاریخ تصوف، صفحہ 106، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور)

اسلامی تصوف

مذکورہ مذاہب میں موجود تصوف کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کو ترک کیا جائے، مجاہدات کیے جائیں، خواہشات کو فنا کیا جائے، اخلاق اچھے کیے جائیں وغیرہ یہ ایسے اوصاف ہیں جنہیں ہر مذہب میں اچھا سمجھا جاتا ہے۔ صرف ان اوصاف کی بنا پر ہی ان مذاہب کو صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو مثلاً یہود و نصاریٰ کی یہ بات صحیح ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں، کیا اس سے یہودی اور نصرانی سچے ہو سکتے ہیں! رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "الکذوب قد یصدق "یعنی بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ645، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہ اوصاف تصوف کی انتہا نہیں بلکہ یہ روحانیت کی منازل طے کرنے میں مددگار ہیں۔ روحانیت کی انتہا تو یہ ہے کہ بندہ اپنے رب عزوجل کی معرفت ورضا کو پالے جس کے لئے اُس نے اُسے پیدا کیا ہے، جس کی تعلیم اسلامی تصوف دیتا ہے۔ جس مذہب میں خدا کے بارے میں عقیدہ درست نہیں، کسی میں دو خدا ہیں، کسی میں کروڑوں وہ تصوف کی حقیقت کو کیا جانے گا۔ انبیاء علیہم السلام کے بغیر خدا تعالیٰ کی معرفت ناممکن ہے، جن مذاہب میں نبیوں کا تصور نہیں، جنہوں نے ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچانا

کافر ہے وہ معرفت خدا تو کیا معرفتِ حق سے دور ہیں۔ ہندوؤں کی طرح زرتشت اور دیگر مذاہب میں جو خداؤں ونبیوں کا تصور ہے یہ سب فرضی نام ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت ہے۔ جب ہود علیہ السلام کی قوم نے ہود علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اس کے جواب میں حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا ﴿قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: کہا ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری، تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔

(سورۃ الاعراف، سورۃ 7، آیت 71)

اسکی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں: ''ہندوستان کے مشرکوں نے جن بتوں کو گھڑ رکھا ہے۔ مہادیو، گنیش، ہنومان وغیرہ یہ سب فرضی نام ہیں نہ یہ مخلوق کبھی تھی نہ آئندہ ہو سکتی ہے۔ ہنومان کی پیٹھ پر دم، گنیش کے منہ پر سونڈ، کسی کے سر پر سینگ ایسے انسان کبھی ہوئے نہیں صرف فرضی قصے ہیں۔ اب بعض جاہل مسلمانوں کا ان کو ولی یا نبی کہنا نری حماقت ہے۔ ان کی انسانیت بلکہ ان کی ہستی ہی ثابت نہیں پھر ولایت و نبوت کیسی کہ کسی نبی نے اس مخلوق کا ذکر نہ فرمایا ایسے ہی ہندوؤں کے بتوں کرشن، رام چندر وغیرہ کی کسی نبی کسی رسول نے خبر نہ دی لہٰذا ان کا ثبوت نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، صفحہ 192، حاشیہ نمبر 2،3، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

دوسرا یہ کہ یہ تصوف ان کی پرانی کتب میں ملتا ہے بعد والوں نے اس میں کیا

تبدیلیاں کیں اور اس سے کیسے انحراف کیا وہ بھی کتب میں ملتا ہے چنانچہ سوامی دیانند اپنے دور کے ہندو مذہب کے بارے میں لکھتا ہے: ''اب ان خود غرض مذہبی پیشواؤں نے ایسے باطل مذہبوں کی تلقین شروع کی جس سے کوئی بد اخلاقی گناہ نہ رہی۔ زنا کاری کی نہ صرف عام اجازت دے دی گئی بلکہ ایک خاص موقع ''بھرویں چکر'' پر شراب خوری اور زنا کاری مذہبا فرض قرار دے دی گئی اس موقع پر مرد وعورت سب ایک جگہ جمع ہوتے مرد ایک ایک عورت کو مادرزاد برہنہ کر کے پوجا کرتے اور عورتیں کسی مرد کو ننگا کر کے پوجیں۔ اس موقع پر شراب پی جاتی اور بدمست ہو کر کوئی کسی کی عورت کو کوئی اپنی یا کسی دوسرے کی لڑکی، کوئی کسی اور کی یا اپنی ماں، بہن، بہو وغیرہ کو جو وہاں موجود ہوتی پکڑ لیتا اور جس کے ساتھ چاہتا بد فعلی کر سکتا تھا۔ اس مذہبی تقریب کے علاوہ عام طور پر زنا کاری کے لئے ایک خاص فقرہ مقرر کیا گیا جس کو پڑھ کر ہر مرد عورت ''سماگم'' (ہم بستری) کرتے تھے اور ایسی بدکاری میں کسی رشتہ کے لحاظ کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔''

(مسلم ثقافت ہندوستان میں، صفحہ 41، ثقافت اسلامیہ، لاہور)

اسی طرح جب عیسائی تصوف میں رہبانیت ایجاد ہوئی اور لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں بسیرا کرتے، مجاہدے کرتے، ساری زندگی شادی نہ کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ لوگ خلاف فطرت پر چلتے چلتے جب تھک گئے تو کتابوں میں مذکور ہے کہ انہیں جنگلوں میں جہاں نوجوان گھر بار چھوڑ کر آئے ہوئے تھے وہیں عورتیں بھی گھر بار چھوڑ کر آ گئیں ہوئیں تھیں ان کا آپس میں ایسے ملاپ ہوا کہ زنا کی انتہا نہ رہی۔

اسلامی تصوف کی بنیادیں

اسلامی تصوف کی بنیادیں قرآن کی تعلیمات احادیث نبوی صحابہ کرام کی پاک

زندگی، تابعین اور تبع تابعین کی سیرت پاک پر استوار ہوتی ہے اور سچے مسلمان صوفی نہ کبھی حدودِ شرعیہ سے باہر نکلے اور نہ انہوں نے ترکِ دنیا، ترکِ اسباب، رہبانیت، بے عملی، سعی اور کاہلی کی تلقین کی ہے۔

(تاریخ تصوف کا ہندی یونانی اور اسلامی پس منظر، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، اقبال، شمارہ اپریل 1947)

گوتم بدھ کی تعلیم کا مرکزی نقطہ نظر حصولِ نروان (نجات) ہے اسلام بھی نجات کے حصول کی تعلیم دیتا ہے لیکن دونوں مذاہب میں طریقہ حصول میں اختلاف ہے بدھ مت کا طریقہ غیر فطری ہے اور اسلام کا طریقہ عین فطرت کے مطابق ہے۔ بدھ مت کہتا ہے کہ نروان اپنے جذبات کو مٹا دینے اور اپنی خواہشات اور تمام دنیاوی تعلقات کو ترک دینے سے حاصل ہوتا ہے یہ رہبانیت کی تعلیم ہے اسلام میں رہبانیت نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "لا رھبانیة فی الاسلام" یعنی اسلام میں ترک دنیا نہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو جذبات، قویٰ اور استعدادیں عطا کی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرے، بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرے، انسانی معاشرت اور تمدن کے تمام حقوق پورے کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو جذبات اور قویٰ انسان کے اندر امانت کیے ہیں ان کو فنا کرنا خدا کی منشاء کے خلاف ہے، بلکہ ان کا پیدا کرنا عبث اور نقصان دہ ٹھہرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے صفتِ قدوسیت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوائے شہوانی عطا کی ہے تاکہ نسل انسانی کی بقاء اور افزائش کی جائے۔ پس جو مذہب ان جذبات اور قویٰ کو فنا کرنے کی تعلیم دیتا ہے وہ فطری مذہب نہیں ہوسکتا۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے "عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :یا عبد اللہ، ألم أخبر

أنك تصوم النهار، وتقوم الليل؟، فقلت :بلى يا رسول الله قال :فلا تفعل صم وأفطر، وقم ونم، فإن لجسدك عليك حقا، وإن لعينك عليك حقا، وإن لزوجك عليك حقا "یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .فرمایا ایسا مت کرو بلکہ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو، کیونکہ آپ کے جسم کا آپ پر حق ہے آپ کی آنکھ کا بھی آپ پر حق ہے آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ سے ملاقات کرنے والوں کا بھی آپ پر حق ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، جلد3، صفحہ39، دار طوق النجاۃ، مصر)

اس حدیث پاک میں مسلسل روزہ رکھنے اور ہر رات قیام کرنے سے منع کیا کہ اس کی وجہ سے دیگر کام متاثر ہوتے لہٰذا میانہ روی کا درس دیا ہے کہ روزہ بھی رکھو اور کچھ ایام چھوڑ دبھی، رات کو قیام بھی کرو اور اس کے ساتھ ساتھ آرام بھی کرو۔ چنانچہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''آپ نے اس صحابی کو روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی کہ ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کما نہ سکو گے اور بیوی کو منہ نہ لگاؤ گے، ملاقاتی لوگ اور مہمان چاہتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ کھاؤ، پیو، اور رات کو دو گھڑی ان سے بات چیت کرو، تم یہ بھی نہ کرسکو گے ان جملوں سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں۔''

(مراۃ المناجیح، جلد3، صفحہ203، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

اسلامی تصوف اور حقوق

اسلام ہر قسم کے حقوق کا لحاظ رکھنے کو حکم دیتا ہے حقوق بندگی، جسمانی، معاشرتی کے ساتھ بیوی بچوں، ماں باپ کے حقوق پورا کرنا ضروری قرار دیا گیا اور جو اس کو چھوڑ دے وہ گناہ گار ہوگا۔ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت " ترجمہ: آدمی کو گناہ کافی ہے کہ جو اس کے ذمہ ہے اسے ضائع چھوڑے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی صلۃ الرحم، جلد 2، صفحہ 132، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا وہ کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کبھی نہیں لیکن چشم ظاہری کے بجائے چشم باطنی سے اس کو میرے دیدار کی سعادت حاصل ہے اور مجھ تک نہ پہنچنے کی دو وجوہ ہیں: اول غلبہ حال۔ دوم: تعظیم شریعت کیونکہ انکی والدہ مومنہ بھی ہیں اور ضعیف و نابینا بھی۔ اویس شتر بانی کے ذریعہ ان کے لئے معاش کرتا ہے۔'' (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 11، ضیاء القرآن، لاہور)

اگر دل گھر بار چھوڑ کر دور جا کر مجاہدہ کرنے کو کرے تو اس کی بات نہ ماننا بھی مجاہدہ ہے کہ اس میں دل کی نہیں مانی جارہی ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں '': والدین کی خدمت بچوں کی تربیت یہ بھی عین کار دین و رضائے رب العالمین ہے۔ ریاضت و مجاہدہ نام کاہے کا ہے اسی کا کہ رضائے الٰہی عزوجل میں اپنی خواہش کے خلاف کرنا۔ خدمت والدین و تربیت اولاد رضائے رب العزت ہے اور اب کہ آپ کی طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے رضائے الٰہی عزوجل کے لئے اس کا خلاف کیجئے یہی ریاضت

ہوگی۔ تعلقات سے نفرت ومحمود ہوتی ہے جس میں حقوق شرعیہ تلف نہ ہوں ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکا ہوتا ہے کہ اپنی تن آسانی کیلئے شرعی تکالیف سے بچنا چاہتا ہے اور اسے دنیا سے جدائی کے پیرایہ میں آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 25، صفحہ 469، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جن صوفیا کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے دنیا کو ترک کیا انکی دو توجیہ ہیں ایک یہ کہ انکے ذمہ کسی کے حقوق نہ تھے دوسرا یہ کہ وہ جنگلوں میں جا کر عبادات بھی کرتے تھے لیکن گھر والوں کے ساتھ بھی رابطہ تھا چند دنوں بعد گھر چلے جایا کرتے تھے اور ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کر دیا کرتے تھے جیسے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں عبادت کے لئے جاتے تھے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی حقوق پورے کرتے تھے۔ موجودہ دور میں اگر کوئی تبلیغ دین کے لئے گھر بار چھوڑے تو اس کے لئے بھی یہ دو صورتیں ہیں اگر گھر والوں کا ذمہ نہیں یا ہے مگر اس کا کوئی انتظام کر دیا ہے اور وقفہ وقفہ سے ملتا رہے گا یا چند دنوں کے لئے جارہا ہے تو یہ بھی سنت انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ ہے۔

دنیا کو ترک کر دینا ہی تصوف نہیں بلکہ صوفیا کا یہ نظریہ ہے کہ دنیا میں رہو دنیا تم میں نہ رہے کہ دنیا اگر تم ہوگی تو منزل پر نہ پہنچ سکو گے جیسے کشتی اگر پانی پر ہو تو پانی کو چیرتے ہوئے منزل پر پہنچ جاتی ہے اور اگر پانی کشتی میں آجائے تو کشتی ڈوب جاتی ہے۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''گوشہ نشینی درحقیقت بری خصلتوں سے کنارہ کشی کا نام ہے لہٰذا گوشہ نشینی کی تاثیر کی غرض وغایت اپنی صفات کو تبدیل کرنا ہے اپنے وطن سے دوری مقصود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے پوچھا کہ عارف کون ہے؟ تو جواب ملا'' کائن بائن'' مقصد یہ ہے کہ وہ ہے جو مخلوق کے ساتھ ہے مگر اپنے باطن کے اعتبار سے اس سے جدا

ہے۔"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 258، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مخلوق تیرے دل میں بسی ہوئی ہو تو مخلوق سے عزلت نشینی تجھے کیا فائدہ دے گی۔ اگر تو حق تعالیٰ کی محبت کے بغیر تنہائی اختیار کرے گا تو تیرا نفس اور شیطان تیرے ہم نشیں ہوں گے لیکن اگر تیرے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت بسی ہوگی تو تو اپنے بال بچوں اور کنبہ و قبیلہ میں بیٹھا ہوا بھی خلوت نشین ہوگا۔"

(مقالات امینیہ، حصہ چہارم، صفحہ 213، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

اسلامی تصوف میں افراط و تفریط نہیں ہے نہ یہ کہ صرف عبادت کی جائے اور لوگوں سے بولنا چالنا، کھانا پینا، کاروبار کرنا، پہننا سب کچھ چھوڑ دیا جائے اور نہ ہی یہ ہے کہ اس میں گم ہو کر بندہ حق عبدیت کو بھول جائے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں: "زاہدوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو ظاہر و باطن زہد کو عمل میں لاتے ہیں لیکن شیطان ایسے زاہد کو بتلاتا ہے کہ یہ ضرور ہے کہ تو اپنے دوستوں سے اور زوجہ سے اپنا ترک دنیا کرنا ظاہر کر دے۔ داؤد بن ابی ہند رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سال تک روزہ رکھا اور ان کے گھر والوں کو معلوم تک نہ ہوا وہ اپنا کھانا گھر سے لے کر بازار جاتے اور اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ کر دیتے اور بازار والے یہ سمجھتے کہ اپنے گھر سے کھا کر آئے ہوں گے اور گھر والے جانتے کہ انہوں نے بازار لے جا کر کھایا ہوگا۔ مردانِ خدا کا یہی طریقہ تھا۔

بعضے زاہد ہمیشہ چپ رہنے کو لازم کر لیتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ ملنے سے جدا ہو جاتے ہیں گویا اس طرح اپنے قبیح اخلاق سے ان کو ایذا پہنچاتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول بھول جاتے ہیں کہ تجھ پر تیرے اہل کا حق ہے۔ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش طبعی فرماتے اور بچوں کو باتوں سے بہلاتے اور ازواج مطہرات سے دل بہلانے کی باتیں کرتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

ساتھ دوڑتے تھے اور اسی طرح دیگر اخلاق لطیفہ مروی ہیں۔ پھر اس زاہد جاہل کو دیکھو جس نے اپنی زوجہ کو بیوہ کے مانند بنا دیا اور بچوں کو یتیم سا بنا دیا اور برے اخلاق کا برتاؤ کیا اور الگ ہو بیٹھا اور یہ تاویل نکالی کہ ایسے امور اس کو شغل آخرت سے روکنے والے ہیں۔ اور کم علمی سے نہ جانا کہ اہل و عیال کے ساتھ کشادہ روی سے بسر کرنا آخرت کے واسطے معین ہے۔ صحیحین میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو نے کنواری لڑکی سے کیوں شادی نہ کیا جس سے تو کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی۔ اکثر اوقات اس جعلی زاہد پر خشکی غالب ہو جاتی ہے تو زوجہ سے ملنا بالکل ترک کر دیتا ہے جس کا حق فرض تھا گویا کہ نفل کے پیچھے فرض کھو دیتا ہے یہ ثواب کی بات نہیں ہے۔"

(تلبیس ابلیس، صفحہ 251، 248، مکتبہ اسلاب، لاہور)

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: "ہمارے زمانے کے صوفیہ کی تو یہ حالت ہے کہ دو یا تین کپڑے مختلف رنگ کے لے لیتے ہیں اور ان کو پھاڑ کر جوڑتے ہیں لہٰذا ان کے لباس میں دو وصف جمع ہو جاتے ہیں شہوت بھی اور شہرت بھی۔ کیونکہ ایسے پیوند لگے لباس کا پہننا اکثر مخلوق کے نزدیک دیباج سے بھی مرغوب تر ہے اور ایسے لباس والا مشہور ہو جاتا ہے کہ زاہدوں میں سے ہے۔ بھلا کیا تم ان لوگوں کو دیکھتے ہو کہ پیوند لگے کپڑے پہن کر سلف کے مانند ہو جاتے ہیں یہ محض ان کا خیال ہے کیونکہ شیطان نے ان کو فریب دیا ہے اور ان کے کانوں میں پھونک دیا ہے کہ تم صوفیہ ہو اس لئے کہ صوفیہ پیوند لگا لباس پہنا کرتے تھے اور تم بھی وہی پہنتے ہو۔ یہ کم بخت اتنا نہیں جانتے کہ تصوف صورتاً نہیں بلکہ معناً ہوتا ہے اور انکو نہ صورتاً تصوف سے نسبت ہے نہ معناً۔ صورتاً تو اس لئے نہیں کہ پہلے بزرگ ضرورتاً پیوند لگاتے تھے (کہ کپڑے کم تھے) اور (بعض کپڑے ہونے کے باوجود پیوند والے کپڑے اس لئے پہنتے تھے کہ) پیوند لگے لباس سے زینت نہ چاہتے تھے (یعنی دنیا کی زینت سے

منہ موڑتے تھے)۔اور(یہ جعلی صوفیہ)معناً اس لئے صوفی نہیں کہ وہ بزرگوار اہل ریاضت و
اہل زہد تھے۔" (تلبیس ابلیس، صفحہ 291، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

اسلامی تصوف اور نفسانی خواہشات

البتہ اسلامی تصوف یہ ہے کہ نفسانی خواہشات کی کاٹ کی جائے دنیا کی لذیذ
چیزیں ہوں اور دل اسکے طرف مائل بھی ہو لیکن اس لئے چھوڑا جائے کہ نفس کی اتباع نہ ہو
جیسا کہ اولیاء کرام سے ثابت ہے۔جب ولی مجاہدہ و ریاضت سے نفس کی کاٹ کرتا
رہتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ نفس اسکے تابع ہو جاتا ہے۔حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ
اللہ علیہ فرماتے ہیں:"میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی
آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا نفس آئینہ بن گیا۔پھر
پانچ سال مختلف قسم کی عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا۔پھر ایک سال تک جب میں
نے خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا چنانچہ
پھر پانچ سال تک کوشش کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارہ کیا تو
سب کو مردہ دیکھا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہو گیا جس طرح لوگ
نمازِ جنازہ پڑھ کر قیامت تک کے لئے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں۔پھر اس کے بعد مجھے
خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔" (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 97، ضیاء القرآن، لاہور)

انسان کی بعض فرشتوں پر فضیلت اس وجہ سے ہے کہ انسان میں نفسانی
خواہشات ہیں جو اس کو بندگی سے روکتی ہیں اور دنیا کی طرف مائل کرتی ہیں جب انسان
ان کے خلاف چلتا ہے اور عبادت کرتا ہے تو یہ اللہ عزوجل کو بعض فرشتوں سے زیادہ محبوب
بن جاتا ہے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"انسان میں صفتِ ملکوتی و

صفتِ بہیمی وصفتِ شیطانی سب جمع ہیں اگر صفتِ ملکوتی پر عمل کرے ملک سے بہتر اور اگر
دوسری صفت کی طرف گرے بہائم (جانوروں) سے بدتر ہو۔حدیث میں آیا ہے "قال
اللہ تعالیٰ عبدی المومن احب الیّ من بعض ملٰئکتی" ترجمہ:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
میرا بندہ مومن مجھے اپنے بعض ملائکہ سے زیادہ پیارا ہے۔اور کفار کے حق میں فرمایا
﴿اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ﴾ ترجمہ:وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی
زیادہ بہکے ہوئے۔ (القرآن، سورت 7، آیت 179)

اور اس کا کمال انہیں دو صفت کے اجتماع سے کہ جب وہ باوجود موانع کہ صفتِ
بہیمی اسے شہوت کی طرف بلاتی ہے اور صفتِ شیطانی خیرات سے روکتی ہے پھر ان کا کہنا نہ
مانے اور اپنے رب کی عبادت وطاعت میں مصروف ہو تو اس کی بندگی نے وہ کمال پایا جو
عبادتِ ملائکہ کو حاصل نہیں کہ ملائکہ بے مانع و بے مزاحم مصروفِ عبادت ہیں اور یہ ہزار
جالوں میں پھنسا ہوا ان سب سے بچ کر بندگی بجالاتا ہے۔"
(فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ 601، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسلامی تصوف کے مطابق نفس کبھی ختم نہیں البتہ کم کھانے، روزے رکھنے
اور مجاہدات سے کمزور پڑ کر برائیوں کی طرف کم ابھارتا ہے اسی لئے احادیث میں کم کھانے
اور روزے رکھ کر شہوت توڑنے کا کہا گیا ہے۔مفتی محمد امین دامت برکاتہم العالیہ نفس کے
بارے میں لکھتے ہیں:"امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ نعتیہ بردہ شریف
میں نفس کے بارے میں دو باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ نفس دودھ پیتے بچے کی طرح ہے جب
تک بچے کا دودھ نہ چھڑایا جائے وہ دودھ چھوڑتا نہیں اسی طرح جب تک نفس کو برائی سے
روکا نہ جائے یہ برائی سے رکتا نہیں۔دوسرا یہ کہ بالعموم اگر کسی سے اچھائی سے پیش آئیں تو
وہ اس کا بدلہ اچھائی سے دیتا ہے مگر نفس سے حسن سلوک کیا جائے تو یہ اس کا جواب برائی

سے دیتا ہے یعنی اس کی بات توجہ سے سنی جائے تو یہ برا مشورہ دیتا ہے۔

رومی نے ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ کسی پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں واقع تھا ایک دن اس گاؤں کے لوگ کسی کام سے پہاڑ پر گئے تو انہوں نے وہاں برف میں ایک بہت بڑا اژدھا مرا ہوا پایا وہ اسے باندھ کے نیچے گاؤں میں لے آئے۔ اژدھا کو دھوپ کی گرمی پہنچی تو اس نے ہلنے شروع کر دیا اور بالآخر ساری رسیاں توڑ کے آزاد ہو گیا۔ رومی رحمۃ اللہ علیہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ریاضت اور مجاہدہ سے نفس بظاہر تو مردہ ہو جاتا ہے مگر فی الحقیقت مرتا نہیں جب بھی اسے شہوت یا حرص یا خودنمائی کی گرمی پہنچے تو یہ ساری رسیاں توڑ کے دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔

قدیم مذاہب بدھ مت یا عیسائیت وغیرہ کا یہ نظریہ تھا کہ نفس کا مارا جا سکتا ہے اس لئے ان کے ہاں عورت وغیرہ سے مکمل پرہیز کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلام کا نظریہ ہے کہ نفس کو مارا نہیں جا سکتا نہ مرتا ہے البتہ عبادات اور ذکر اذکار نیز روزوں اور ترفیع جذبات کے ذریعہ اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ شیطان انسان کو اس کے نفس ہی کے ذریعے برائی پر آمادہ کرتا ہے اگر نفس ضبط کے تحت آجائے انسان کو غلط پٹی نہ پڑھائے یا انسان نفس کی بات نہ سنے تو پھر شیطان بے بس ہو جاتا ہے۔"

(مقالات امینیہ، حصہ چہارم، صفحہ 194,191 مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

اسلامی تصوف کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے اور قرآن وحدیث میں اتنا تصوف ہے کہ جسے جتنا بیان کیا جائے اتنا کم ہے صرف ایک حدیث جسے امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے پیش کی جاتی ہے۔ جس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے جامع کلمات سے اسلامی تصوف بیان کیا ہے: "سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر

عرض کیا یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں کچھ باتیں آتی ہیں میں نہیں چاہتا کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تذکرہ نہ کرلوں کوئی نیا کام کروں۔ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے جی میں کیا آتا ہے؟ عرض کیا میرے جی میں یہ آتا ہے کہ خصی ہو جاؤں (یعنی شادی کے قابل نہ رہوں شہوت ختم ہو جائے)۔ فرمایا اے عثمان ذرا ٹھہرو سنو میری امت کا خصی ہونا روزہ ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں آتا ہے کہ پہاڑوں میں جا بیٹھوں۔ فرمایا اے عثمان ذرا ٹھہرو سنو میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ مسجدوں میں بیٹھیں اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کریں۔ عرض کیا یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں آتا ہے کہ زمین کی سیاحی (سفر) کروں۔ فرمایا اے عثمان ذرا ٹھہرو سنو میری امت کا سیاحی خدا کی راہ میں جہاد کرنا اور حج وعمرہ ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں آتا ہے کہ اپنے تمام مال سے علیحدہ ہو جاؤں۔ فرمایا اے عثمان ٹھہرو سنو تمہارا ہر روز صدقہ دینا اپنے نفس اور بال بچوں کی پرورش کرنا اور مسکین ویتیم پر رحم کرنا ان کو کھانا کھلانا اس فعل سے افضل ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں آتا ہے کہ اپنی بی بی خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دوں اور چھوڑ دوں۔ فرمایا اے عثمان ذٹھرو سنو میری امت کی ہجرت یہ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے چھوڑ دے یا میری زندگی میں ہجرت کر کے میرے پاس آئے یا میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے یا اپنے مرنے کے بعد ایک یا دو تین یا چار بیبیاں چھوڑ جائے۔ عرض کیا یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں آتا ہے کہ اپنی بی بی سے قربت نہ کروں۔ فرمایا اے عثمان ذرا ٹھہرو سنو مسلمان آدمی جب اپنی منکوحہ سے

قربت کرتا ہے تو اگر بر تقدیر اس صحبت سے لڑکا نہ ہوا تو اس کو بہشت میں ایک کنیز ملے گی اور اگر لڑکا ہوا مگر اس سے پہلے مر گیا تو قیامت کے دن اس کا پیشرو و شفیع ہوگا اور اگر اس کے بعد وہ لڑکا زندہ رہا تو قیامت میں اس کے لئے نور ہوگا۔ عرض کیا یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں آتا ہے کہ گوشت نہ کھاؤں۔ فرمایا اے عثمان ذرا ٹھہرو سنو مجھ کو گوشت مرغوب ہے اور جب ملتا ہے کھاتا ہوں اور اگر میں اپنے پروردگار سے سوال کروں کہ ہر روز مجھ کو گوشت کھلائے تو ضرور کھلایا جائے۔ عرض کیا یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جی میں آتا ہے کہ خوشبو نہ لگاؤں۔ فرمایا اے عثمان ٹھہرو سنو جبرئیل نے مجھ کو گاہے گاہے خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے اور جمعہ کے روز تو اس کا ترک ہی نہیں کرتا۔ اے عثمان میرے طریقہ سے منہ نہ موڑ جو شخص میری سنت سے پھر گیا اور اسی حال میں بغیر توبہ کے مر گیا فرشتے اس کا منہ میرے حوض سے پھیر دیں گے۔"

(تلبیس ابلیس، صفحہ 322، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

غیر مسلم تصوف میں خلافِ عادت امور کی وجہ

دیگر مذاہب کے تصوف میں جو خلافِ عادت کام ان سے سرزد ہوتے ہیں جیسے کشف، کئی کئی روز بھوکے رہنا وغیرہ یہ ان کے حق ہونے پر دلالت نہیں کرتے بلکہ جب دل و دماغ کو دنیا سے ہٹا کر کسی اور طرف لگایا جائے تو کئی خلافِ عادت امور سرزد ہو جاتے ہیں۔ علامہ محمد عبدالعزیز الفرحاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فما لایکون مقرونا بالایمان والعمل الصالح یکون استدراجا سواء صدر عن کافر او عن مومن فاسق و مما یحب ان یعلم ان من واظب علی الریاضات الشاقۃ ظھرت عنہ الخوارق ولو کان کافرا و ھذا امتحان شدید لضعفاء المسلمین و سبب

لضلالھم و سوء اعتقادھم بالشرایع فلحفظ المومن ایمانہ عن ھذا الآفۃ"

ترجمہ: تو جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ منسلک نہ ہو (اس کے ہاتھ سے ہونے والا خلافِ عادت فعل) استدراج ہوگا برابر ہے کہ وہ فعل کافر سے سرزد ہو یا فاسق مومن سے اور یہ جاننا واجب ہے کہ بے شک جو بہت زیادہ ریاضت پر کاربند ہو اس سے خلافِ عادت امور سرزد ہوتے ہیں اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور یہ ان مسلمانوں کے لئے شدید امتحان ہوتا ہے جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور یہ ان کمزور مسلمانوں کے گمراہ ہونے اور دوسرے ادیان پر اچھا اعتقاد رکھنے کا سبب ہوتا ہے لہٰذا مومن اپنے ایمان کی اس آفت سے حفاظت کرے۔

(النبراس شرح عقائد، صفحہ 295، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

بذریعہ علوم

دوسرا یہ کہ بعض ایسے علوم ہوتے ہیں جن سے کافر بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جیسے جادو وغیرہ۔ مفتی احمد یار خان ایک علم جسے مسمریزم کہتے ہیں اس کے بارے میں بتاتے ہیں "مسمریزم والے آنکھوں کی شعاعوں کے ذریعے وزنی چیزیں کھینچ لیتے ہیں، نگاہ سے شیشے توڑ دیتے ہیں۔"

(رسائل نعیمیہ، صفحہ 336، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

شیطانی مکر و فریب

سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ شیطان نے کہا تھا کہ میں لوگوں کو گمراہ کروں گا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بولا اے رب میرے قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا۔

(سورۃ الحجر، سورت 15، آیت 39)

شیطان کو اللہ عزوجل نے بہت طاقت دی ہے یہاں تک کہ جب انسان دل میں
نیک ارادہ کرتا ہے تو شیطان کو علم ہو جاتا ہے اور وہ اس کے خلاف عمل شروع کر دیتا ہے۔
اسکا مقصد قیامت تک لوگوں کو گمراہ کرنا ہے اور وہ ہر کافر اور گمراہ کو وہ یہی یقین دلاتا ہے کہ
وہ حق پر ہے۔ اس بات کا ثبوت قرآن پاک کی آیات سے بھی ثابت ہے چنانچہ قرآن
پاک میں ہے ﴿ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ترجمہ کنز
الایمان: یونہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیے گئے ہیں۔

(پارہ 7، سورۃ الانعام، آیت 122)

﴿ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: لیکن ان کے دل تو سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کام
ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے۔

(پارہ 7، سورۃ الانعام، آیت 43)

﴿ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ
لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا
يَفْتَرُوْنَ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور یوں ہی بہت مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے
اولاد کا قتل بھلا کر دکھایا ہے کہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کر دیں اور اللہ
چاہتا تو ایسا نہ کرتے تو تم انہیں چھوڑ دو وہ ہیں اور ان کے افتراء۔

(پارہ 8، سورۃ الانعام، آیت 137)

بدمت کی طرح اور کفار جس کو کامیابی سمجھتے ہیں وہ کامیابی شیطانی چال ہوتا
ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ان اللہ تعالیٰ قد اقدر ابلیس
کما قال الغزالی و غیرہ علی ان یقیم للمکاشف صورۃ المحل الذی یاخذ
علمہ منہ من سماء او عرش او کرسی اوقلم او لوح فربما ظن المکاشف ان

ذلك العلم عن اللہ عزوجل فاخذا به فضل فاضل فمن هنا اوجبوا علی
المکاشف انه یعرض ما اخذه من العلم من طریق کشفه علی الکتاب و السنة
قبل العمل به فان وافق فذالك والا حرام علیه العمل به " ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ
نے ابلیس کو قدرت دی ہے جیسے امام غزالی اور دوسرے بزرگانِ دین نے تصریح کی ہے کہ
صاحبِ کشف آسمان، عرش، کرسی، لوح، قلم جہاں سے اپنے علوم حاصل کرتا ہے اس مکان
کی ساختہ تصویر (جھوٹی تصویر) اس کے سامنے قائم کر دے (اور حقیقت میں وہ عرش، کرسی
ولوح وقلم نہ ہوں شیطان کا دھوکا ہوں، اب شیطان اس دھوکے سے اپنا علم شیطانی القاء
کرے) اور یہ صاحبِ کشف اسے اللہ عزوجل کی طرف گمان کر کے عمل کر بیٹھے خود بھی گمراہ
ہوا اور اوروں کو بھی گمراہ کرے اسی لئے ائمہ اولیائے کشف والے پر واجب کیا ہے کہ جو علم
بذریعہ کشف حاصل ہوا اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے کتاب وسنت پر عرض کرے اگر
موافق ہو تو بہتر ورنہ اس پر عمل حرام ہے۔

(میزان الکبری للشعرانی، جلد 1، صفحہ 12، مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے فرماتے ہیں: "ابلیس کم علمی کے مطابق انسان
پر قابو پاتا ہے۔ جس قدر انسان کا علم کم ہو گا اسی قدر ابلیس زیادہ قابو پائے گا اور جتنا علم زیادہ
ہو گا اتنا ہی اس کا قابو کم ہو گا۔ شیطان نے ایک کم عقل زاہد کو دھوکا دیا کہ اس کو کرامت کے
مشابہ دکھا دیا حتیٰ کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ مسجد میں آکر فرش کو ہاتھ سے کریدتا تو جو
کنکریاں اس کے ہاتھ میں آتی تھیں تسبیح پڑھا کرتی تھیں اور وہ شخص لوگوں کو گرمی کے
میوے جاڑوں میں کھلایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا آؤ تم کو فرشتے دکھا دوں اور بہت سی چیزیں
دکھاتا تھا شیطان اس شخص کے ساتھ کھیلتا تھا۔"

(تلبیس ابلیس، صفحہ 487، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یاد رکھو کہ جو علم امورِ آخرت کا معاون نہ ہو اس سے جہل بہتر ہے مشہور ہے کہ "علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است" ترجمہ: وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے جہالت ہے۔ بعض مشائخ کبار نے فرمایا ہے کہ شیطان جب اُس جاہل سے ملتا ہے جو علمِ دین نہیں رکھتا اور اس پر غیب کی کوئی چیز منکشف ہوگئی ہے تو وہ اس پر ہنستا اور اُسے خوب خوب ذلیل کرتا ہے اسے عجیب عجیب حرکتیں دکھاتا ہے۔ کبھی گلاب کا بھرا ہوا پیانہ دکھاتا ہے جو حقیقۃً شیطان کا پیشاب ہوتا ہے جو اس پر قطرہ قطرہ گراتا اور اس غریب کو بکثرت مخلوق کے بہکنے کو وسیلہ بنا دیتا ہے۔ پھر اس شیطان کا جاہل کے ساتھ سب سے بڑا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اسے گمراہ کرتا ہے یعنی اسے اچھی اچھی صورتیں دکھاتا اور اس کے دل میں یہ بات پیدا کرتا ہے کہ یہ سب صورتیں اللہ تعالیٰ کی تجلیاں ہیں اور اس پر یقین کر لیتا ہے کہ واقعی وہ صورتیں حق کی تجلیاں ہی ہیں۔ اور یوں وہ گروہِ مجسمہ اور مشبہ میں داخل ہو کر گمراہی کی وادی میں برباد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے علمائے محقق اور مشائخ مدقق کی ہم نشینی سے باز رکھتا ہے جو اسے کھرا کھوٹا بتاتے ہیں۔ اور اس سے کہتا ہے کہ تجھ جیسا دنیا میں کون ہے جس کی طرف تو رجوع کرے اور اس کی اقتدا کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بغیر تیری خواہش کے تجھ پر تجلی ڈالتا ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے خواہشیں کیں مگر اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے جلوہ نہ دکھایا اور تجلی نہ کی تو تو کیوں کسی عالم اور بزرگ کی جانب رجوع کرتا ہے؟ کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تیرے معاملات کو تجھ سے زیادہ دیکھتا اور جانتا اور تجھ سے زیادہ قدرت رکھتا ہے کہ تجھے شیطان کے مکر سے بچالے۔

اور جب یہ جاہل عبادت گزار ان شیطانی وسوسوں کو قبول کر لیتا ہے تو شیطان اس

کا پیر بن جاتا ہے۔ اور اگر کوئی کامل درویش بنظرِ خیر خواہی اسے اس کی گمراہی سے آگاہ کرتا ہے تو یہ اس پر شاق گزرتا اور مخالفت کی ٹھان لیتا ہے۔ فرمانِ الٰہی عزوجل ہے ﴿اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ﴾ ترجمہ: اس کے بڑے بننے نے اسے گناہ پر آمادہ کیا پس کافی ہے اسے دوزخ۔ اور اگر کوئی اس کے مریدوں اور معتقدوں کو اس کی طرف رجوع ہونے سے روکے اور اس کی بیعت و ارادت سے منع کرے تو وہ دشمنی پر اتر آتے ہیں اور کہتے کہ ہمارے پیر کی عزت اور مقبولیت نے اس کی دکان کی رونق ختم کر دی ہے اسی وجہ سے حسد اور عناد میں ایسی باتیں کہتا ہے۔ الغرض اس کے ذریعے سے کثیر مخلوق کو گمراہ کرتا ہے۔

کبھی لوگوں کی نیتوں اور ارادوں سے آگاہی اس کے دل میں ڈال دیتا ہے تاکہ یہ عبادت گزار جاہل ان لوگوں سے اپنی واقفیت کے مطابق معاملہ کرے وہ لوگ اسے روشن ضمیر کہیں، اسکی طرف ہمہ تن متوجہ رہیں اور اسے سچا جانیں۔ بعض مرتبہ غیب کی باتیں اس پر القاء کر دیتا ہے تاکہ یہ پیران امور کو لوگوں کے سامنے پیش کرے اور اتفاق سے وہ واقع ہو بھی جائے تو لوگ اسے صاحبِ کشف کہیں۔ اس کی طرف تقرب اور توجہ زیادہ کریں اور وہ بھی خود کو صاحبِ کشف جانے اور کرشمہ شیطانی اور کشف رحمانی میں فرق نہ کر سکے۔ کبھی تو اپنے کشف کی تعریف میں شعر بھی کہہ دے۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ "ہر کہ او لا کشف خود گوید سخن کشف او را کفش کن بر سر بزن" ترجمہ: جو شخص اپنے کشف کی باتیں بتانے لگے تو اس کے کشف کو کفش (جوتا) بنا کر اس کے سر پر مار دو۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیطان اپنا تخت آسمان اور زمین کے درمیان معلق کرتا، اس پر بیٹھتا اور اس جاہل کو دکھاتا ہے کہ خدا تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما ہے اور تجھ پر تجلی ڈال رہا ہے۔''

(سبع سنابل، صفحہ 368 تا 370، فرید بک سٹال، لاہور)

یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ شیطان اکثر جاہلوں کو اباحت، تجسیم اور حلول کے چکر میں ڈال دیتا ہے۔ اباحت کی آرائش میں تو یوں پھانستا ہے کہ مقصود اصلی اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے اور وہ تجھے حاصل ہو چکا اور تجھ سے تکلیف شرعی ایسے ہی اُٹھ گئی جیسے موت سے۔ اور کبھی ان کے دلوں میں یہ القاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بندگی اور عبادت سے بے نیاز ہے اور تجھ پر تکلیف شرعی اور عبادت گزاری تیرے نفس کی پاکی اور باطن کی صفائی کے لئے فرض کی تھی سو وہ تجھے حاصل ہو چکی اس لئے کہ تو اپنے نور باطن سے روحانیات اور بزم بالا کا مشاہدہ کرتا ہے اور کبھی انہیں گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور ان گناہوں کی چھوٹی روشنیوں کے لباس اور آراستہ صورتوں میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "اذا احب اللہ عبدا لا یضرہ ذنب" ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی کو محبوب بنالیتا ہے تو پھر اسے گناہ ضرر نہیں دیتا۔ اور تجسیم اور تشبیہ کا بیان اوپر گزر چکا یعنی وہی نمائشیں جن کی بنا پر وہ گروہ مجسمہ اور مشبہہ میں ہو جاتا ہے۔ رہا حلول تو وہ اسلام میں جاہل صوفیوں کے واقعات سے پیدا ہوا ہے کہ شیطان نے اس کے دلوں میں غلط باتیں ڈال دی ہیں مثلاً روحانیات اور علویات کی جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ انہیں اپنی باطنی نگاہوں کا تماشا جانتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ باطن میں ہے اور حق کی تجلی ہے اس لئے کہ خارج میں کچھ نہیں اور باطن میں اس کا نفس ہے لہٰذا نفس کا رب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت برتر و بالا ہے لہٰذا نفس کو رب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت برتر و بالا ہے اور کبھی ان سے عادت کے خلاف امور ظاہر کراتا ہے اور القاء کرتا ہے کہ یہ رب کا تصرف ہے جو تیرے باطن میں ہے۔

(سبع سنابل، صفحہ 371، فرید بک سٹال، لاہور)

اولیاء کرام شیطان کے مکروہ فریب سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "محمد بن یحیٰ بن عمرو نے ہم سے بیان کیا کہ مجھ سے زلفی

نے ذکر کیا کہ میں نے رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اے چچی تم لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتی ہو؟ جواب دیا مجھ کو لوگوں سے امید ہی کیا ہے یہی ہے کہ میرے پاس آئیں گے اور پھر مجھ پر ایسی باتیں جوڑ کر بیان کریں گے جو میں نہیں کرتی (یعنی میرے بارے جھوٹی کرامتیں بناتے ہیں) سنتی ہوں لوگ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی جائے نماز کے نیچے سے درہم پاتی ہوں اور میری ہنڈیا بغیر آگ کے پک جاتی ہے۔ زلفی کہتی ہیں میں نے کہا لوگ تو تمہاری نسبت بہت سے باتیں کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رابعہ کو اپنے گھر میں کھانا خود بخود مل جاتا ہے۔ کیا واقعی تم کو ملتا ہے؟ جواب دیا کہ اے بھتیجی اگر مجھ کو میر گھر میں کچھ ملتا بھی تو میں اس کو ہاتھ نہ لگاتی۔ ایک روز جاڑے میں میں نے روزہ رکھا میرے نفس نے کچھ گرم کھانا مانگا جس پر افطار کروں۔ میرے پاس چربی تھی میں نے جی میں کہا کہ اگر اس کے ساتھ پیاز ہوتی تو اس میں ملا لیتی۔ اتنے میں ایک پرندہ آیا اور اس کی چونچ میں سے ایک پیاز گری۔ جب میں نے اسکو دیکھا تو اپنے ارادے سے باز آئی اور ڈری کہ کہیں یہ شیطان کی طرف سے نہ ہو۔

حضرت وہیب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت میں نے سنا کہ لوگ خواب میں دیکھا کرتے تھے کہ وہیب بہشتی ہیں۔ وہیب کو اس کی خبر ہوئی تو بہت روئے اور کہا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ شیطان کا فریب نہ ہو۔

حضرت ابو حفص نیشاپوری کی نسبت سنا ہے کہ ایک روز باہر نکلے اور ان کے ساتھ ان کے سفر کے ہمراہی تھے ایک جگہ بیٹھ رہے اور ان کے گرد ان کے اصحاب تھے ان کو کچھ باتیں سنائیں جس سے ان کے دل خوش ہوئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بارہ سینگاہ پہاڑ سے اترا اور شیخ کے سامنے آبیٹھا شیخ بہت روئے۔ جب کچھ ٹھہرے تو لوگوں نے

عرض کیا اے استاد تم نے ہم کو وعظ سنایا ہم خوش دل ہوئے جب یہ وحشی جانور آ کر تمہارے سامنے بیٹھا تو تم کو بے قرار کیا اور رلا دیا۔ جواب دیا کہ ہاں میں نے اپنے گرد تمہارا مجمع دیکھا اور تمہارے دل خوش ہوئے میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر اس وقت کوئی بکری ہوتی تو اس کو ذبح کرتا اور تمہاری دعوت کرتا یہ خطرہ ہنوز اچھی طرح دل نشین نہ ہوا تھا کہ یہ وحشی جانور آیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ کہیں میں فرعون کی مانند تو نہ ہوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے دریائے نیل کے جاری ہونے کا سوال کیا تھا اللہ عزوجل نے اس کو جاری کر دیا۔ میں نے سوچا کہ میں کیونکر اس بات سے بے خوف ہو سکتا ہوں کہ میرا تمام حصہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دنیا میں عطا فرمائے اور آخرت میں فقیر تہی دست رہ جاؤں۔ اسی خیال نے مجھ کو بے قرار کر دیا۔" (تلبیس ابلیس، صفحہ 491، مکتبہ اسلاف، لاہور)

باب دوم: طریقت

فصلِ اول: طریقت کی تعریف و مفہوم

طریقت طریق سے بنا ہے جس کا مطلب ہے تنگ اور پیچیدہ راستہ ہے۔ طریقت اسرار کے وہ پیچیدہ اور تنگ گلی کوچے ہیں جو واقف کے سوا دوسرا طے نہیں کر سکتا اور اس راہ میں شریعت کی راہنمائی سے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ شریعت کی تعریف میں فرماتے ہیں "الشریعة هی الائتمار بالتزام العبودیة، وقیل الشریعة هی الطریق فی الدین" یعنی شریعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو التزام کے ساتھ عمل میں لانا اور کہا گیا ہے کہ شریعت دین کا راستہ ہے۔ اور طریقت کی تعریف میں فرماتے ہیں "هی السیرة المختصة بالسالکین الی الله تعالی من قطع المنازل والترقی فی المقامات" یعنی طریقت اُن لوگوں کے ساتھ مختص ہے جو اللہ کی طرف چلتے ہیں، منازل طے کرتے ہیں اور مقامات میں ترقی کرتے ہیں۔

(کتاب التعریفات، صفحہ 91،101، دار الکتب العلمیة، بیروت)

قرآن پاک میں ہے ﴿وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے ہم نے آیتیں مفصل بیان کر دیں نصیحت ماننے والوں کے لیے۔ (پارہ 8، سورۃ الانعام، آیت 126)

اسکی تفسیر میں نور العرفان میں ہے: "یعنی قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وہ راستہ ہے جو بلا تکلف رب تک پہنچا دیتا ہے جیسے سیدھا راستہ منزل مقصود تک پہنچا، ہے اس لئے اسے شریعت کہتے ہیں یعنی وسیع اور سیدھا راستہ جس پر ہر شخص آسانی سے چل سکے۔ طریقت بھی رب کا راستہ ہے مگر وہ ایسا تنگ اور پیچ دار ہے جس پر صرف

واقف آدمی چل سکتا ہے۔ شریعت جرنیلی سڑک ہے طریقت گلی کوچے کہ شریعت دیر سے اور طریقت جلد مقصود پر پہنچتی ہے مگر شریعت عام لوگوں کو طریقت خاص کو۔

(نور العرفان، صفحہ 173، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ ظاہر احکام پر عمل کرنا شریعت ہے اور یہ عام لوگوں کے لئے ہے اور شریعت کے باطن پر عمل کرنا طریقت ہے اور یہ خاص لوگوں کے لئے منہاج ہے۔

شریعت اور طریقت

جس طرح سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو شریعت کے احکام سکھائے اسی طرح طریقت کے بھی احکام سکھائے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جیسا کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

(سورۃ البقرۃ، سورت 2، آیت 151)

اس آیت میں آیات کا تلاوت کرنا پہلے ذکر کیا گیا اور تزکیہ کا اس کے بعد کہ جب دل کفر و شرک اور گناہوں سے پاک ہوگا آیات اس پر اثر انداز ہوں گی۔ اگر دل میں کفر و شرک ہو تو ابو جہل و کفار کی طرح جتنی مرضی قرآن کی آیات کو سنا جائے فلاح نہ ملی گی۔ لہٰذا شریعت و طریقت دونوں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ہیں آپ کا قرآنی احکام سنانا شریعت ہے اور دلوں کو پاک کرنا طریقت ہے۔

طریقت شریعت سے جدا نہیں

طریقت شریعت سے جدا نہیں بلکہ طریقت شریعت پر کامل طریقے سے عمل پیرا ہونے میں مدد دیتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مجدد الف ثانی حالات، افکار و خدمات میں لکھتے ہیں: ''متصوفہ میں ایک غلط خیال یہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ شریعت اور طریقت دو جداگانہ حقیقتیں ہیں، اس میں کچھ تصور توحید وجودی سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کو بھی دخل تھا، اس لئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے اس فاش غلطی کا ازالہ کیا اور واضح کیا کہ شریعت اور طریقت ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں چنانچہ سید احمد قادری کے نام ایک مکتوب میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں، حقیقت میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں، ان میں صرف اجمال و تفصیل، استدلال و کشف، غیبت و شہادت اور تعمل اور عدم تعمل کا فرق ہے، وہ احکام و علوم جو شریعت غرا کی روشنی میں ظاہر اور معلوم ہو گئے ہیں، حقیقت حق الیقین کے تحقق کے بعد یہی احکام و علوم بعینہا مفصل طور پر منکشف ہوتے ہیں، غیبت سے شہادت میں آتے ہیں، ارادہ حصول اور فریب عمل درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور حقیقت حق الیقین تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ علوم و معارف شرعیہ سے اس مقام کے علوم و معارف مطابقت رکھتے ہوں، اگر ان دونوں میں بال برابر بھی فرق ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ''حقیقت الحقائق'' تک ابھی رسائی نہیں ہوئی، اس کے برخلاف مشائخ طریقت میں سے جس کسی سے بھی کوئی عمل و علم مخالف شریعت ظہور پذیر ہوا ہے وہ حالت سکر پر مبنی ہے اور سکر صرف اثنائے راہ میں ہوتا ہے منتہیان النہایہ کو تو صحو ہی صحو ہے۔''

(مجدد الف ثانی حالات، افکار و خدمات، صفحہ 98، ادارہ مسعودیہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: ''حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اقطاب اربعہ سے ہیں یعنی ان چہار میں جو تمام اقطاب میں اعلیٰ و ممتاز گنے جاتے ہیں اول حضور پرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوم سید احمد رفاعی، سوم حضرت سید احمد کبیر بدوی، چہارم سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ) فرماتے ہیں "الشريعة هی الشجرة و الحقيقة هی الثمرة" ترجمہ: شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔

(امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں) درخت وثمر کی نسبت بھی وہی بتا رہی ہے کہ درخت قائم ہے تو اصل موجود ہے مگر جو اصل کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم و مردود ہے۔ درخت کٹ جائے تو آئندہ پھل کی امید نہ رہی مگر جو پھل آ چکے ہیں یہاں درخت کٹتے ہی آئے ہوئے پھل بھی فنا ہو جاتے ہیں اور فنا ہوتے ہی پھر بس نہیں بلکہ انسان کا دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بنا کر اس کے منہ میں دیتا ہے اور بیائی حالت سے انہیں ثمر حقیقت جان کر خوش خوش نگلتا ہے۔ جب آنکھ بند ہوگی اس وقت کھلے گا کہ منہ کیا بھرا تھا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ان درختوں میں قریب تر مثال پان اور اسکی بیل کی ہے خوشبو، خوشرنگ، خوش ذائقہ، مفرح، مقوی دل و دماغ، مصفی خون، مطیب وجہ سرخروئی باعثِ زینت اور پھر عجیب خاصہ یہ کہ بیل سوکھے تو اس کے پان جہاں جہاں ہوں معاً سوکھ جائیں گے۔ یہ ایک ادنیٰ مثال شریعت وحقیقت یا اس جاہل کے طور پر شریعت وطریقت کی ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 551، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

طریقت کی بنیاد شریعت کے ادب پر ہے

طریقت کی بنیاد شریعت پر ہے جو ولی شریعت کا ادب نہیں کرتا وہ راہ طریقت پر

نہیں۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا ولی کون ہے؟ انہوں نے فرمایا "الولی هو الصابر تحت الامر و النهی" یعنی ولی وہ ہے جو اللہ کے امر و نہی کے تحت صبر کرے۔ کیونکہ جس کے دل میں جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنی ہی وہ اسکے حکم کی دل سے تعظیم کرے گا اور اس کی مخالفت سے دور رہے گا۔ نیز یہ بھی انہی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں شہر میں اللہ کا ایک ولی رہتا ہے۔ میں اٹھا اور اس کی زیارت کی غرض سے سفر شروع کر دیا جب میں اس کی مسجد کے پاس پہنچا تو وہ مسجد سے نکل رہا تھا میں نے دیکھا کہ منہ کا تھوک فرش مسجد پر گر رہا ہے۔ میں وہیں سے واپس لوٹ پڑا اسے سلام تک نہ کیا۔ میں نے کہا کہ ولی کے لئے شریعت کی پاسداری ضروری ہے تاکہ حق تعالیٰ اس کی ولایت کی حفاظت فرمائے۔ اگر یہ شخص ولی ہوتا تو اپنے منہ کے تھوک سے مسجد کی زمین کو آلودہ نہ کرتا اس کا احترام کرتا۔ اسی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''اے بایزید! جو کام تم نے کیا ہے اسکی برکتیں تم ضرور پاؤ گے۔'' دوسرے دن ہی میں اس درجہ پر فائز ہو گیا جہاں تم سب مجھے دیکھ رہے ہو۔

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اس نے مسجد میں پہلے بایاں قدم رکھا۔ انہوں نے حکم دیا ''اسے نکال دو جو شخص دوست کے گھر میں داخل ہونے کا سلیقہ نہیں رکھتا اور بایاں قدم رکھتا ہے وہ ہماری مجلس کے لائق نہیں ہے۔''

(حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ''ملحدوں کی ایک جماعت اس بزرگ کے ساتھ تعلق کا اظہار کرتی ہے۔ وہ ملحدین کہتے ہیں کہ خدمت یعنی عبادات اتنی ہی کرنی چاہئے جس سے بندہ ولی بن جائے۔ جب ولی ہو جائے تو خدمت وعبادت ختم۔ یہ

کھلی گمراہی ہے کیونکہ راہِ حق میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں خدمت وعبادت کے ارکان میں سے کوئی رکن ساقط ہو جائے۔'' (کشف المحجوب، صفحہ 318، شبیر برادرز، لاہور)

شریعت کا درجہ بڑا ہے یا طریقت کا؟

اگر پوچھا جائے کہ شریعت اور طریقت میں سے بڑا درجہ کس کا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ شریعت کا، کیونکہ طریقت خود شریعت کے تابع ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ شریعت سے اوپر عمل واجر میں طریقت کا درجہ ہے اور طریقت سے اوپر حقیقت کا درجہ ہے۔ اگر کوئی حقیقت سے نیچے آجائے تو وہ حقیقت سے نچلے درجے طریقت میں آجائے گا۔ اور اگر کوئی طریقت سے نچلے درجے میں آئے تو وہ شریعت کے درجے میں آجائے گا اور اگر کوئی شریعت کی مخالفت کرے تو شریعت سے نیچے جہنم میں جائے گا۔ یعنی شریعت میں فرائض و واجبات ہیں جن کے ترک پر عذاب ہے اور اسکے آگے طریقت وحقیقت ہے، جس کے ترک کرنے پر گرفت نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا تصوف کی پرسش نہ ہوگی، دخولِ جنت اور تقرب محبوب اتباع شریعت سے وابستہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام جو کائنات میں سب سے افضل ہیں انہوں نے شریعت ہی کی طرف دعوت دی ہے اور نجات اخروی کا مدار بھی اسی پر ہے۔ ان اکابر کی بعثت سے مقصود تبلیغ شریعت ہے۔ پس سب سے بڑھ کر نیکی یہی ہے کہ شریعت کی ترویج میں کوشش کی جائے اور احکام شرعیہ کے کسی حکم کو زندہ کیا جائے خصوصا ایک ایسے دور میں جب کہ شعائر اسلام منہدم ہوگئے ہیں۔''

(دار المعرفت، حصہ 2، مکتوب 48، صفحہ 21، مطبوعہ امرتسر)

فصل دوم: بیعت اور اسکا ثبوت

بیعت بیع (خرید وفروخت) سے ہے۔ جس کا مطلب ہے بک جانا اور اصطلاحی معنی میں بیعت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنا تعلق کسی باعمل نیک پرہیزگار شخص کیساتھ قائم کرلے اور اس کے واسطے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک اس کا سلسلہ متصل ہو جائے۔ بیعت کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی جس کو اللہ جل مجدہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ذکر فرمایا چنانچہ فرمان خداوندی عزوجل ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ (پارہ 26، سورۃ الفتح، آیت 10)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت سنت صحابہ ہے خواہ بیعت اسلام ہو یا بیعت تقویٰ یا بیعت توبہ یا بیعت اعمال وغیرہ۔''

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ اپنی والد سے اور وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں "قال بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة فى العسر واليسر والمنشط والمكره وعلى اثرة علينا وعلى ان لاننازع الامر اهله وعلى ان نقول بالحق اينما كنا لانخاف فى الله لومة لائم"

ترجمہ: عبداللہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشکل اور آسانی میں اور خوشی اور ناخوشی میں اور خود پر ترجیح دیے جانے کی صورت میں، سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی اور اس پر بیعت کی کہ ہم کسی سے اس کے اقتدار

کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ،باب وجوب طاعۃ الأمراء فی غیر معصیۃ، وتحریمہا فی المعصیۃ، جلد3،صفحہ1470،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

بخاری شریف میں ہے "عن جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم علی اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والنصح لکل مسلم "ترجمہ: جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نماز کی پابندی، زکوۃ کی ادائیگی اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولأئمۃ المسلمین وعامتہم،جلد1،صفحہ21،دار طوق النجاۃ،مصر)

موجودہ دور میں بھی جب بیعت کی جاتی ہے تو پیر صاحب اس سے توبہ کروا کر گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد لیتے ہیں۔

بیعت کی ضرورت واہمیت

مرشد یعنی راہنما کی ضرورت شریعت اور طریقت دونوں میں ہے شریعت میں مرشد سے مراد ائمہ وعلماء ہیں اور طریقت میں مرشد سے مراد کامل پیر ہے۔ شریعت کے لئے تو مرشد کا ہونا اور اس سے راہنمائی لینا واجب ہے کہ بغیر اسکے گمراہی ہے اور طریقت میں بغیر مرشد کے راہِ سلوک میں کامیابی ناممکن ہے بلکہ شیطان کے مکروفریب سے بچنا بہت مشکل ہے۔ سیدی اعلیٰحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ''شیخ یعنی مرشد وراہنما وہادی راہِ خدا دو طور پر ہے: عام ہادی کلام اللہ وکلام

ائمہ شریعت وطریقت وکلام علمائے اہل ظاہر و باطن ہے اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلامِ رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ۔ اور خاص یہ کہ زید کسی خاص بندۂ خدا، ہادی مہتدی قابل پیشوائی وہدایت جامع شرائطِ بیعت کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اپنے اقوال وافعال وحرکات وسکنات میں اس کی ہدایات مطابقہ شریعت وطریقت کا پابند رہے۔ شیخ ومرشد بمعنی اول ہر شخص کو ضرور اور ایسا بے پیر قطعاً راہِ اسلام سے دور، اس کی عبادت تباہ ومہجور، اور اس سے ابتداءِ بسلام ممنوع ومحظور، اور روزِ قیامت گروہِ شیطان میں محشور، قال تعالیٰ ﴿یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ ترجمہ: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ جب اس شخص نے ائمہ ہدیٰ کو اپنا مرشد وامام نہ مانا تو امامِ ضلالت یعنی شیطان لعین کا مرید ہوا لاجرم روزِ قیامت اسی کے گروہ میں اٹھے گا والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ۔۔۔ سنی صحیح العقیدہ کہ ائمہ ہدیٰ کو مانتا، تقلیدِ ائمہ ضروری جانتا، اولیاء کرام کا سچا معتقد، تمام عقائد میں راہِ حق پر مستقیم، وہ ہرگز بے پیر نہیں وہ چاروں مرشدانِ پاک یعنی کلامِ خدا ورسول وائمہ وعلمائے ظاہر وباطن اس کے پیر ہیں بلکہ اگر اسی حالت پر ہے تو شل اور لاکھوں مسلمانانِ اہلسنت کہ اس کا ہاتھ شریعتِ مطہرہ کے ہاتھ میں ہے اگرچہ بظاہر کسی خاص بندۂ خدا کے دستِ مبارک پر شرفِ بیعت سے مشرف نہ ہوا ہو۔

عہد ما با لبِ شیریں دہناں بست خدائے
ما ہمہ بندہ وایں قوم خداوند انند

ترجمہ: ہمارے عہد کو میٹھے منہ والے لوگوں سے خدا نے باندھ دیا ہے۔ ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ آقا ومولیٰ ہیں۔

شیخ ومرشد بمعنی دوم سے بھی اس شخص کو چارہ نہیں جو سلوک راہِ طریقت چاہے یہ

راہ ایسی نہیں کہ آدمی اپنی رائے سے یا کتابیں دیکھ بھال کر چل سکے اس میں ہر شخص کو نئے مشکلات اپنی اپنی قابلیت وحالات کے لائق پیش آتے ہیں جس کی عقدہ کشائی بے توجہ خاص رہبرِ کامل نہیں ہوسکتی۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 480تا482، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی افریقہ میں ہے:" بے پیر افلاح نہ پائیگا حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں "سمعت کثیر امن المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح" یعنی میں نے بہت اولیائے کرام کو فرماتے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔ سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اسکا امام شیطان ہے۔"

(فتاوی افریقہ، صفحہ 128، نوری کتب خانہ، لاہور)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:" اے میرے مخدوم سب سے بڑا اور اعلیٰ مقصد اللہ جل شانہ تک رسائی ہے لیکن کوئی طالب ابتدائی مرحلہ میں دنیاوی مشاغل کی وجہ سے انتہائی کثافت اور کہتری میں ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ انتہائی پاک اور بلند ذات ہے اس وجہ سے طالب ومطلوب کے درمیان فیض کے حصول و عطا کیلئے کوئی مناسبت نہیں ہے لہذا ضروری ہے راستہ جاننے اور دیکھنے والا مرشد واسطہ بنے (اور یہاں تک فرمایا) ابتدائی اور درمیانے مرحلہ میں پیر کے آئینہ کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتا۔"

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 583 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کی ضرورت کے

بارے میں لکھتے ہیں:" دنیا خصوصا مسلمان ہر آن اولیاء اللہ کے ایسے حاجتمند ہیں جیسے روزی، پانی اور تاروں کی روشنی کے ہم اس کے متعلق چند باتیں عرض کرتے ہیں: ۱۔ اولیاء اللہ دین حق اور صراط مستقیم کی دلیل ہیں جس دین میں ولی ہو وہ برحق ہے جو ملت ولایت سے خالی ہے وہ باطل ہے۔ ہمیشہ ولیوں والا دین اختیار کرو۔ رب فرماتا ہے ﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ترجمہ: سچوں کے ساتھ رہو۔ اور سورۃ فاتحہ میں صراط مستقیم کی علامت یوں بیان فرمائی ہے ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ دیکھ لو مشرکین وکفار میں کوئی ولی نہیں کہ وہ باطل ہیں۔ گذشتہ نبیوں میں اولیاء اللہ ہوئے آصف برخیا، اصحاب کہف، جناب مریم، جریج وغیرہم رحمہم اللہ جن کے قصے کرامات قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور ہیں مگر جب وہ دین منسوخ ہوگئے ان سے ولایت ختم ہوگئی۔ جب جڑ سوکھ جائے تو درخت میں پھل پھول کیسے لگیں؟ اسلام میں سوا مذہب حقہ اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی جڑ تو ہری ہے مگر اس کا فیض صرف ایک ہی شاخ اہل سنت میں آرہا ہے باقی میں فیض نہیں اس میں ولایت کا سبزہ پھل پھول ہیں۔ یہ شاخ جنتی ہے باقی خشک شاخیں دوزخ کا ایندھن ہیں ولایت حقانیت اسلام اور مذہب اہل سنت کی جیتی جاگتی دلیل ہے۔

۲۔ اولیاء اللہ اور ان کی کرامات حضور انور کا زندہ جاوید معجزہ ہیں ان کے کمالات سے کمال مصطفوی کا پتہ لگتا ہے کہ جب اس شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں ہر کمالات ہیں تو حضور انور کے کمالات کے کیا کہنا۔

۳۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو دو قسم کے فیض دیئے ظاہر، باطن۔ ظاہری فیوض علماء دین سے امت تک پہنچ رہے ہیں۔ باطنی فیوض اولیاء اللہ کے

ذریعے۔

۴۔ جیسے دل کا فیض اعضاء بدن تک رگوں کے ذریعے پہنچتا ہے اگر رگیں کٹ جائیں تو موت واقع ہو جاتی ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ساری امت کو بذریعے اولیاء اللہ پہنچتا ہے کہ ولایت درمیان میں نہ ہو تو امت کی روحانی موت واقع ہو جائے۔

۵۔ بجلی کا پاور بنتا ہے پاور ہاؤس میں استعمال ہوتا ہے گھروں دکانوں کارخانوں میں۔ مگر پہنچتا ہے درمیان کے کھمبوں اور تار کے ذریعے۔ ایمان بنتا ہے مدینہ منورہ کے پاور ہاؤس میں ملتا ہے ہم گنہگاروں کو درمیان میں علماء کے کھمبے اولیاء کے تار کے ذریعے۔

۶۔ بجلی کا نور قمقموں سے ملتا ہے حضرات اولیاء فیضان نبوت کے بلب ہیں جو حضور سے چمکتے ہیں اور ہم گنہگاروں کو روشنی دیتے ہیں۔ پھر جس بلب کی جیسی طاقت ویسی اس کی روشنی، جیسا بلب کا رنگ ویسی اس کی روشنی۔ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی اس مرکز کے فیض کے رنگ برنگے مختلف طاقتوں والے بلب ہیں۔ شعر

حرم وطیبہ وبغداد جدھر کیجئے نگاہ — جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

جیسے بجلی کا تار کاٹنے والا حکومت کا مجرم ہے ایسے ہی اولیاء اللہ سے دشمنی کرنے والا حکومت ربانیہ کا مجرم ہے۔

۷۔ زمین کا قرار پہاڑوں سے ہے جنگل میں ہلکے پتے کا قرار کسی مضبوط آڑ سے ہے ورنہ ہوائیں اسے اڑائیں پھریں ایسے ہی ہمارے دلوں کا قرار حضرات اولیاء سے ہے شعر

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے — پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

۸۔ قیامت میں لوگوں کو ان کے امام پیشوا مشائخ کے ذریعہ بلایا جائے گا ﴿یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ ترجمہ: ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔

۹۔ دنیا میں جس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہے۔

(تفسیر نعیمی، جلد 11، صفحہ 395، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

مختصر یہ کہ بیعت اس لئے کی جاتی ہے کہ پیر قرآن وحدیث پر عمل کروانے، شیطان کے مکروہ فریب سے بچانے اور اللہ عزوجل تک پہنچنے میں وسیلہ ہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں: ''اولیاء کی مثال یہ ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کیا کہ دریا عبور کر کے بادشاہ کے پاس پہنچیں۔ بعض نے راستہ معلوم کر لیا اور دریا عبور کر گئے اور بادشاہ کے پاس پہنچ کر اس سے ملاقات کی۔ بعض لوگ مارے مارے پھرتے رہے انہیں راستہ نہ ملا۔ بعض دریا میں ڈوبنے لگے بادشاہ نے ان لوگوں کو جو اس کے پاس پہنچ چکے تھے حکم دیا کہ وہ واپس جائیں اور بھولے بھٹکوں اور ڈوبنے والوں کو بچائیں۔ چنانچہ وہ واپس آئے اور شاہراہ پر کھڑے ہو کر پکارنے لگے اور جو لوگ ان کی آواز سن کر ان کے پاس پہنچ گئے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت میں رہو وہ جب کسی کی طرف نظر کریں تو اس کا دل زندہ کر دیتے ہیں کیونکہ دل صحیح ہو تو نظر بھی صحیح ہوتی ہے۔ دل اسی کا صحیح ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص قرب اور معرفت کی آنکھ سے دیکھے گا اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اگر دل میں قرب الٰہی عزوجل کا بادل ہوگا تو نگاہ بجلی اور وعظ بارش کی مانند ہوگا۔ اس کی زبان ایسا قلم ہوگی جو دلوں پر معرفت کی دوات سے لکھے گی۔ جو شخص امر بجالائے نہی سے بچے اور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرے اسے یہ مقام حاصل ہوگا اور اس کا علم اور قرب اور بڑھے گا۔''

(مقالات امینیہ، حصہ چہارم، صفحہ 168، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

بیعت کے دنیاوی اور اُخروی فوائد

بیعت کی ضرورت نہ صرف دنیا کے لئے کار آمد ہے بلکہ آخرت میں بھی فائدہ بخش ہے۔ دنیا میں یہ فائدہ ہے کہ با اخلاق ہوتا ہے، پیر راہِ سلوک پر چلنے میں راہنمائی کرتا ہے، شیطانی حملوں سے بچاتا اور ایمان سلامت رہتا ہے اور مرید اس ہستی کے سبب گناہوں اور دوسری آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

(پارہ 12، سورۃ الیوسف، آیت 24)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت زلیخا آپ کے درپے ہوئی اس وقت آپ نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انگشت مبارک دندان اقدس کے نیچے دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔“

(خزائن العرفان، صفحہ 835، قدرت اللہ کمپنی، لاہور)

اور آخرت میں مرشد اپنے مریدوں کا شفیع ہوگا۔ سیدی اعلیٰحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ضرورت و اہمیت بیعت و مرشد کے متعلق اپنے رسالہ مبارکہ ”نقاء السلافة فی احکام البیعة والخلافة“ میں فرماتے ہیں: ”قرآن عظیم نے حکم فرمایا ﴿وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ ترجمہ: اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

کی طرف وسیلہ مشائخ کرام، سلسلہ بہ سلسلہ جس طرح اللہ عزوجل تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی ہے یونہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشوار عادی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صاحب شفاعت ہیں اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہونگے اور ان کے حضور علماء و اولیاء اپنے متوسلوں کی شفاعت کریں گے۔ مشائخ کرام دنیا و دین و نزع و قبر و حشر سب حالتوں میں اپنے مریدین کی امداد فرماتے ہیں۔ میزان الشریعہ میں ارشاد فرمایا ”قد ذکرنا فی کتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء والصوفية كلهم يشفعون فی مقلديهم و يلاحظون احدهم عند طلوع روحه و عند سوال منكر و نكير له و عند النشر والحشر والحساب والميزان والصراط ولا يغفلون عنهم فی موقف من المواقف“ ترجمہ تحقیق ہم نے ذکر کیا ہے ”کتاب الاجوبہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ“ میں کہ فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین و مریدین کے نزع کی حالت میں روح کے نکلنے اور منکر نکیر کے سوالات نشر و حشر اور حساب اور میزانِ عدل پر اعمال تلنے اور پل صراط گذرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں اور تمام مواقف میں سے کسی ٹھہرنے کی جگہ سے غافل نہیں ہوتے الخ

اس محتاج بے دست و پا سے بڑھ کر احمق اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں ”استكثروا من الاخوان فان لكل مؤمن شفاعة يوم القيمة رواه ابن النجار فی تاريخه عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه“ ترجمہ: اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ و علاقہ محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی

جے نہ کہ اپنے علاقہ والوں کی سفارش کرے۔ (اس کو ابن النجار نے اپنی تاریخ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)

اور بالفرض معاذ اللہ اور کچھ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک اتصال سلسلہ کی برکت کیا تھوڑی تھی جس کے لئے علماء کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں۔ علماء و اسانید اولیاء کرام کا کیا کہنا خصوصاً سلسلہ عالیہ علیہ حضور پرنور سیدنا غوثِ اعظم قطب عالم جو ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔'' اور فرماتے ہیں: ''اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا۔'' اسی لئے حضور کو پیر دستگیر (ہاتھ پکڑنے والے) فرماتے ہیں: ''مجھے ایک دفتر دیا گیا حدِ نگاہ تک کہ اس میں میرے مریدوں کے نام تھے قیامت تک، اور مجھ سے فرمایا گیا وھبتھم لک یہ سب ہم نے تمہیں دے ڈالے رواھا عنہ الائمۃ الثقات رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بہم امین۔''
(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 424،425، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نقل ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ جو شخص میرا یا میرے فرزندوں کا مرید ہوگا معین الدین جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک وہ جنت میں نہ چلا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ فرزندوں سے مراد آپ کے خلفاء ہیں یا اولاد؟ فرمایا کہ فرزندوں سے مراد قیامت تک ہونے والے (فرزندانِ معنوی) یعنی خلفاء ہیں۔''
(سبع سنابل، صفحہ 436، فرید بک سٹال، لاہور)

موجودہ دور میں بعض ایسے لوگ ہیں جو سنتے ہیں فلاں کا مرید ہونے سے کاروبار میں اضافہ ہو جاتا ہے، اولاد ہو جاتی ہے وغیرہ۔ ایسی سوچ رکھنے والا راہِ سلوک سے ناواقف ہے کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو اگرچہ کامل پیر کی بیعت کے طفیل مل جاتی ہیں لیکن

یہ مقصود نہیں ہوتیں مقصود تو راہِ سلوک پر چلنا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض کسی کی کرامات کو دیکھ اور سن کر مرید ہوتے ہیں کرامت اگرچہ بہت بڑی ایک نعمت ہے لیکن بیعت کی شرائط میں سے نہیں ہے نہ ہی علم والے اس سبب سے مرید ہوتے ہیں۔ کیا اتنا کم ہے کہ ایک ولی کامل کے ساتھ نسبت ہو جائے اس کی دعا میں شامل ہو جائے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خوارق و کرامات مریدوں کے جذب کرنے کے لئے نہیں ہیں مرید روحانی اور باطنی مناسبت سے کھچے چلے آتے ہیں اور جو شخص ان بزرگوں سے نسبت نہیں رکھتا وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے اگرچہ ہزار معجزے اور خوارق و کرامات دیکھے ابوجہل و ابولہب کا حال اس بات کا شاہد ہے۔ مگر یاد رہے کہ دنیا صفر کی طرح خالی ہے صفر اگر اکیلا ہو تو خالی ہے لیکن اگر کسی عدد سے مل جاوے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے۔ ایک کو دس اور دس کو سو بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی دنیا صفر آخرت عدد ہے جب آخرت سے ملے تو اس دس گنا کر دے گی۔ ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ مگر خیال رہے اگر صفر مقتدی کی طرح عدد داہنی کی طرف رہے تو دس گنا کرتا ہے لیکن اگر امام بن کر بائیں طرف رہے تو پھر خالی۔ ایسے ہی اگر آخرت مقصود ہو اور دنیا تابع تو بہار ہے اور اگر دنیا مقصود بن گئی تو بے کار ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، جلد 1، صفحہ 677، اکبراد پبلی کیشنز، لاہور)

بیعت کی شرائط

بیعت کرنے سے قبل دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے ایک یہ کہ پیر زندہ ہو کہ جو دنیا سے پردہ کر گیا اس سے بیعت نہیں ہو سکتی۔ دوسرا یہ کہ پیر مرد ہو کیونکہ عورت مرشد نہیں ہو سکتی۔ اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کا مرد ہونا ضرور ہے۔ لہٰذا اسلاف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی نہ بیعت کیا۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فرماتے ہیں "لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ۔ رواہ الائمۃ احمد و البخاری والترمذی والنسائی عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" ترجمہ: ہرگز وہ قوم فلاح نہ پائے گی جنہوں نے کسی عورت کو والی بنایا۔ اسکو ائمہ کرام امام احمد، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعہ کتاب الاقضیہ میں فرماتے ہیں "قد اجمع اھل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ تعالیٰ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابدا لنقص النساء فی الدرجۃ وان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران واسیۃ امراۃ فرعون فذلک کمال بالنسبۃ للتقوی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویہ" ترجمہ: بے شک اہل کشف نے اجماع کیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کے لئے مرد ہونا شرط قرار دینے پر اور نہیں پہنچی ہم کو خبر کہ سلف صالحین کی عورتوں میں سے کوئی عورت مریدین کی تربیت کرنے کے درپے ہوئی ہو ہمیشہ بوجہ عورتوں کے درجہ میں نقص ہونے کے اگرچہ ان کے بعض میں کمال وارد ہوا ہے جیسے کہ مریم بن عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی پس یہ کمال تقوی اور دین کے لحاظ سے ہے نہ کہ لوگوں کے درمیان حکومت کرنے کی نسبت سے اور ان کو مقامات ولایت میں چلانے کی وجہ سے۔ عورت کی غایت امر یہی ہے کہ وہ عابدہ، زاہدہ ہو جیسا کہ رابعہ عدویہ بصریہ۔"

(فتاوی رضویہ، جلد21، صفحہ494،495، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر جب کسی سے بیعت کرنے لگو تو اُس میں چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے، جن میں سے اگر ایک بھی کم ہوگی اس کا مرید ہونا جائز نہ ہوگا اگر کسی ایسے سے بیعت کی ہو تو اس

بیعت کا توڑنا لازم ہے۔ (1) ایک یہ کہ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ (2) دوسری شرط ضروری علم کا ہونا اس لئے کہ بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ تیسری یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو۔ (4) چوتھی اجازت صحیح متصل ہو (یعنی شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہو بیچ میں منقطع نہ ہو) جیسا کہ اس پر اہل باطن کا اجماع ہے۔

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 492، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں "من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لا یقتدی بہ فی ھذا الامر لان علمنا ھذا مقید بالکتاب والسنۃ" ترجمہ: جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں دربار طریقت اس کی اقتدا نہ کریں اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، جلد1، صفحہ79، دار المعارف، القاہرۃ)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الھواء فلا تغترّوا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود وآداب الشریعۃ" ترجمہ: اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ایسی کرامات اسے دی گئی ہیں کہ ہوا پر چارزانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض وواجب ومکروہ وحرام ومحافظتِ حدود وآدابِ شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، جلد1، صفحہ58، دار المعارف، القاہرۃ)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اذا وجدت فی قلبہ بغض شخص او حبہ فاعرض افعالہ علی الکتب والسنۃ فان کانت محبوبۃ فیھما فاحبہ وان کانت مکروھۃ فاکرھہ لئلا تحبہ بھواک وتبغضہ بھواک قال اللہ ﴿ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ﴾" ترجمہ: جب تو اپنے دل میں کسی کی

دشمنی یا محبت پائے تو اس کے کاموں کو قرآن و حدیث پر پیش کر اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو ان سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت کرتا کہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکا دیگی خدا کی راہ سے۔

(بہجۃ الاسرار، صفحہ 39، مصطفےٰ البابی، مصر)

سبع سنابل میں ہے" چند شرائط می دان کہ بے آں شرائط اصلاً پیری مریدی درست یکے آنکہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد دوم آنکہ پیر ادائے حق شریعت قاصر و متہاون نباشد سوم آنکہ پیر را عقائد درست بود موافق مذھب سنت و جماعت پیری مریدی بے ایں سہ شرائط اصلاً درست نیست" ترجمہ: پیری مریدی چند شرائط پر مبنی ہے جن کے بغیر پیری مریدی صحیح نہیں ان شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ پیر مسلک صحیح رکھتا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ پیر حقوق شرعیہ ادا کرے اور تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقائد مذہب اہلسنت و جماعت کے مطابق ہوں یہ وہ شرطیں ہیں جن کے بغیر پیری و مریدی ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی۔

سبع سنابل میں پیر کی شرائط بیان کرنے کے بعد کہا گیا" مرید کہ پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت باو کند کہ جائز و مستحسن است واگر در پیر از یں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت باو جائز نہ باشد واگر کسے از سبب نادانی باو بیعت کردہ باشد باید کہ ازاد بیعت بگردد" ترجمہ: غرض یہ کہ مرید جب پیر کو ان تینوں شرطوں کا جامع پائے تو اب اس کے ہاتھ پر بیعت کرے کہ جائز و مستحسن ہے اور اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس سے بیعت جائز نہیں بلکہ اگر کسی نے نادانستہ ایسے پیر سے بیعت کر لی تو اس پر اس بیعت کا توڑ دینا واجب ہے۔

(سبع سنابل، صفحہ 39،40، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سبع سنابل کے حوالے سے لکھتے ہیں "پیر عالم باعمل ہونا ضروری ہے شریعت کی مقررہ فرمودہ عبادات و احکام میں وہ تمنی اور سستی دخل نہ دے اب اگر کوئی شخص عبادات (وفرائض و واجبات، سنن و مستحبات، محرمات، مکروہات) سے واقف نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان پر عمل نہ کر سکے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حد شریعت سے گر جائے گا اور اب پیر بننے کا اہل نہ رہے گا۔ اس لئے جو شخص مقام حقیقت سے گرتا ہے شریعت پر ٹھہر جاتا ہے اور جو شخص شریعت سے گرتا ہے وہ گمراہی میں پڑ جاتا ہے اور گمراہ آدمی پیری کے قابل نہیں۔ پھر جو درویش مرجع خلائق ہو اس پر شریعت کے احکام جزئیہ کی احتیاط فرض و لازم ہو جاتی ہے لہذا اس پر فرض ہے کہ کے آداب مستحبات سے بھی کسی ادب و مستحب سے غافل نہ رہے اور اسے فوت نہ ہونے دے کہ یہ چیز مریدوں کی گمراہی کی سند ہو جاتی ہے اور مریدین اسے حجت بنا کر کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے تو یہ کیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گمراہ گمراہ کن بن جاتے ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 567، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بیعت کی شرائط میں ہاتھ میں ہاتھ دینا نہیں بلکہ بیعت میں اصل ارادت قلبی ہے اور اسکا نافذ ہونا ایجاب و قبول پر موقوف ہے۔ لہذا خط، اسپیکر یا لائیو پروگرام کے ذریعے سے بیعت ہو سکتی ہے۔

فصلِ سوم: پیری مریدی کے احکام

پیری مریدی کے کچھ احکام بھی ہیں جن میں بعض سے احکام کا تعلق راہ سلوک کے ساتھ ہے اور بعض کا تعلق پیر کے ساتھ ہے۔ سب سے پہلے مرید یہ جانے کے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس نے بیعت کس وجہ سے کی ہے؟ وہ ہمیشہ ایک بنیادی بات ذہن میں

رکھے کہ مرید ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اب جو مرضی کرتے جائیں پیر بچالے گا ایسی سوچ رکھنے والا مرید جاہل ہے اور اسے سوائے ناکامی و شرمندگی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''نجات کا طریق اور (عذاب الٰہی عزوجل) سے خلاصی کا راستہ، اعتقادی اور عملی طور پر صاحب شریعت علیہ السلام کی متابعت ہے۔ استاد اور پیر کو اس لیے پکڑتے ہیں کہ وہ شریعت کی طرف راہنمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت کے اعتقاد و عمل میں آسانی اور سہولت حاصل ہو، نہ یہ کہ مرید جو چاہیں کریں پیر ان کے لیے ڈھال بن جائیں گے اور عذاب سے بچائیں گے کیونکہ ایسا خیال صرف ایک غلط فہمی اور بے کار آرزو ہے۔ وہاں حشر میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہ کر سکے گا اور جب تک عمل پسندیدہ نہ ہوں گے کوئی اس کی سفارش نہ کرے گا اور عمل پسندیدہ اس وقت ہوں گے جب وہ شریعت کے مطابق ہوں۔ شریعت کی مطابقت کے ہوتے ہوئے اگر کوئی لغزش یا قصور اس سے سرزد ہوگا تو اس کا تدارک شفاعت سے ہوگا۔''

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 61، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

مرید کا خواہشات کو ختم کرنا

دوسرا یہ کہ اس راہ میں مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو ختم کرنے اور ظاہری باطنی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ حضرت سلطان باہو محکم الفقراء میں لکھتے ہیں: ''عارف اور عاشق مرشد وہ ہے کہ باطنی توجہ سے باطنی طالب اللہ کے وجود چار جانوروں کو ذبح کرے یعنی شہوت کا مرغ، زینت کا مور، حرص کا کوا اور خواہش کا کبوتر اور بعد ازاں نظر سے چار چیزیں عطا فرمائے، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، تجلیہ روح، تخلیہ سر پھر ان چار صفتوں سے چار پرندے زندہ کرے۔ نفس دل صاف ہو جاتا ہے اور دل میں روح کی

سی صفت آجاتی ہے اور روح میں سر کی صفت آجاتی ہے۔ اسی کو توحید مطلق کہتے ہیں۔''

(اسرار قادری، صفحہ 84، بابو پبلشرز، گوجرانوالہ)

مرید کا تقویٰ اختیار کرنا

مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ تقویٰ کو اختیار کرے یہ نہ دیکھے کہ فقہی طور پر اس مسئلہ میں رخصت ہے لہٰذا کوئی بات نہیں ایسا کرنے والا راہ سلوک میں صحیح طور پر کامیاب نہ ہو سکے گا۔ یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''جب تو کسی مرید کو دیکھے کہ وہ ان امور پر عمل کر رہا ہے جو شریعت میں رخصت کہلاتے ہیں اور دنیاداری میں پھنسا رہتا ہے تو اس سے (طریقت میں) کچھ بن نہ سکے گا۔''

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 407، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

لہٰذا مرید پیر کے فرمان کو یہ سوچ کر نہ چھوڑ دے کہ یہ کون سا مجھ پر فرض و واجب ہے۔ لہٰذا اگر کسی پیر نے اپنے مریدین کو کسی مستحب عمل کرنے کا کہا اور کوئی مرید وہ عمل نہیں کرتا تو یہ اسکا اور اسکے پیر کا معاملہ ہے دوسرے مریدوں کو نہیں چاہئے کہ اس پر طعن و تشنیع کر کے حرام کا ارتکاب کریں۔

اطاعتِ مرشد

بزرگانِ دین نے بیعت کی چند شرائط رکھی ہیں بیعت کے بعد مرید پیر کی کونسی بات مانے کونسی نہ مانے یہ کسی نے نہیں فرمایا بلکہ بزرگانِ دین کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ بیعت ہونے سے پہلے پیر کی شرائط کے متعلق خوب عقل استعمال کی جائے جب عقل یہ کہہ دے کہ یہ کامل پیر ہے تو مرید ہونے کے بعد یہ جان لے میرا کامل پیر کا مرید ہونا ہی میرے ناقص ہونے کی دلیل ہے اسکے بعد راہِ سلوک میں اپنی عقل کا عمل دخل ختم کر دو۔ پیر کے فرمان پر یہ نہ کہا جائے کہ اگر ایسا کہتے تو زیادہ بہتر ہوتا وغیرہ۔ سیدنا عبادہ بن صامت

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "بایعنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی السمع الطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ ان لاننازع الامر اھلہ "ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی ودشواری ہر خوشی وناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چوں وچرانہ کریں گے۔ شیخ ہادی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ عزوجل کا حکم اور اللہ کے حکم میں مجال دم زدن نہیں۔

(فتاوی افریقہ، صفحہ 140، نوری کتب خانہ، لاہور)

صوفیا فرماتے ہیں کہ مرشد کامل کے کسی حکم یا فعل پر اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی کبھی بھی جرأت نہ کرے۔ کیونکہ مرشد کامل کے ہر ہر حکم میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ مرشد کے حکم پر حتی الامکان فوراً عمل کرنے کی سعی کرے۔

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ذکر جمیل میں ایک حدیث کے تحت اس کے متعلق فرماتے ہیں: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج کو جارہے تھے جب ہم بطن روحاء میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا جو آپ کو طرف آرہی تھی۔ آپ نے اپنی سواری کو روک لیا وہ حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا یہ بچہ ہے۔ جس روز سے پیدا ہوا ہے اس روز سے آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچہ کو پکڑا اور اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا نکل اور دشمن خدا بے شک میں رسول اللہ ہوں۔ (یہ اس لئے فرمایا کہ اس بچہ پر کسی جن کا اثر تھا) پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر کے فرمایا اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج سے فارغ ہو کر اسی

مقام پر واپس پہنچے تو وہی عورت ایک بُھنی ہوئی بکری لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا گوشت مجھے دو! میں نے دیا، پھر فرمایا اس کا دست (ہاتھ) مجھے دو! میں نے دیا، پھر فرمایا اس کا دست مجھے دو! میں نے عرض کی یارسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست تو دو ہی ہوتے ہیں جو میں آپ کو دے چکا۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم چُپ رہتے تو جب تک میں دست مانگتا رہتا تم دیتے رہتے۔ (یعنی بکری کے ہاتھ کا گوشت ختم نہ ہوتے)

اب یہاں خاص طور پر توجہ کی ضرورت ہے کہ یہ کلام کوئی معمولی کلام نہیں ہے بلکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے اور آپ اس امر کی خبر دے رہے ہیں کہ تم اگر تیسری بار بھی دست دینے کا قصد کرتے تو ضرور دیتے اور پھر اس خبر کو بھی قسم کے ساتھ مؤکد فرمایا اور ممکن نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خبر معاذ اللہ عزوجل جھوٹی ہو سکے۔ ویسے یہ بات حیرت انگیز ہے کہ تیسرا دست جو یقیناً معدوم تھا اگر اس کا وجود ہوتا تو کس طرح ہوتا؟ ظاہری اسبابِ تخلیق تو بالکل مفقود ہیں اور پھر جس سے طلب فرمایا اس میں یہ صلاحیت و قدرت نہیں کہ پیدا کر کے دے مگر دیتا ضرور۔ معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور فرمانا ہی اس کے وجود کے لئے کافی تھا۔ ادھر تصور ہوتا اُدھر حق تعالیٰ پیدا فرما دیتا جس طرح جنت میں وجودِ اشیاء کے لئے صرف تصور ہوگا جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَ لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾ ترجمہ: اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو۔

اولیاء اللہ نے یہیں سے یہ بات سلوک میں داخل کر دی کہ مرشد کامل جو کچھ

ارشاد اور امر کرے اس پر بغیر چوں و چرا اس کے عمل کرنا اور نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر آمادگی ظاہر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مرشدِ کامل جو حکم کرے گا خالی از مصلحت و حکمت نہ ہوگا اور جب تک یہ عقیدہ نہ ہو شیخ کامل سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔"

(ذکر جمیل، صفحہ 152، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی عنایت کسی کو کامل پیر مل جائے تو چاہئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالہ کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضا مندی میں اور اپنی بدبختی اس کی نارضامندی میں جانے۔ غرض اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع بنا دے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے "لن یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ" ترجمہ: تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک س کی خواہش اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔

جاننا چاہئے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کی مدِ نظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے۔ حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں نماز فرض و سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔ ملامت و اعتراض اس پر جائز نہیں نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے تو جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے محبّ کی نظروں میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے پھر اعتراض کی کیا مجال۔ کھانے پینے پہننے اور طاعت کے

چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی اقتدا کرنی چاہئے اور نماز کو بھی اسی طرز پر ادا کرنا چاہئے اور فقہ بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھنی چاہئے۔ اور اس کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ جتنا ہو۔ کیونکہ اعتراض سے ماسوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سے بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے (آمین) اور اپنے پیر سے خوارق و کرامت طلب نہ کرے اگرچہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو کیا تم نے نہیں سنا کہ کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو بے توقف عرض کر دے اگر حل نہ ہو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے اور جو واقع ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات تعبیر اسی سے کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کر دے اور صواب و خطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جلا ہے اور بے ضرورت و بے اذن اس سے جدا نہ ہو۔"

(مکتوبات امام ربانی، جلد 1، صفحہ 677، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

منقول ہے کہ حضرت ابوقاسم گرگانی جنوں اور انسانوں کے پیر تھے اور آپ کے ہزار مرید صاحب روزگار تھے۔ اس کے باوجود آپ فرمایا کرتے کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ دنیا میں ہمارا کوئی ایسا مرید ہو کہ ہم اس کی کھال اتار کر اس میں بھس وغیرہ بھر کر دھوپ میں لٹکا دیں تاکہ دنیا والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مریدی کس کا نام ہے۔ ہاں بے شک چونکہ انہوں نے مریدی کی تھی وہ مریدی کی قدر اچھی طرح جانتے تھے۔ تو جب تک ہر مرید کی بچی

عقیدت اپنے مرشد کے تصرف میں اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ وہ اپنی ہر مراد کو فنا کردے، اس کو سچا اور واقعی مرید نہیں کہا جاسکتا۔ اور جب مرید حقیقی بالکلیہ اپنے ارادہ اور اختیار سے خالی رہ جاتا ہے تو معرفت اور سعادت کے کمال کے آخری درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔

(سبع سنابل، صفحہ 110، فرید بک سٹال، لاہور)

پیر کو اولیائے زمانہ پر ترجیح دینا

مرید اپنے پیر کو تمام اولیائے زمانہ (جو اُس وقت زندہ ہوں) سے زیادہ ترجیح دے یہ نہ سوچے کہ فلاں پیر میرے پیر سے زیادہ کامل ہے کہ ایسی سوچ سے مرید کے دل میں پیر کی تعظیم کم ہوجاتی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاوی رضویہ میں المدخل لابن حجاج سے نقل فرماتے ہیں: ''کہ امام علامہ محمد عبدری مکی شہیر بابن الحاج فرماتے ہیں "المرید یعظم شیخه ویؤثره علی غیره ممن هو فی وقته لان النبی صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم یقول من رزق شیء فلیلزمه" ترجمہ: مرید اپنے پیر کی تعظیم کرے اور اسے تمام اولیائے زمانہ پر ترجیح دے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی شئے میں رزق دیا جائے چاہئے کہ اسے لازم پکڑے۔''

اور اسی میں ہے "ان المرید له اتساع فی حسن الظن بهم و فی ارتباطه علی شخص واحد یعول علیه فی اموره ویحذر من تقضی اوقاته لغیر فائدة" ترجمہ: مرید کے لئے وسعت اس میں ہے کہ اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کے ساتھ نیک گمان رکھے اور ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو رہے اور اپنے تمام کاموں میں اس پر اعتماد کرے اور بے فائدہ تضییع اوقات (وقت ضائع کرنے) سے بچے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 478، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پیر کے متعلق اعتقاد درست رکھنا

مرید اپنے پیر کے متعلق اپنا اعتقاد درست رکھے اس کے اقوال وافعال میں شک نہ کرے خاص طور پر یہ دل میں نہ لائے کہ میرے پیر کو مرید بنانے کا بہت شوق ہے، میرا پیر اپنے فضائل لوگوں کو اس لئے سناتا ہے کہ لوگ اسکے مرید ہوجائیں۔ اس قسم کے خیالات بہتان کے ساتھ ساتھ ہلاکت کا سبب ہیں۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "من لم یعتقد لشیخه الکمال لا یفلح علی یدیه ابدا" ترجمہ: جو مرید اپنے شیخ کے کمال کا اعتقاد نہ رکھے وہ مرید اس مرشد کے ہاتھ پر کبھی بھی کامیاب نہ ہوگا۔

(آداب مرشد کامل، صفحہ 53، مکتبۃ المدینہ کراچی)

پیر بیعت مریدوں کی زیادتی کے لئے نہیں کرتا بلکہ دوسروں کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ سبع سنابل میں ہے: ''ایک طالب صادق ایک رات ایک بزرگ پیر کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ کل تمہیں کلاہ دوں گا اور بیعت کروں گا۔ وہ شخص اسی رات مرگیا، اس بزرگ نے بہت افسوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیعت کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اہل معرفت تاخیر گوارا نہیں کرتے۔ برادرم نماز جو افضل العبادات ہے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات برس کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس برس کے ہوجائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھواؤ تاکہ کوئی نماز نہ چھوڑیں۔ لیکن مرید کرنا دودھ پیتے بچوں کا بھی مستحسن ہے۔ ماں باپ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو کسی پیر اور بزرگ کی بیعت میں دے دیں۔''

(سبع سنابل، صفحہ 403، فرید بک سٹال، لاہور)

مرید اپنے پیر کے متعلق سنے کہ لوگ اسے بُرا بھلا کہتے ہیں تو اس وجہ سے اپنی

عقیدت خراب نہ کرے کیونکہ لوگ شروع سے ہی انبیاء علیہم السلام اور علماء و مشائخ کو بُرا بھلا کہتے آئے ہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی شان میں بھی جب بعض لوگوں نے ایسی باتیں کہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں ملفوظات میں فرماتے ہیں: '' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ لوگ مجھے بُرا بھلا نہ کہیں تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یہ تو میرے ساتھ بھی لوگ کرتے ہیں یعنی میرے بندے ہو کر میرا شریک ٹھہراتے ہیں۔

مرید اگر اپنے پیر کو خلاف سنت یا خلاف شرع کام کرتا دیکھے تو اپنا اعتقاد خراب نہ کرے بلکہ یہی سمجھے کہ پیر کی اس میں کچھ حکمت ہوگی جیسے کھڑے ہو کر پانی پینا خلاف سنت ہے اور پیر کھڑے ہو کر پانی پی رہا ہے تو مرید یہی سمجھے کہ آبِ زم زم ہوگا جسے کھڑے ہو کر پی رہا ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی افریقہ میں فرماتے ہیں: '' عوارف شریف میں ارشاد فرمایا: شیخ کے زیرِ حکم ہونا اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ حکم ہونا ہے اور اس بیعت کی سنت کو زندہ کرنا ہے۔ نیز فرمایا: یہ نہیں ہوتا مگر اس مرید کے لئے جس نے اپنی جان کو شیخ کی قید میں کر دیا اور اپنے ارادے سے بالکل باہر آیا اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا۔ پھر فرمایا: پیروں پر اعتراض سے بچے کہ یہ مریدوں کے لئے زہر قاتل ہے کہ کوئی مرید ہوگا جو اپنے دل میں شیخ پر کوئی اعتراض کرے پھر فلاح پائے شیخ کے تصرفات سے جو کچھ اسے صحیح نہ معلوم ہوتا ہو اُن میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات یاد کرے کیونکہ اُن سے وہ باتیں صادر ہوتی تھیں بظاہر جن پر سخت اعتراض تھا (جیسے مسکینوں کی کشتی میں سوراخ کر دینا، بے گناہ بچے کو قتل کر دینا) پھر جب وہ اسکی وجہ بتاتے تھے ظاہر ہو جاتا تھا کہ حق یہی تھا جو انہوں نے کیا۔ یونہی مرید کو یقین رکھنا چاہئے کہ شیخ کا جو فعل مجھے صحیح نہیں معلوم ہوتا شیخ کے پاس اس کی صحت پر دلیل قطعی ہے۔ امام ابو

قشیری فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی کو فرماتے سنا کہ ان سے ان کے شیخ حضرت ابو سہل صعلوکی نے فرمایا جو اپنے پیر سے کسی بات میں کیوں کہے گا کبھی فلاح نہ پائیگا۔''

(فتاوٰی افریقہ، صفحہ 142، نوری کتب خانہ، لاہور)

بیعت کا ٹوٹنا اور قائم رہنا مرید کی ارادت و اعتقاد پر ہوتا ہے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: '' اگر کوئی مرید اپنے شیخ سے عرض کرے کہ میں آپ کا مرید ہوں اور پیر صاحب فرمائیں کہ تو میرا مرید نہیں تو اس حالت میں اس کو مرید ہی تصور کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شیخ اپنے کسی مرید سے کہے تو میرا مرید ہے اور مرید کہے کہ میں آپ کا مرید نہیں تو ایسے شخص کو مرید نہیں سمجھا جائے گا اسلئے کہ ارادت دراصل مرید کا فعل ہے جو شیخ کا کام نہیں۔''

(اخبار الاخیار، صفحہ 161، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

مذکورہ مسئلہ اُس صورت میں ہے جب بیعت ہو چکی ہو کیونکہ بیعت میں ایجاب و قبول ضروری ہے۔ بعد بیعت یہ مرید کے اعتقاد پر موقوف ہے۔ فتاوٰی رضویہ میں ہے '' جہاں ارادت صحیحہ معتبرہ ہو وہاں شک نہیں کہ مرید کا اتنا ہی کہنا کہ میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہو گیا اس کے فسخ بیعت اور عاق ہو جانے کے لئے بس ہے۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد 19، صفحہ 278، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پیر کی کرامت پر شک وشبہ نہ ہونا

جس طرح اپنے مرشد کی ولایت یا کرامت میں شک کرنا ہلاکت ہے اسی طرح دیگر اولیاء کی کرامات پر تنقید و شک کرنا بھی ہلاکت ہے۔ علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ جامع کرامات اولیاء میں لکھتے ہیں: '' آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ وہ معجزات جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے صدق اور دین و نبوت کی صحت کی دلیل کی بناء پر

صادر ہوئے ان کی کئی قسمیں تھیں۔ کچھ تو مشرکوں کے مطالبہ پر صدور پذیر ہوتے مثلاً چاند کا پھٹ جانا، کچھ مسلمانوں کی عرض کرنے پر ظاہر ہوتے مثلاً پانی اور کھانے وغیرہ کا بڑھ جانا اور کچھ کسی کی طلب کے بغیر از خود صدور پذیر ہوئے مثلاً بہت سی غیب کی خبریں وغیرہ۔ چونکہ اولیاء کرام کی کرامات بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منجملہ معجزات ہی ہیں جو بحیثیت نائب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے ان سے ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اولیاء کرام کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی کرامات کا اظہار انہی معجزات کے انداز پر کریں یعنی کچھ تو کافروں کے مطالبہ پر کچھ مسلمانوں کی درخواست پر اور کچھ بلا طلب ظاہر فرمائیں تاکہ مشاہدہ کرنے والوں کو ان سے نفع عظیم ہو خواہ ان کی کرامات کے سر و بھید کو وہ سمجھیں یا نہ سمجھ سکیں۔ اور انہیں کرامات کو دیکھ کر ان کی ایمانی قوت میں اضافہ ہوگا یہ بھی عظیم نفع ہے جسے شرع شریف نے بہت اہمیت دی ہے۔ اگر حکمت، فائدہ اور نفع کرامت میں نہ ہو تو پھر اسکا چھپانا بہتر ہے لیکن نفع تو ضرور ہوتا ہے۔ پھر ہمیں ان اولیاء کرام سے حسن ظن رکھنا چاہئے جن سے وہ صادر ہوتی ہیں کہ وہ اپنی ولایت کی دکان چمکانے کے لئے نہیں ظاہر فرما رہے بلکہ کسی قصد شروع کے لئے کر رہے ہیں خواہ اس کا ہمیں علم نہ ہو۔ بہرحال تقویتِ ایمان اور دین مبین کی صحت کا فائدہ تو ظہور کرامت سے لازماً ہوتا ہے۔

میرے بھائی! ان اولیائے کرام سے آپ ہرگز سوئے ظن نہ رکھیں کہ وہ نفوسِ قدسیہ اپنی ذات کی ولایت ثابت کرنے کے لئے اور عوام میں اعتبار حاصل کرنے کے لئے اظہار کرامات کرتے ہیں وہ ہرگز اس مقصد کے لئے ایسا نہیں کرتے۔ ان عظمائے امت پر آپ یہ اعتراض بھی نہ کریں کہ ان پر کرامات چھپانا واجب تھا پھر انہوں نے کرامات کا

اظہار کر کے برکات سے محرومی کیوں اختیار فرمائی۔ آپ یہ یقین رکھیں کہ ان عالی مقام عارفوں نے صحیح حکمتوں اور پر خلوص نیتوں سے محض رضائے الٰہی عزوجل اور دین مبین کی ضرورت کے لئے اظہار کرامات فرمایا ہے اور وہ اس مسئلہ میں صاحب معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جانشین اور خلفاء ہیں۔ اور اکثر کرامات ان سے از خود صادر نہیں ہو رہی ہیں بلکہ بلا اختیار اللہ کریم ان سے صادر کرا رہا ہے۔ ہماری تو دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں ان کی برکات سے متمتع فرمائے اور ان پر معترض ہونے سے ہمیں بچائے۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے دوست اور ولی ہیں۔ اور اللہ کریم نے حدیث قدسیہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو میری وجہ سے کسی ولی کو اذیت و دکھ پہنچاتا ہے تو میرا اسکے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔“ یعنی میں اسے بتا دیتا ہوں کہ میں بھی اس سے جنگ کرنے والا اور دشمنی رکھنے والا ہوں۔ علمائے امت فرماتے ہیں کہ ڈرانے کا اتنا شدید انداز صرف دو آدمیوں کیلئے اختیار فرمایا۔ ایک اولیاء کرام کو ایذا دینے والا اور دوسرا سود خور۔ ہم دین، دنیا اور آخرت میں اللہ کریم سے عافیت اور معافات کاملہ چاہتے ہیں۔“

(جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 157 تا 159، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

پیر کا فیض دور و نزدیک سب کو پہنچتا ہے

پیر کے جتنے بھی مرید ہوں اور پیر اور مرید میں بظاہر بہت دوری ہو مگر پیر کا فیض تمام مریدین تک پہنچتا ہے لہٰذا مرید کبھی یہ دل میں نہ لائے کہ میرے پیر کے بہت مرید ہیں اور وہ بہت دور ہے اسکا فیض مجھے کیسے ملے گا؟ مرید پیر سے بظاہر کوسوں دور بیٹھا ہے لیکن مرید ہونے کے بعد گناہوں کو چھوڑ دیا، داڑھی رکھ لی، نمازی بن گیا، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا شروع کر دیا بتائیں یہ فیض نہیں تو اور کیا ہے؟ مرید جو بھی نیکی کرتا

ہے، جہاں سے بھی کچھ بھلائی ملتی ہے سب پیر کا فیض ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''تین قلندر نظام الحق والدین محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا خدام کو لانے کو حکم فرمایا۔ خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا ان میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر پھینک دیا اور کہا اچھا کھانا لاؤ۔ حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا خدام کو اس سے اچھا کھانا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم پہلے سے اچھا کھانا لایا انہوں نے پھر پھینک دیا اور اس سے اچھا کھانا مانگا۔ حضرت نے اس سے بھی اچھے کھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستہ میں کھایا یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا۔ راہ میں تین دن فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑ گئے تھے ملا اس کا گوشت کھا کر آئے تھے۔ قلندر حضور کے قدموں پر گرا۔ حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرما دیا۔ اس وقت وہ وجدانی حالت میں یہ کہتا تھا کہ میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی۔ حاضرین نے کہا بے وقوف جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت کا عطا کیا ہوا ہے یہاں تک تو تو بالکل خالی آیا تھا۔ اس نے کہا بیوقوف تم ہو اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے یہ اُسی نظر کا ذریعہ ہے۔ اس پر حضرت نے کہا یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا بھائیو! مرید ہونا اس سے سیکھو۔'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 1، صفحہ 29)

راہِ سلوک پیر کے پاس یا دور ہونے پر موقوف نہیں بلکہ راہِ سلوک میں مرید کی اپنی محنت کا بہت عمل دخل ہوتا ہے ایک مرید پیر کی صحبت میں رہنے کے باوجود بے عمل ہے اس نے پیر کی صحبت سے فائدہ نہ اٹھایا اور ایک مرید کئی میل دور بیٹھ کر باعمل وہ بظاہر صحبت سے

دور ہے لیکن عمل کی وجہ سے پیر کے قریب ہے۔ شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مریدوں کی اپنے مشائخ سے متعلق وہی مثال ہے جیسے کپڑے میں پیوند اور صادق و پختہ کار مرید کی مثال اس پیوند کی طرح جو کپڑے کے دھلنے کے ساتھ خود بھی دھل کر پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو فیض شیخ کو ملتا ہے اس مرید بھی بہرہ ور ہوتا ہے اور جو مرید اپنے شیخ کے حکم پر عمل نہیں کرتا عناداً نہیں بلکہ تکاسلاً و تساہلاً وہ بھی مرید ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سفید کپڑے میں سیاہ پیوند اگرچہ شیخ کا فیض اس کے عاصی مرید پر بھی ہوتا ہے لیکن اس کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا منقاد اور فرمانبردار ہونے کی حیثیت میں ہوتا ہے یہ دولت کوئی معمولی نہیں۔'' (اخبار الاخیار، صفحہ 440، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

باقی یہ دوری بھی ظاہری ہے اللہ عزوجل نے اپنے دشمن شیطان کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ ایک وقت میں ہر بندے کو گمراہ کرنے کی کوشش میں ہے تو اللہ عزوجل نے اپنے پیاروں کو کتنی طاقت دی ہوگی اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے بے شمار مستند کتابوں میں آتا ہے کہ اللہ عزوجل کا ولی ایک وقت میں کئی مقام پر موجود تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں بیٹھے جنگ کو ملاحظہ فرما رہے اور مدینہ سے اپنی آواز کو کئی میل دور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا دیا، اسی طرح کے اور کئی واقعات ہیں اللہ عزوجل کے ولیوں کے لئے دوری و نزدیکی یکساں ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عاد لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشی احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لا

عبدنه "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی میرا اس کے لئے اعلان جنگ ہے اور فرائض سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز مجھے محبوب نہیں جس کے ذریعے بندہ میرا قرب حاصل کرے اور پھر میرا بندہ نوافل کی کثرت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ پس میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے، میں اس کی ٹانگ بن جاتا ہوں جس سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور کسی شی سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، جلد 8، صفحہ 105، دار طوق النجاۃ، مصر)

اس حدیث کی شرح تبیان القرآن میں یوں ہے: "اللہ تعالیٰ بندہ کے کان اور آنکھیں ہو جاتا ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ عام طور پر شارحین اور علماء نے یہ کہا ہے کہ بندہ اپنے کانوں سے وہی سنتا ہے جس کے سننے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اپنی آنکھوں سے وہی دیکھتا ہے جس کے دیکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو بندہ کا سننا، اللہ عزوجل کا سننا اور بندہ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا میں اس کے کان ہو جاتا ہوں اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں بنے گا جب تک کہ اسکا سننا، اسکا دیکھنا، اسکا تصرف کرنا اور اس کا چلنا اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نہ ہو اور جب اللہ اسکا محبوب بنالے گا تو پھر اللہ عزوجل اسکا کان ہو جاتا ہے اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہے کا معنی یہ نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کی بہترین توجیہ امام رازی نے کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں "بندہ جب عبادت پر دوام کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں اور اسکا کان ہو

جاتا ہوں۔ پس جب اللہ عزوجل کا نور اسکے کان ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور سے سن لیتا ہے اور جب اسکا نور جلال اسکا آنکھ ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو دیکھ لیتا ہے اور جب اسکا نور اسکے ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان چیزوں اور قریب و بعید کی چیزوں کے تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی فرائض پر دوام اور نوافل پر پابندی کرنے سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ لیکن بندہ بندہ ہی رہتا ہے خدا نہیں ہو جاتا جیسے آئینہ میں کسی چیز کا عکس ہو تو آئینہ وہ چیز نہیں بن جاتا، اس کی صورت کا مظہر ہو جاتا ہے بلا تشبیہ تمثیل جب بندہ کامل کی اپنی صفات فنا ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔"

(تبیان القرآن، جلد 5، صفحہ 418، فرید بک سٹال، لاہور)

اس اوپر والی حدیث کی وضاحت ترمذی شریف کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله "ترجمہ: مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، ومن سورة الحجر، جلد 5، صفحہ 298، مصطفی البابی، مصر)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ درمنثور میں لکھتے ہیں "عن مجاهد قال تطاول به المقام حتى كان كاطول جبل فى الارض فاذن فيهم بالحج فاسمع من تحت البحور السبع "ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقامِ ابراہیم پر اعلان کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ انہیں لے کر بلند ہونے لگا یہاں تک کہ زمین کے تمام پہاڑوں سے بلند ہو گیا۔ آپ نے اسی بلندی پر سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا جو سات سمندروں کی تہ سے بھی سنا گیا۔

(الدرالمنثور، جلد 6، صفحہ 34، دار الفکر، بیروت)

پیر مرید کے حالات سے باخبر ہوتا ہے

اللہ عزوجل کی عطا سے اولیاء اپنے مریدین کے حالات کے ساتھ ساتھ ایک مقام ومرتبہ سے بھی باخبر ہوتے ہیں۔امام الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''شیخ سری سقطی (میرے شیخ) مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں میں وعظ کیا کرو اور میں لوگوں کے سامنے تقریر کرنے سے ہچکچاتا تھا اور خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ایک جمعہ کی شب میں سویا تھا کہ مجھے خواب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو نصیحت کرو۔ میں بیدار ہوا اور صبح کا انتظار کئے بغیر حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر جا کر دستک دی۔انہوں نے کہا جب تک تم سے خود نہ فرمایا گیا تم نے میرے کہنے کا اعتبار نہیں کیا۔''

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین ،صفحہ 207، رضا پبلیشرز ،لاہور)

گویا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بھی بغیر مرید کے بتائے جان گئے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے مرید کے ہاں کرم فرمایا ہے اور یہ بھی جان گئے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا حکم کیا ہے۔

پیر اللہ عزوجل کی عطا سے اپنے زندوں مریدوں تو کیا جو ابھی دنیا میں آیا ہی نہیں اس سے بھی باخبر ہوسکتا ہے چنانچہ سبع سنابل میں ہے:''سید فتن زید پور کے رہنے والے ایک مردِ صالح و پارسا تھے ان کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔آپ حضرت پیر دستگیر مخدوم شیخ صفی قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر ہوئے نذرانہ پیش کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بچہ عنایت فرمایا ہے اسے کلاہ (ٹوپی) و شجرہ بیعت عنایت کیجئے۔حضرت مخدوم نے جب اپنے نورِ باطن سے جانا کہ سید فتن کے گھر میں پانچ لڑکے پیدا ہوں گے اور آپ کی کو

اپنی زندگی کے متعلق بھی یقین تھا کہ اس وقت تک حیات نہ رہوں گا۔لہٰذا آپ نے پانچ ٹوپیاں اور پانچ شجرے عنایت فرمائے اور فرمایا کہ ہم نے تمہارے پانچوں بیٹوں کو بیعت میں لے لیا۔کچھ عرصہ کے بعد حضرت مخدوم کا وصال ہوگیا اور سید فتن کے گھر میں پانچ لڑکے یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔رسالہ سیر مشائخ میں لکھا ہے کہ خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ ،خواجہ ناصر الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کے پاس آتے اور کہتے ''السلام علیك یا ولی اللہ انت خلیفتی ''ترجمہ:اے اللہ کے ولی تم پر سلام تم میرے خلیفہ ہو۔شیخ محمد کی والدہ دریافت کرتیں کہ اے شیخ آپ نے کسے سلام کیا اور کسے خلافت دی؟ شیخ ابو احمد چشتی کہتے کہ تمہارے پیٹ میں ایک بچہ ہے میں نے اسے سلام کیا اور اسے اپنا خلیفہ بنایا۔شیخ محمد کی والدہ فرماتیں کہ حضرت وہ ابھی پیٹ میں ہے اور معلوم نہیں لڑکا ہے یا لڑکی وہ ابھی آپ کا مرید بھی نہیں ہوا ہے آپ نے اسے خلافت کیسے دے دی؟ شیخ ابو احمد کہتے کہ اے پاک دامن! میں نے تمہارے بیٹے کو ایک بزرگ وار اور پیر نامدار،لوحِ محفوظ میں لکھا دیکھا ہے۔اسکا نام محمد ہے وہ میرا مرید اور خلیفہ ہے۔میں تمہیں بشارت دینے آتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے پیدا ہونے اور ان کے اس دنیا میں آنے سے پہلے بھی بیعت کرنا اور مرید بنانا جائز ہے۔اسی طرح جب آدمی مر جائے تو اس سے پہلے کہ دفن نہ کیا گیا ہو اسے مرید کرنا جائز ہے۔''

(سبع سنابل ،صفحہ 403،فرید بک سٹال ،لاہور)

اللہ عزوجل نے اپنے پیاروں کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ دنیا میں اور دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی دکھیاروں کی حاجت روائی کرسکیں۔ہزاروں کی تعداد میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے امتیوں کی بروقت مشکل کو دور کیا

سیدی و مرشدی امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ نے فیضان
سنت، باب فیضان بسم اللہ میں پانچ حکایات اسی ثبوت میں لکھی ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے صدقہ سے آپ کی امت کے اولیاء کے بھی بے شمار ایسے واقعات مستند
کتابوں میں درج ہیں۔

یاد رہے کہ اولیاء اللہ کا اپنے مریدوں سے باخبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر
وقت اپنے مریدوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

صرف اپنے پیر کا دم بھرنا

جو جس چیز سے محبت کرتا ہے اسکا تذکرہ بھی زیادہ کرتا ہے مرید کا اپنے پیر سے
محبت کرنا طریقت کی شرائط میں سے ہے کیونکہ محبت عیوب کی طرف نظر نہیں کرتی بلکہ
اچھائیاں دیکھتی ہے۔ مرشدی امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ
نے ایک مرتبہ فرمایا جس سے محبت ہو اسکے پسینے سے بھی خوشبو آتی ہے اور جس سے نفرت ہو
اسکی خوشبو سے بھی بدبو آتی ہے۔ جب مرید کو اپنے پیر کی ہر ادا اچھی لگی وہ مرید سمجھ جائے کہ
اس میں کامل مرید کی صفات میں سے ایک صفت مل گئی ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ
اللہ علیہ کے پاس ایک شخص برسوں صحبت میں رہ کر جب واپس جانے لگا تو اس نے عرض کیا
کہ اگر کچھ خامیاں یا برائیاں آپ نے میرے اندر دیکھی ہوں تو متنبہ فرما دیں تاکہ میں ان
کے ازالے کی کوشش کرتا رہوں۔ فرمایا کہ میں نے تمہیں سدا نظر محبت سے دیکھا ہے اور
عیوب پر صرف دشمن کی نظر ہوتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 71، ضیاء القرآن، لاہور)

مرید کو اپنے شیخ سے جتنی محبت ہو گی اتنا ہی مرید اپنے شیخ کے متعلق بُرا
اعتقاد رکھنے سے بچے گا۔ مرید اپنے پیر کی شان میں منقبت پڑھتا ہے اسکا تذکرہ کرتا ہے تو

یہ اسکی اپنے پیر سے محبت ہونے کی دلیل ہے۔ بعض لوگ ایسے مریدین پر اعتراض کرتے
ہیں ہر وقت اپنے پیر ہی کا ذکر کرتے ہیں دوسرے ذکر کو پسند نہیں کرتے۔ اس کا جواب
دیتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ماننا اور بات ہے اور کسی کا
ہر وقت تذکرہ کرنا اور بات۔ ہر مرید سارے بزرگوں کا مانتا ہے مگر دم اپنے شیخ کا اس لئے
بھرتا ہے کہ اسے روحانی نعمتیں اس سے ملی ہیں۔ کتا اپنے مالک کے پیچھے ہی دم ہلاتا ہے
کیونکہ اس کے ہاتھ سے ہی ٹکڑے کھاتا ہے۔ شاگرد اپنے ہی استاد کے گن گاتا ہے مگر مانتا
سارے علماء کو ہے۔ اگر کوئی بدبخت مرید دوسرے بزرگوں کا منکر ہو تو وہ اس شیخ کے فیض
سے بھی محروم رہے گا۔ سلسلہ مشائخ جال کے پھندے ہیں ایک کھل گیا سب کھل گئے۔ کسی
نبی کا منکر شرعی کافر ہے۔ کسی ولی کا منکر طریقت کا مجرم ہے خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہر
ولی۔'' (رسائل نعیمیہ، صفحہ 336، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

پیر کے عطا کردہ تبرکات کی تعظیم

پیر اگر کوئی چیز یا تحفہ عطا کرے تو مرید اس کی تعظیم کرے اسکو فروخت نہ کرے
بلکہ اس کو برکت کے طور پر اپنے پاس رکھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں: ''کہ پیر و مرشد کی صحبت سے جو خرقہ حاصل کیا جائے وہ کسی دوسرے کو نہ دیا
جائے۔ اسے دھونا ناجائز نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ اسے دھویا نہ جائے۔''
(اخبار الاخیار، صفحہ 161، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

پیر کی رضا و ناراضگی کا صلہ

جو مرید پیر کی اطاعت میں رہتا ہے اسکو اسکا صلہ ضرور ملتا ہے اور جو پیر کو ناراض کر
دے اس کا صلہ بھی مرید کو ملتا ہے۔ حضرت احمد بن یحیٰی ابیوردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''

جس شخص سے اس کا شیخ راضی ہوا ہے اس شیخ کی زندگی میں اس کی جزا نہیں دی جاتی تا کہ کہیں اس کے دل سے شیخ کی تعظیم زائل نہ ہو جائے۔ اور جب شیخ کی وفات ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر وہ چیزیں ظاہر کرتا ہے جو شیخ کی رضامندی کی جزاء ہوتی ہیں۔ اور جس شخص سے اس کا شیخ ناراض ہوا ہے بھی شیخ کی زندگی میں سزا نہیں دی جاتی تا کہ کہیں شیخ کا دل نہ پسیج جائے۔ (یعنی مرید پر رحم نہ آجائے) کیونکہ شیوخ کی فطرت میں مہربانی ہوتی ہے اور جب شیخ مرجاتا ہے تو اس کے بعد اسے اس کی سزا ملتی ہے۔"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 593، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

تبدیل بیعت کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "من رزق شئی فلیزمہ" ترجمہ: جو کسی کا ذریعہ رزق ہو وہ اسے لازم پکڑے۔

(شعب الایمان، التوکل باللہ عزوجل---، جلد 2، صفحہ 442، مکتبۃ الرشد ریاض)

جب ایک مرتبہ کامل پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جائے اور اسکی نسبت سے نیکی کی توفیق مل جائے تو اس رشتہ کو لازم کر لینا چاہئے جو اسے توڑ کر کے دوسرے سے بیعت کرتا ہے وہ راہِ سلوک کے اصولوں کے خلاف چلتا ہے بلکہ بزرگوں نے اسے معیوب سمجھا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔"

(احکام شریعت، صفحہ 170، شبیر برادرز، لاہور)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جو اپنے پیر و مرشد پر اکتفا نہیں کرتے اور دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس سے خرقہ (خلافت) حاصل کر لیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ حرکت کوئی قابل قبول نہیں۔

دراصل بیعت تو وہی ہے جو پہلی مرتبہ کسی کے ہاتھ پر کی جائے اگرچہ وہ پیر و مرشد ایک عام ہی کیوں نہ ہو (یعنی وہ صرف پیر کی شرائط ہی پر پورا اترتا ہوں غوث، قطب وغیرہ نہ ہو)۔"

(اخبار الاخیار، صفحہ 160، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

پیر کامل کو چھوڑ کر دوسرے کا مرید ہونا تو دور کی بات بزرگوں نے تو اسے بھی ناپسند فرمایا ہے کہ اپنے پیر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے پیر سے خلافت حاصل کی جائے۔ حضرت مخدوم شیخ مینا قدس اللہ روحہ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی زندگی میں کسی اور کی پیروی اور تلقین کی جانب توجہ کرتا ہے تو وہ کہیں سے کوئی حصہ نہیں پاتا اور پیر کے ہوتے ہوئے کسی اور شخص سے محبت کی کُلاہ لینا اور خلافت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔"

(سبع سنابل، صفحہ 189، فرید بک سٹال، لاہور)

البتہ مرید کسی دوسرے پیر کا طالب ہو سکتا ہے یعنی اپنے پیر سے بیعت نہ توڑے اور اپنے پیر کے ساتھ ساتھ دوسرے پیر سے بھی فیوض و برکات لیتا رہے۔ طالب ایک وقت میں کئی بزرگوں سے ہو سکتے ہیں مرید صرف ایک سے ہی ہوں گے۔

پیر کے مرید پر حقوق

امام احمد رضا خان پیر کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "پیر واجبی پیر ہو چاروں شرائط کا جامع ہو وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔ اس کے حقوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے پرتو ہیں جس سے پورے طور پر برا ہونا محال ہے۔ مگر اتنا فرض و لازم ہے کہ اپنی حدِ قدرت تک ان کے ادا کرنے میں عمر بھر ساعی رہے۔ پیر کی جو تقصیر رہے گی اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاف فرماتے ہیں پیر صادق کہ ان کا نائب ہے یہ بھی معاف کرے گا کہ یہ تو ان کی رحمت کے ساتھ ہے۔ ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ مرشد کے حق باپ کے حق سے زائد ہیں اور فرمایا ہے کہ باپ

مٹی کے جسم کا باپ ہے اور پیر روح کا باپ ہے۔ اور فرمایا کہ کوئی کام اس کے خلافِ مرضی کرنا مرید کو جائز نہیں، اسکے سامنے ہنسنا منع ہے، اس کی بغیر اجازت بات کرنا منع ہے، اس کی مجلس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہونا منع ہے، اس کی غیبت میں اسکے بیٹھنے کی جگہ بیٹھنا منع ہے، اس کی اولاد کی تعظیم فرض ہے اگرچہ بے جا حال پر ہوں، اس کے کپڑے کی تعظیم فرض ہے، اسکے بچھونے کی تعظیم فرض ہے، اس کی چوکھٹ کی تعظیم فرض، اس سے اپنا کوئی حال چھپانے کی اجازت نہیں اپنے جان و مال کو اسی کا سمجھے۔

پیر کو نہ چاہئے کہ بلا ضرورتِ شرعی مریدوں کو مالی تکلیف دے انہیں جائز نہیں کہ اگر اسے حاجت میں دیکھیں تو اس سے اپنا مال دریغ رکھیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی ملک اور بندہ بے دام سمجھے، اس کے احکام کو جہاں تک بلا تاویلِ صریح خلافِ حکمِ خدا نہ ہوں حکمِ خدا و رسول جانے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 562، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

(1) یہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا۔

(2) ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

(3) مرشد جو کچھ کہے اس کو فوراً بجالائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتداء نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال و مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کا کرنا زہرِ قاتل ہے۔

(4) جو ورد وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس

نے طرف اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

(5) مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔

(6) حتی الامکان ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

(7) اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے۔

(8) اس کی طہارت یا وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔

(9) مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لائے۔

(10) اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیے اور نہ وضو کرے، ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔

(11) اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے، بلکہ کسی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔

(12) جس جگہ مرشد بیٹھتا ہو اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

(13) اور اس کی طرف تھوکے بھی نہیں۔

(14) جو کچھ مرشد کہے اور کرے اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

(15) اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

(16) اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے

جواب کے لائق نہ تھا۔

(17) خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو اسے بھی عرض کر دے۔

(18) بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

(19) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور باآواز اس سے بات نہ کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔

(20) اور مرشد کے کلام کو دوسرے سے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کو یہ سمجھے کہ لوگ نہ سمجھیں گے تو اسے بیان نہ کرے۔

(21) اور مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

(22) اور کسی دوسرے کا سلام و پیام شیخ سے نہ کہے۔

(23) جو کچھ اس کا حال ہو برا یا بھلا اسے مرشد سے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب قلبی ہے، اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

(24) اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

(25) جو کچھ فیضِ باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچتا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 581، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فصلِ چہارم: سلاسل

پیر کا سلسلہ کا متصل ہونا یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہونا شرائط بیعت میں سے ہے ہر بزرگ کسی نہ کسی سلسلہ سے ضرور متصل ہوگا اور اسکے مرید اسی سلسلہ کے ساتھ اپنی نسبت لگائیں گے۔ کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سلاسل تھے جو زیادہ دیر نہ چل سکے اسی طرح کئی ایسے پایہ کے بزرگ تھے جن کے سلاسل اپنے وقت میں بہت مشہور تھے لیکن موجودہ دور میں بہت کم باقی ہیں۔ پرانے سلاسل کی تعداد کافی ہے جن میں سے مشہور سلاسل اور ان بانیوں کے نام درج ذیل ہیں: جو لوگ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو سقطیہ کہا جاتا ہے، سید الطائفہ رئیس العلماء مقتدائے اولیاء استاد عارفاں شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو جنیدیہ، حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو عجمیہ، خواجہ عبدالواحد زید سے نسبت رکھنے والوں کو زیدیہ واحدیہ، شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو نوریہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو طیفوریہ، حضرت سلطان ابراہیم ادھم قدس سرہ سے نسبت رکھنے والوں کو ادہمیہ، حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو کرخیہ، حضرت حارث بن اسد محاسبی سے نسبت رکھنے والوں کو محاسبیہ، حضرت سہل بن تستری سے نسبت رکھنے والوں کو سہلیہ، حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو قصاریہ، محمد بن علی حکیمیہ ترمذی سے نسبت رکھنے والوں کو حکیمیہ، حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو خرازیہ، حضرت شیخ ابوعبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو خفیفہ اور حضرت شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو سیاریہ، حضرت علاء الدین طوسی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو طوسیہ، حضرت نجم

الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو فردوسیہ، حضرت احمد بن الحسین الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو رفاعیہ، حضرت ابوالحسین علی بن عبداللہ بن عبدالجبار شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو شاذلی، حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو فارسیہ کہتے ہیں۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کو قادری، حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کو چشتی، شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کو سہروردی، بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کو نقشبندی اور اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والوں کو اُویسی کہتے ہیں۔ امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے نسبت رکھنے والوں کو رضوی کہا جاتا ہے۔ امیر اہل سنت سیدی و مرشدی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری سے نسبت رکھنے والوں کو عطاری کہا جاتا ہے۔

...باب سوم: اولیاءُ اللہ...

فصلِ اول: ولی کی تعریف ومفہوم

لغوی اعتبار سے ولی کے معنیٰ دوستی کے ہیں۔

(فیروز اللغات، صفحہ 853، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور)

اصطلاحی اعتبار سے ولی اس کو کہتے ہیں جو عارف باللہ ہو اور اس کی صفات یہ ہوں کہ وہ بقدرِ ممکن اطاعت والے کاموں میں ہمیشگی رکھتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو اور لذات اور شہوات سے اعراض کرتا ہو جیسا کہ علم الکلام کی معروف کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے "الولی ھو العارف باللہ تعالی و صفاتہ بحسب ما یمکن المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک فی اللذات و الشھوات" ترجمہ: ولی ایسی ہستی کو کہتے ہیں جو عارف باللہ ہو اور اس سے بقدرِ ممکن اطاعت کے کاموں میں مواظبت پائی جا رہی ہو اور ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنے والا ہو اور لذات اور شہوات سے اعراض کرتا ہو۔

(شرح عقائد نسفی، صفحہ 295، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔

(پارہ 11، سورہ یونس، آیت 62)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نعیمی میں ولی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ولی کے معنیٰ ہیں قرب، محبت، مدد، لہٰذا ولی کے معنیٰ ہوئے قریب والا، محبت والا، مدد و نصرت والا۔ یہاں ولی یا بمعنیٰ فاعل ہے یعنی اللہ عزوجل سے قرب رکھنے والا یا بمعنیٰ مفعول یعنی جسے اللہ نے قرب بخشا، محبت عطا کی اس کی مدد اس کا احترام فرمایا

(صاوی) کیونکہ رب تعالیٰ انہیں یہ صفات خود عطا فرماتا ہے۔ انہیں بندوں کا حاجتمند نہیں کرتا۔"

(تفسیر نعیمی، جلد 11، صفحہ 389، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

الامام المحقق علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ جامع کرامات اولیاء میں ولی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: "اسکی دو صورتیں ہیں: پہلی یہ کہ یہ علیم اور قدیر کی طرح فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اس صورت میں اسکا معنیٰ ہوگا ایسی ذات جس کی طاعات مسلسل رہیں اور معصیت و گناہ ان طاعات میں خلل نہ ڈالیں۔ دوسری صورت یہ کہ قتیل اور جریح کی طرح فعیل کے وزن پر ہو مگر معنیٰ مفعول کا دے جس طرح کہ قتیل و جریح بمعنیٰ مقتول و مجروح ہیں۔ اس صورت میں معنیٰ ہوگا وہ ذات جس کی حفاظت و نگرانی ہر قسم کے معاصی سے مسلسل اللہ کریم فرمائے اور اسے ہمیشہ طاعات کی توفیق سے نوازے۔ امام رازی پھر قرآن کریم سے اس لفظ ولی کے ماخذ نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں یہ لفظ ان ارشادات قرآنیہ سے ماخوذ ہے۔ (1) ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ترجمہ: اللہ ایمانداروں کا ولی ہے۔ (2) ﴿وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴾ ترجمہ: وہ نیک لوگوں کا دوست اور والی ہے۔ (3) ﴿اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ترجمہ: تو ہمارا کارساز ہے ہمیں قوم کفار پر فتح عطا فرما۔ یہاں لفظ مولیٰ بھی ولایت سے بنا ہے جس سے لفظ ولی بنا ہے۔ (4) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ ترجمہ: یہ اس لئے کہ اللہ ایمانداروں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔ (5) ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ ترجمہ: تمہارا ولی صرف اللہ اور اس کا رسول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ولی لغت میں قریب کہتے ہیں تو جب بندہ کثرت طاعات اور زیادتی اخلاص کی وجہ سے حضرت خداوندی عزوجل کے قریب ہوتا ہے اور اللہ کریم اپنی

رحمت، فضل اور احسان سے اپنے بندے کے قریب آجاتا ہے تو یہ دونوں قرب مل کر ولایت کا خمیر اُٹھاتے ہیں۔"

(جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 82، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولایت ایک قرب خاص ہے کہ مولا عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے......" مزید فرمایا کہ: "ولایت وہبی شے ہے نہ یہ کہ اعمال شاقہ سے آدمی خود حاصل کرے البتہ غالباً اعمال حسنہ اس عطیہ الٰہی کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداءً مل جاتی ہے۔"

(بہار شریعت، جلد 1، حصہ 1، صفحہ 40، ضیاء القرآن، لاہور)

ولی بول کر پیر اور پیر بول کر ولی بھی مراد لیا جاتا ہے چنانچہ فیروز اللغات میں پیر کا معنیٰ یہ لکھا ہوا ہے، ہادی، رہنما، مرشد، ولی، بزرگ۔

(فیروز اللغات، صفحہ 327، فیروز سنز، لاہور)

اولیاء کا وجود

سیدی و مرشدی شیخ طریقت امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم عالیہ اپنی مایہ ناز کتاب مستطاب "فیضان سنت" میں لکھتے ہیں: "میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! علماء اور اولیاء مسلمانوں کی ہر قوم اور ہر پیشہ کرنے والوں میں ہوتے رہے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ فضلِ خداوندی کسی نسل یا قوم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اللہ عزوجل جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے نواز دیتا ہے۔ روئے زمین پر متعدد اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود رہتے ہیں اور انہیں کی برکت سے دنیا کا نظام چلتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ رحمۃ القوی سے کسی شخص نے شکایت کی کہ حضور! کیا وجہ ہے کہ آج کل دہلی کا انتظام بہت سست ہے؟ فرمایا، آج کل یہاں کے صاحب خدمت

(یعنی ابدالِ دہلی) ست ہیں۔ پوچھا کون صاحب ہیں؟ فرمایا، فلاں پھل فروش جو فلاں بازار میں خربوزے فروخت کرتے ہیں۔ پوچھنے والے صاحب اُن کے پاس پہنچے اور خربوزے کاٹ کاٹ کر اور چکھ چکھ کر سب ناپسند کر کے ٹوکرے میں رکھ دیئے۔ اس قدر نقصان کر دینے والے کو بھی وہ کچھ نہیں بولے۔ کچھ عرصے کے بعد دیکھا کہ انتظام بالکل درست ہے اور حالات بدل گئے ہیں تو اسی شخص نے پھر پوچھا کہ آج کل کون ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا، ایک سقا ہیں جو چاندی چوک میں پانی پلاتے ہیں مگر ایک گلاس کی ایک چھدام (چھدام ان دنوں سب سے چھوٹا سکہ تھا یعنی ایک پیسے کا چوتھائی حصہ) لیتے ہیں۔ یہ ایک چھدام لے گئے اور ان کو دے کر ان سے پانی مانگا۔ انہوں نے پانی دیا انہوں نے پانی گرا دیا اور دوسرا گلاس مانگا۔ انہوں نے پوچھا، اور چھدام ہے؟ کہا نہیں۔ انہوں نے ایک دھول (چانٹا) رسید کیا اور کہا خربوزہ والا سمجھا ہے؟ (سچی حکایات، حصہ سوم، صفحہ ۹۷ مکتبہ جامِ نور، دہلی) اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ والے روحانی حاکم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے غیب کی باتیں ان اللہ والوں کے علم میں ہوتی ہیں۔ ہر ولی کی ولایت کا شہرہ اور دھوم دھام ہونا ضروری نہیں۔ یہ حضرات معاشرے کے ہر طبقے میں ہوتے ہیں کبھی مزدور کے بھیس میں، کبھی سبزی اور پھل فروش کی صورت میں، کبھی تاجر یا ملازم کی شکل میں، کبھی چوکیدار یا معمار کے روپ میں بڑے بڑے اولیاء ہوتے ہیں۔ ہر کوئی ان کی شناخت نہیں کر سکتا۔ ہمیں کسی بھی مسلمان کو حقیر نہیں جاننا چاہئے۔ بعض اولیائے کرام باقاعدہ "روحانی نظام سے مربوط (یعنی جڑے ہوئے) ہوتے ہیں۔"

(فیضانِ سنت، صفحہ 429 تا 432، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ولایت کی اقسام

یوں تو ولایت کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں پہلی قسم "عامہ" دوسری قسم "خاصہ" ولایت عامہ تمام اہل ایمان و اسلام کو شامل ہے اور ولایت خاصہ راہ سلوک میں واصلان حق کے ساتھ خاص پھر راہِ سلوک و وصال میں اولیاء کی پانچ قسمیں ہیں: نقباء، نجباء، ابدال، اوتاد، اقطاب جیسا کی کتاب الحاوی میں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ نے اولیاء کرام کے 14 درجات بتائے ہیں، صلحاء، سالکین، قانتین، واصلین، نجبا، نقبا، ابدال، بدلا، اوتاد، امامین، غوث، صدیق، نبی، رسول۔ تین سیر الی اللہ کے ہیں باقی سیر فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل۔

(فتاوٰی بریلی، صفحہ 206، شبیر برادرز، لاہور)

ولایت خاصہ کی تین قسمیں ہیں:

(1) ولایت کسبی

(2) ولایت فطری

(3) ولایت عطائی

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ولایت خاصہ کی تین قسموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ولایت کسبی جو تقویٰ عبادت، مجاہدات، مراقبات سے حاصل ہو۔ ولایت فطری یعنی مادرزاد ولی جیسے حضرت مریم مادرزاد ولیہ تھیں آپ سے کرامات بچپن سے ظاہر ہوتی تھیں "وجد عندھا رزقا" (یعنی ان کے پاس غیب سے کھانا پایا جاتا تھا) یا غوث الثقلین جنہوں نے رمضان کے دن میں ماں کا دودھ نہیں پیا غوث اعظم متقی ہر آن میں چھوڑا ماں کا دودھ بھی رمضان میں۔ آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ہی مسجود ملائکہ بنے۔

ولایت عطائی جو کسی ولی یا نبی کی نظرِ کرم سے آنا فاناً مل جائے جیسے فرعونی جادوگر نگاہِ موسوی سے اور حبیب نجار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر سے یکدم ولی ہوگئے یا حضرت سید کبیر الدین دریائی دولہا جن کا مزار شریف ہمارے اس گجرات پنجاب میں ہے کہ ان کی ڈوبی کشتی حضور غوث پاک نے بارہ برس کے بعد مع برات نکالی اور ایک نگاہ سے ولی بنا دیا ان کی عمر پونے چھ سو برس ہوئی۔

غوث اعظم کی نگاہِ لطف سے
نکلے بارہ سال کے ڈوبے ہوئے

یہاں تفسیر روح البیان میں فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں ولایت کے کرامات قلبیہ کرامات کونیہ دونوں جمع ہیں شیخ ابو مدین مغرب میں اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مشرق میں ایسے صاحب کرامات ہیں کہ ان کی مثال نہیں ملتی (روح البیان)۔"

(تفسیر نعیمی، جلد 11، صفحہ 394، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اولیاء کی اقسام

اولیاء اللہ کی دو اقسام ہیں:

(1) ولی تشریعی

(2) ولی تکوینی

انکی تفصیل بیان کرتے ہوئے حکیم الامت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "ولی اللہ دو قسم کے ہیں ولی تشریعی اور ولی تکوینی۔ ولی تشریعی وہ مسلمان متقی ہے جسے اس کے تقوے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے قرب نصیب ہو جاوے "ان اولیائہ الا المتقون"۔ ہر عالمِ دین باعمل اللہ عزوجل کا ولی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "علماء امتی کانبیاء

بنی اسرائیل" رب فرماتا ہے ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ اور جہاں چالیس مومن جمع ہوں ان میں ایک نہ ایک ضرور ولی اللہ ہوگا جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے انہوں نے اپنے بچہ کی نماز جنازہ کے لئے چالیس مسلمانوں کے جمع ہونے کا انتظار فرمایا۔ مگر ولی تکوینی وہ ہیں جنہیں عالم میں تصرف کرنے کا اختیار دیا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "بھم یمطرون" اور "بھم یرزقون" "ان کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور لوگوں کو رزق ملتے ہیں۔ ولی تکوینی کی بہت جماعتیں ہیں اور ان کے ذمہ دنیا کے سیاہ و سفید کے مختلف اختیارات ہیں چنانچہ ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ ابدال چالیس، اُمنا سات، خلفاء تین، قطب عالم ایک رہیں گے۔ قطب عالم سے دنیا ایسے قائم ہے جیسے میخ کی چوب سے خیمہ، جیسے عالم ارواح میں فرشتے دنیا کا انتظام کرتے ہیں جنہیں تدبراتِ امر کہتے ہیں یونہی عالم اجسام میں تکوینی اولیاء دنیا کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ سلطنت حکومت ان بزرگوں کے ہاں سے تقسیم ہوتی ہے۔"

(تفسیر نعیمی، جلد 11، صفحہ 395، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

ولی کی پہچان

بعض ولی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے چہرے سے پہچانے جاتے ہیں ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی "وعن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال ہم الذین یذکر اللہ تعالیٰ برؤیتہم" یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولیاء وہ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے۔

(تفسیر کبیر، جلد6، صفحہ275، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

بعض اپنے حسن اخلاق و نیک افعال سے پہچانے جاتے ہیں چنانچہ تفسیر نعیمی میں

آیہ کریمہ ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ کے تحت ولی
اللہ کی پہچان کے بارے میں لکھا: ”کہ ان کی آسان پہچان کا طریقہ وہ ہے جو اس آیت میں
قرآن مجید نے بیان فرمائی کہ اس کے دل میں ایمان، ظاہر تقوی، عام مخلوق اسے ولی کہے
اس کی طرف دل کھنچیں انہیں دیکھ کر خدا یاد آئے۔“

(تفسیر نعیمی، جلد11، صفحہ394، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور)

شیخ طریقت امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ فیضان سنت میں لکھتے
ہیں: ”حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں نیک بندے کی پانچ نشانیاں
ہیں: (1) اچھی صحبت میں رہتا ہے۔ (2) زبان و شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ (3) دنیا کی
نعمت کو وبال اور دینی نعمت کو فضل رب ذوالجلال تصور کرتا ہے۔ (4) حلال کھانا بھی اس
خوف سے پیٹ بھر کر نہیں کھاتا کہ اس میں کہیں حرام نہ ملا ہوا ہو۔ (5) اپنے علاوہ سب
مسلمانوں کو نجات یافتہ تصور کرتا ہے اور خود کو گنہگار سمجھتے ہوئے اپنی ہلاکت کا خطرہ محسوس
کرتا ہے۔ المنبہات للعسقلانی، باب الخماسی ۵۹

ہائے! حُسنِ عمل نہیں پلّے — حشر میں ہوگا کیا مرا یارب
خوف آتا ہے نارِ دوزخ سے — ہو کرم بہرِ مصطفےٰ یا رب

(فیضان سنت، صفحہ702، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں نقل فرماتے ہیں: ”طبرانی معجم اوسط میں انس
رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "ثلث من
حفظهن فهو ولی حقاً ومن ضیعهن فهو عدو حقاً الصلوة والصیام
والجنابة" تین چیزیں ہیں کہ جو انکی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے
وہ پکا دشمن، نماز، روزے، اور غسل جنابت۔“

(فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ278، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بعض ایسے ولی ہوتے ہیں جن کو خواص ہی پہچان سکتے ہیں عام لوگ اس کی
ولایت سے بے خبر ہوتے ہیں: ”شیخ طریقت امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری
دامت برکاتہم العالیہ فیضان سنت میں تفسیر کبیر کی جلد 11، صفحہ 229 کے حوالے سے لکھتے
ہیں: ”اللہ عزوجل نے شب قدر کو چند وجوہ کی بنا پر پوشیدہ رکھا ہے۔ اول یہ کہ جس طرح
دیگر اشیاء کو پوشیدہ رکھا، مثلاً اللہ عزوجل نے اپنی رضا کو اطاعتوں میں پوشیدہ فرمایا تا کہ
بندے ہر اطاعت میں رغبت حاصل کریں۔ اپنے غضب کو گناہوں میں پوشیدہ فرمایا کہ ہر
گناہ سے بچتے رہیں۔ اپنے ولی کو لوگوں میں پوشیدہ رکھا تا کہ لوگ سب کی تعظیم
کریں، قبولیت دعا کو دعاؤں میں پوشیدہ رکھا کہ سب دعاؤں میں مبالغہ کریں اور اسم اعظم
کو اسماء میں پوشیدہ رکھا کہ تمام نمازوں پر محافظت کریں اور قبول توبہ کو پوشیدہ رکھا کہ مکلّف
(بندہ) توبہ کی تمام اقسام پر ہمیشگی اختیار کرے۔ اور موت کا وقت پوشیدہ رکھا کہ مکلّف
(بندہ) خوف کھاتا رہے۔ اسی طرح شب قدر کو بھی پوشیدہ رکھا کہ رمضان المبارک کی تمام
راتوں کی تعظیم کریں۔“ (فیضان سنت، صفحہ 154، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام المحقق علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ جامع کرامات اولیاء میں فرماتے
ہیں: ”ولی کا ولی ہونا اسطرح پہچانا جاتا ہے کہ اللہ کریم اسے محبوب رکھتا ہے اسطرح نہیں کہ
وہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے۔ دشمن کی بھی یہی پہچان ہے کہ اللہ اسے دشمن رکھتا ہے۔“

(جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 124، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

کیا ولی کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ ولی ہے؟

اس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”حضرت
استاذ ابوبکر بن فورک فرماتے ہیں کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا اور حضرت استاذ ابوعلی

دقاق اور ان کے شاگرد حضرت ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں کہ ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ہوتا ہے۔" (جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 121 ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

امام قشیری فرماتے ہیں: "امام ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا جائز نہیں کیونکہ اگر اسے اپنی ولایت کا علم ہو جائے تو اس سے خوف جاتا رہے گا اور وہ بے فکر ہو جائے گا۔ استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ولایت کا علم ہونا جائز ہے۔ ہم اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی ہمارا اعتقاد ہے۔ مگر یہ تمام اولیاء کے لئے ضروری نہیں کہ ہر ولی کو اس بات کا علم ہو کہ وہ ولی ہے چنانچہ بعض کو علم ہو سکتا ہے اور بعض کو نہیں چنانچہ جن کو اس بات کا علم ہو جائے کہ وہ ولی ہے یہ ان کی مخصوص کرامت ہوگی۔" (رسالہ قشیریہ، صفحہ 617 ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

فصل دوم: اصطلاحات اولیاء

غوث، قطب، ابدال، امامان، فرد، اوتاد وغیرہ کی تعریف و مفہوم تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ تصوف کی مختلف کتابوں میں موجود ہے جنہیں اکٹھا کر کے اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:

اَقطاب

اَقطاب قُطب کی جمع ہے۔ ہر زمانہ میں ایک قطب ہوتا ہے۔ یہ قطب سے بڑا ہوتا ہے اسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے قطب عالَم، قطبِ کبریٰ، قطبُ الارشاد، قطبُ الاقطاب، قطبِ جہاں اور جہانگیر عالَم، عالَمِ علوی اور عالَمِ سفلی میں اس کا تصرف ہوتا ہے اور سارا عالَم اسی کے فیض و برکت سے قائم ہوتا ہے۔ اگر قطب عالَم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالَم درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ قطب عالَم براہ راست اللہ

عزوجل سے فیض حاصل کرتا ہے اور ان فیوض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ وہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے بڑی عمر پاتا ہے۔ نور خاصہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات ہر سمت سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے ماتحت اقطاب کے تقرر تنزل اور ترقی کے اختیار کا مالک ہوتا ہے۔ ولی کو معزول کرنا، ولایت کو سلب کرنا، ولی کو مقرر کرنا، اس کے درجات میں ترقی دینا اسی کے فرائض میں ہے۔ شہروں، گاؤں غرضیکہ جہاں جہاں انسانی معاشرہ ہے وہاں ایک قطب مقرر ہوتا ہے جو اس کی محافظت اور اصلاح کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہ بستی مومنوں سے آباد ہو یا کافروں سے مگر قطب اپنے فرائض سرانجام دیتا رہتا ہے۔ مومنوں کی بستیوں میں اسم ہادی کی تجلی سے کام لیا جاتا ہے اور کافروں کی پرورش یا نگرانی اسم مضل کے ماتحت ہوتی ہے۔

ان اقطاب میں سے کچھ حضرات وہ ہوتے ہیں جنہیں حکم ظاہر اور خلافت ظاہرہ بھی خلافت باطنہ کے ساتھ ملتی ہے۔ ایسے حضرات میں سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی، سیدنا حیدر کرار، سیدنا امام حسن، حضرت معاویہ بن یزید، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور جناب متوکل عباسی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ کچھ اقطاب وہ ہیں جنہیں صرف باطنی خلافت ملتی ہے اور حکم ظاہری نہیں ملتا ان حضرات میں احمد بن ہارون الرشیدتی، ابویزید بسطامی وغیرہما رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ اکثر قطب حکم ظاہری کے بغیر ہی ہوتے ہیں۔

غوث

بعض حضرات نے غوث اور قطب کو ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے مگر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں غوث اور قطب کو علیحدہ علیحدہ شخصیات

لکھا ہے۔ ان کے نزدیک قطب الاقطاب اور غوث مدار کے درمیان بڑا فرق ہے۔ بعض اوقات غوث اور قطب کے اوصاف ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتے ہیں۔ جیسے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں قطب کے اوصاف بھی تھے اور غوث کے بھی۔ قطب الاقطاب اور غوث کی نسبت سے غوث اعظم اور غوث الثقلین کے مقامات نمایاں ہوتے ہیں۔

اگر تصوف کی کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے تمام اقطاب کا جو سردار ہو وہ غوث ہوتا ہے جسے قطب الاقطاب کہا جاتا ہے اس طرح غوث اور قطب میں نمایاں فرق واضح ہو جاتا ہے کہ قطب وہ ہے جس کے ذمہ شہر کی حفاظت و اصلاح ہے اور غوث کے ذمہ ہر قطب کی اصلاح ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ہر زمانے میں ایک غوث کی حکمرانی ہوتی ہے۔ غوث کے بغیر زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ اس پر سوال ہوا کہ غوث کو کس طرح سارے انتظامات کرنے پڑتے ہیں؟ فرمایا غوث کو مراقبے ہی میں سارے کائناتی حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ مگر میرا اپنا نظریہ یہ ہے کہ مراقبے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ انہیں ہر حال میں ساری کائنات آئینہ کی طرح پیش نظر ہوتی ہے۔''

(الملفوظات، صفحہ 42، مشتاق بک کارنر، لاہور)

غوث ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی لکھتے ہیں: ''تاریخ بغداد میں الکتانی سے روایت ہے کہ نقباء تین سو ہیں، نجباء ستر ہیں ابدال چالیس ہیں، اخیار سات ہیں اور عمد چار ہیں اور غوث ایک ہے۔ اگر ان کی دعا قبول ہو جائے تو فبہا ورنہ غوث دعا کرتا ہے اور وہ اس وقت تک سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ الاحیاء میں ہے کہ ہر روز غروب آفتاب سے پہلے ابدال میں سے ایک شخص بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور ہر رات اوتاد میں سے ایک بیت اللہ کا طواف کرتا ہے

میں نے ابدال سے متعلق احادیث کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے اور اسکا نام "نظم الآل فی الکلام علی الابدال" رکھا ہے۔''

(المقاصد الحسنہ، صفحہ 34، مطبوعہ دارلکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سے امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ تک غوث کبریٰ ہمارے پیارے پیرانِ پیر حضور غوث پاک کے لئے ہے اس عرصہ میں جتنے بھی غوث آئیں گے وہ سب انکے نیچے ہوں گے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں: ''کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے، پھر اس سے تقسیم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے متعلق تھا، جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

(السیف المسلول، صفحہ 527، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام میں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام سب سے زیادہ ہے اور آپ کے معجزات تمام انبیاء سے زیادہ ہیں ایسے ہی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اولیاء میں ہمارے پیارے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ہے کہ کسی ولی سے اتنی کرامات سرزد نہیں ہوئیں جتنی آپ سے ہوئی ہیں۔ امام جلیل عبداللہ بن اسعد یافعی قدس سرہ الشریف مرآۃ الجنان میں فرماتے ہیں "اما کرامتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخارجۃ عن الحصر و قد ذکرت شیئا منھا فی کتاب نشر المحاسن وقد اخبرنی من ادرکت من اعلام الائمۃ الاکابر ان اکراماتہ تواترت

وقريب من التواتر و معلوم بالاتفاق انه لم يظهر ظهور كراماته لغيره من شيوخ الآفاق " ترجمہ: باقی حضور نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں انہیں سے کچھ ہم نے اپنی کتاب نشر المحاسن میں ذکر کیں اور جتنے مشاہیر اکابر اماموں کے وقت میں نے پائے سب نے مجھے یہی خبر دی کہ سرکارِ غوثیت کی کرامات متواتر یا قریب تواتر ہیں اور بالاتفاق ثابت ہے کہ تمام جہان کے اولیاء میں کسی سے ایسی کرامتیں ظاہر نہ ہوئیں جیسی حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ظہور میں آئیں۔

(مرأة الجنان ،جلد3صفحہ 268،دار الکتب العلمیہ بیروت)

جس طرح ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بکری کو زندہ کیا تھا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ہمارے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ایک واقعہ منقول ہے چنانچہ مرأۃ الجنان میں ہے: ”ایک بی بی اپنا بیٹا خدمت اقدس سرکارِ غوثیت میں چھوڑ گئیں کہ اس کا دل حضور سے گرویدہ ہے میں اللہ عزوجل کے لئے اور حضور کے لئے اس پر اپنے حقوق سے درگزری۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قبول فرما کر مجاہدے پر لگا دیا ایک روز اس کی ماں آئی دیکھا لڑکا بھوکا اور شب بیداری سے بہت زیادہ کمزور اور رنگ زرد ہو گیا ہے، اسے جو کی روٹی کھاتے دیکھا۔ جب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئیں دیکھا حضور کے سامنے ایک برتن میں مُرغی کی ہڈیاں رکھی ہیں جسے حضور نے تناول فرمایا ہے۔ عرض کی اے میرے مولیٰ حضور تو مرغ کھائیں اور میرا بچہ جو کی روٹی۔ یہ سن کر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا دستِ اقدس ان ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا ”قومي باذن الله تعالىٰ الذي يحيي العظام“ ترجمہ: جی اُٹھ اللہ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جلائے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ مرغی فوراً زندہ صحیح سالم کھڑی ہو کر آواز کرنے لگی۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے (یعنی اس مقام پر پہنچ

جائے) تو جو چاہے کھائے۔“ (مرأة الجنان ،جلد3صفحہ269،دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں بیٹھے ہوئے یہ کہا کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے تو روئے زمین کے تمام اولیاء نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا۔ بہجۃ الاسرار میں ہے ”لما قال الشيخ عبد القادر قدمي هذه على رقبة كل ولي الله تجلى الحق عزوجل على قلبه و جاء ته خلعة من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على يد طائفة من الملئكة المقربين و البسها بمحضر من جميع الاولياء من تقدم منهم و ماتأخر الاحياء باجسادهم والاموات بارواحهم و كانت الملئكة و رجال الغيب حافين بمجلسه و اقفين في الهوأ صفو فاحتى استد الافق بهم ولم يبق ولي في الارض الاحنا عنقه“ ترجمہ: جب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اس وقت اللہ عزوجل نے اُن کے قلب مبارک پر تجلی فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ ان کے لئے خلعت بھیجی اور تمام اولیائے اولین و آخرین کا مجمع ہوا جو زندہ تھے وہ بدن کے ساتھ حاضر ہوئے اور جو انتقال فرما گئے تھے ان کی ارواحِ طیبہ آئیں۔ ان سب کے سامنے وہ خلعت حضرت غوثیت کو پہنایا گیا۔ ملائکہ اور رجال الغیب کا اس وقت ہجوم تھا ہوا میں صف باندھے کھڑے تھے۔ تمام اُفق ان سے بھر گیا تھا اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ تھا جس نے گردن نہ جھکا دی ہو۔ (بہجۃ الاسرار ،صفحہ 9,8،مصطفی البابی، مصر)

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ابتدا میں میں نے سرکار دو عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وعظ کہنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے میرے منہ میں لعابِ دہن ڈالا۔ بس میرے لئے علوم کے خزانے کھل گئے۔"

(اخبار الاخیار، صفحہ 35، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

اَمامان

غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں جنہیں امامان کہتے ہیں۔ ایک غوث کے داہنے ہاتھ رہتا ہے جس کا نام عبدالمالک ہے اور دوسرا بائیں ہاتھ بیٹھتا ہے اور اس کا نام عبدالرب ہے۔ داہنے ہاتھ والا غوث سے فیض حاصل پاتا ہے اور عالمِ علوی سے افاضہ کرتا ہے بائیں ہاتھ والا بھی غوث سے فیض حاصل کرتا ہے مگر عالمِ سفلی پر افاضہ کرتا ہے۔ صوفیہ کے نزدیک بائیں ہاتھ والے امام کا رتبہ دائیں ہاتھ والے امام سے بلند تر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ غوث کی جگہ جب خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والا ترقی پاتا اور اسکی جگہ دائیں ہاتھ والا مقرر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالَم کون وفساد میں انتظام کرنا اور امن برقرار رکھنا زیادہ مشکل ہے۔ اس عالَم میں معاشرہ اپنی خواہشات غیظ وغضب اور فساد وشر کی وجہ سے سخت انصرام و انتظام کی ضرورت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے یہ وزیر زیادہ مستعد، تجربہ کار اور مضبوط رکھا جاتا ہے۔ اس کی نسبت عالمِ علوی کے احوال زیادہ اصلاح یافتہ ہیں جہاں مشکلات کا سامنا کم ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایک غوث کے انتقال کے بعد درجہ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: "غوث کی جگہ امامین میں سے کسی ایک کو غوث بنا دیا جاتا ہے۔ اور امامین کی جگہ اوتادِ اربعہ سے اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ ابدال سے اور ان کی جگہ تین سو نقباء سے پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۃ المؤمنین سے مامور کر دیا جاتا ہے۔ کبھی اللہ عزوجل کی رحمت جوش میں آتی ہے تو بلحاظ ترتیب کسی کافر کو

بھی مسلمان بنا دیا جاتا ہے اور اس کو ابدال کا مرتبہ دے دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ابدال سے بھی اونچا مرتبہ اسے بخش دیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں اور وزیرِ دستِ راست (دائیں) عبد الرّب اور دستِ چپ (بائیں) عبد الملک ہوتا ہے۔ اس سلطنت میں وزیر چپ وزیرِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ ہوتا ہے۔ غوثِ اکبر و غوث بر الغیاث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیرِ دست چپ تھے اور فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت غوثیت پر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت ہوئی۔ حضرت عمر فاروق جب اس درجہ پر آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درجہ پر فائز ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرتبہ غوثیت عطا ہوا تو امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک سب حضرات مستقل غوث ہوتے گئے۔ اور امام عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقل غوث تھے۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی

آپ کے بعد جتنے غوث ہوئے ہیں اور جتنے ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب حضور
غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت میں ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
تشریف آوری پر انہیں غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔"

(الملفوظات، صفحہ 142، مشتاق بک کارنر، لاہور)

افراد

افراد اس شخصیت کو کہتے ہیں جو غوث سے ترقی کرتا ہے وہ فرد ہو جاتا ہے۔ مقام
فردانیت پر پہنچ کر تصرفات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ غوث عرش سے تحت الثریٰ تک
متصرف ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر مراد باقی نہیں رہتی۔ بعض افراد مقامِ صحو میں ہوتے ہیں
بعض مقامِ سکر میں اور بعض بیک وقت دونوں مقامات پر۔ افراد ترقی کر کے جب فردانیت
میں کامل ہوتے جاتے ہیں تو ان کا رتبہ محبوبیت آجاتا ہے۔ پھر محبوبیت بھی مقبولانِ بارگاہ
میں خاص امتیاز ذات ہوتی ہے۔ حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی اسی مقامِ
محبوبیت کے مالک تھے۔

امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے افراد کے متعلق سوال ہوا تو آپ
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "افراد اجلہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات
میں غوثیت کے بعد فردیت ہے۔ ایک صاحب اجلہ اولیائے کرام سے کسی نے پوچھا کیا
حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی وہ بتا رہے تھے
جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا جب میں قریب آیا تو معلوم ہوا کہ ایک کمبل کے اندر ایک
نور ہے۔ ایک صاحبہ اسے اوڑھے سو رہی ہے۔ میں نے جگا کر کہا اٹھو مشغولِ بخدا ہو! آواز
آئی آپ اپنے کام میں مشغول رہئے مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے۔ حضرت خضر علیہ

السلام نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ تم ولی اللہ ہو۔ کہنے لگی میں بھی مشہور کر دوں گی
کہ تم حضرت خضر علیہ السلام ہو۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہا دعا تو آپ کا حق ہے
میں نے کہا تمہیں کرنی ہوگی۔ کہا" وافر اللہ حظك منه "اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ
زائد کرے۔ پھر کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے کہا یہ تو بتاتی
جاؤ کہ تو کسی مرد کی بیوی ہے؟ کہا ہاں! یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا ان کی تجہیز و تکفین
کے لئے آئی تھی یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا یہ
کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ لوگ افراد ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کون شخص ہے جس کی طرف یہ
رجوع کرتے ہیں؟ فرمایا سید شیخ عبد القادر جیلانی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

آئمہ

یہ ہر دور میں صرف دو ہوتے ہیں تیسرا قطعاً نہیں ہوتا ایک عبد الرب اور دوسرا عبدا
لملک ہوتا ہے۔ قطب کو عبد اللہ کہتے (یہ تینوں صفاتی نام ہیں) اگرچہ ان کے ذاتی نام جو بھی
ہوں۔ یہ دونوں آئمہ قطب کے مرنے کی صورت میں اسکے خلیفہ ہوتے ہیں انہیں وزیر سمجھنا
چاہئے۔ ایک عالم ملکوت کے مشاہدہ میں محو رہتا ہے اور دوسرا عالم ملک تک محدود رہتا ہے۔

اوتاد

یہ صرف چار حضرات ہوتے ہیں کسی دور میں ان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ ان چار
میں سے ایک کے ذریعے اللہ کریم مشرق کی حفاظت فرماتا ہے اور اسکی ولایت مشرق میں
ہوتی ہے، دوسرے کی مغرب میں، تیسرے کی جنوب اور چوتھے کی شمال میں ولایت ہوتی
ہے اور ان معاملات (مشرق، مغرب، شمال، جنوب) کی تقسیم کعبہ سے شروع ہوتی

ہے۔کبھی اوتاد وغیرہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ ان چاروں کے القاب اور صفاتی نام یہ ہیں: عبدالحی، عبدالعلیم، عبدالقادر اور عبدالمرید۔

حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اوتاد کے لئے لازم ہے کہ وہ رات بھر میں سارے جہان کا گشت مکمل کر لیں اور اگر کوئی جگہ ایسی رہ جائے جہاں ان کی نظر نہ پڑے تو دوسرے دن اس جگہ میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ اوتاد اپنے غوث و قطب کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ وہ اپنی قوت اس طرف مبذول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اسی غوث وقطب کی برکت سے جہان کے اس خلل کو دور فرما دیتا ہے۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 332، شبیر برادرز، لاہور)

ابدال

ابدال بدل کی جمع ہے کیونکہ ابدال سات سے کم وبیش نہیں ہوتے اس لیے ان سب کو ابدال کہا جاتا ہے اور ابدال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی جگہ کو چھوڑتے ہیں تو اپنا قائم مقام اس جگہ مقرر کرتے ہیں اور یہ تبدیلی کسی مصلحت وقربت کے پیش نظر ہوتی ہے تو ایسے آدمی کو اپنی جگہ نامزد کرتے ہیں جو بالکل ان کا ہم شکل ہوتا ہے کسی کو بھی یہ شک تک نہیں گزرتا تا کہ یہ اصل نہیں ہیں حالانکہ یہ جانشین ایک روحانی شخصیت ہوتا ہے جو قصداً اور عملاً بدل اپنی جگہ چھوڑ کر جاتا ہے جس ہستی میں بدلنے کی یہ قوت ہو وہ بدل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اقالیم سبعہ (سات) کی حفاظت فرماتے ہیں۔ ہر بدل کی ایک اقلیم ہوتی ہے جہاں اس کی ولایت کا سکہ چلتا ہے۔ پہلا نقشِ پائے خلیل علیہ السلام پر چلتا ہے اور اقلیم اول اس کی تولیت میں ہوتی ہے۔ دوسرا قدم کلیم اللہ علیہ السلام پر، تیسرا قدم ہارون علیہ السلام اور چوتھا قدم حضرت ادریس علیہ السلام پر اور پانچواں قدم یوسف علیہ السلام اور

چھٹا قدم عیسیٰ علیہ السلام پر اور ساتواں آدم علیہ السلام پر چل رہا ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث پاک میں ہے "عن شریح بن عبید قال ذکر اھل الشام عند علی رضی اللہ عنہ وقیل العنھم یاامیرالمومنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلاً کما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلاً ...الخ" یعنی حضرت شریح ابن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس شام والوں کا ذکر ہوا اور عرض کیا گیا کہ ان پر لعنت کیجئے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے وہ حضرات چالیس مرد ہیں جب ان میں کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل اسکی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب، جلد3، صفحہ 1767، المکتب الاسلامی بیروت)

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں: 'اخرج ابن عساکر عن عبد اللہ بن مسعود مرفوعاً ان اللہ تعالیٰ خلق ثلاثمائۃ نفس قلوبھم علی قلب آدم، ولہ اربعون قلوبھم علیٰ قلب موسیٰ، ولہ سبعۃ قلوبھم علیٰ قلب ابراھیم، ولہ خمسۃ قلوبھم علیٰ قلب جبریل، ولہ ثلاث قلوبھم علیٰ قلب میکائیل، ولہ واحد قلبہ علیٰ قلب اسرافیل، کلما مات الواحد ابدل اللہ مکانہ من الثلاثہ، وکلما مات واحد من الثلاثہ ابدل اللہ مکانہ من الخمسۃ، وکلما مات واحد من السبعۃ ابدل اللہ مکانہ من الاربعین، وکلما مات واحد من الاربعین ابدل اللہ مکانہ من الثلاث مائۃ، وکلما مات واحد من الثلاث مائۃ ابدل اللہ مکانہ من العامۃ" ترجمہ: ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ عزوجل نے ۳۰۰ تین سو ولی حضرت آدم

علیہ السلام کے قلب پر،۴۰ چالیس ولی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر، ۷ سات ولی حضرت ابرہیم علیہ السلام کے قلب پر، ۵ پانچ ولی حضرت جبریل علیہ السلام کے قلب پر، ۳ تین ولی حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر، اور ایک ولی حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر پیدا فرمائے ہیں۔ جب بھی وہ ایک فوت ہوجاتا ہے تو ان تین میں سے ایک اسکی جگہ لگا دیا جاتا ہے۔ اور پانچ میں سے ایک ان تین کی جگہ، اور سات میں سے ایک ان پانچ کی جگہ، اور چالیس میں سے ایک ان سات کی جگہ، اور تین سو میں سے ایک ان چالیس کی جگہ، اور کسی صالح مسلمان کو ان تین سو میں شامل کر کے یہ تعداد پوری کر دی جاتی ہے۔ (مرقاة المفاتيح ،كتاب الفتن ،باب أشراط الساعة، جلد8، صفحہ3443 ،دار الفكر بيروت)

ابدال کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے صدقے سے بلائیں ٹلتی اور نعمتیں ملتی ہیں۔
حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالی اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے "يسقى بهم الغيث، وينتصر بهم على الأعداء، ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب"
ترجمہ: انہیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے انہیں کے سبب شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔

(مسند امام احمد ،مسند علي بن أبي طالب، جلد2، صفحہ231 ،مؤسسة الرسالة ،بيروت)

ایک روایت میں ہے "یصرف عن اھل الارض البلاء و الغرق" انہیں کے سبب اہل زمین سے بلائیں اور سیلاب دور ہوتا ہے۔

(ابن عساكر تاريخ دمشق الكبير، جلد1، صفحہ213، دار الكتب العلمية ،بيروت)

سیدی و مرشدی شیخ طریقت امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم عالیہ فیضان سنت میں لکھتے ہیں: ''حضرت سیدنا امام محمد بن علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے بے شک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین کے اوتاد تھے جب سلسلۂ نبوت ختم ہوا تو اللہ تعالی نے امتِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک قوم کو ان کا نائب بنایا جنہیں ابدال کہتے ہیں وہ حضرات (فقط) روزہ نماز اور تسبیح وتقدس میں کثرت کی وجہ سے لوگوں سے افضل نہیں ہوئے بلکہ اپنے حسنِ اخلاق ، ورع وتقویٰ کی سچائی کی اچھائی تمام مسلمانوں سے اپنے سینے کی سلامتی، اللہ عزوجل کی رضا کے لئے حلم، صبر اور دانشمندی، بغیر کمزوری کے عاجزی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے افضل ہوئے ہیں۔ پس وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائب ہیں۔ وہ ایسی قوم ہیں کہ اللہ تعالی انہیں اپنی ذاتِ پاک کیلئے منتخب اور اپنے علم اور رضا کے لئے خاص کر لیتا ہے۔ وہ 40 صدیق ہیں جن میں سے 30 رحمٰن عزوجل کے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے یقین کی مثل ہیں۔ ان کے ذریعے (وسیلے) سے اہل زمین سے بلائیں اور لوگوں سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں ان کے ذریعے سے ہی بارش ہوتی اور رزق دیا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی اسی وقت فوت ہوتا ہے جب اللہ تعالی اسکی جانشینی کے لئے کسی کو پروانہ دے چکا ہوتا ہے۔ وہ کسی پر لعنت نہیں بھیجتے، اپنے ماتحتوں کو اذیت نہیں دیتے، ان پر دست درازی نہیں کرتے، انہیں حقیر نہیں جانتے، خود پر فوقیت رکھنے والوں سے حسد نہیں کرتے دنیا کی حرص نہیں کرتے، دکھاوے کی خاموشی اختیار نہیں کرتے، تکبر نہیں کرتے اور دکھاوے کی عاجزی بھی نہیں کرتے۔

وہ بات کرنے میں تمام لوگوں سے اچھے اور نفس کے اعتبار سے زیادہ پرہیزگار ہیں، سخاوت ان کی فطرت میں شامل ہے، اسلاف نے جن (نامناسب) چیزوں کو چھوڑا ان سے محفوظ رہنا ان کی صفت ہے، ان کی یہ صفت جدا نہیں ہوتی کہ آج خشیت کی حالت

میں ہوں اور کل غفلت میں پڑے ہوں بلکہ وہ اپنے حال پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں، وہ اپنے اور اپنے رب عزوجل کے درمیان ایک خاص تعلق رکھتے ہیں، انہیں آندھی والی ہوا اور بے باک گھوڑے نہیں پہنچ سکتے، ان کے دل اللہ عزوجل کی خوشی (رضا) اور شوق میں آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں پھر (پارہ 28، سورۃ المجادلہ کی) یہ آیت (نمبر 22) تلاوت فرمائی ﴿اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کی جماعت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا اس میں کون سی بات مجھ پر بھاری ہے؟ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے اسے پالیا؟ فرمایا: آپ اس کے درمیانے درجے میں اس وقت پہنچیں گے جب دنیا سے بُغض رکھیں گے اور جب دنیا سے بغض رکھیں گے تو آخرت کی محبت اپنے قریب پائیں گے اور آپ جتنا دنیا سے زہد (بے رغبتی) اختیار کریں گے اتنا ہی آپ کو آخرت سے محبت ہوگی اور جتنا آپ آخرت سے محبت کریں گے اتنا ہی اپنے نفع اور نقصان والی چیزوں کو دیکھیں گے۔ مزید فرمایا: جس بندے کی سچی طلب علم الٰہی عزوجل میں ہوتی ہے اللہ عزوجل اس کو قول وفعل کی درستی عطا فرما دیتا اور اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے۔ اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن مجید) میں موجود ہے پھر (پارہ 14، سورۃ النحل کی) یہ آیت (نمبر 128) تلاوت فرمائی ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔ مزید فرمایا جب ہم نے اس (قرآن مجید) میں دیکھا تو یہ پایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی رضا کی طلب سے زیادہ لذت کسی شے میں حاصل نہیں ہوتی۔ (نوادر الاصول للحکیم الترمذی، ص 168) اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔"

(فیضانِ سنت، صفحہ 432 تا 459، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نقباء

یہ ہر دور میں صرف بارہ نقیب ہوتے ہیں آسمان کے بارہ ہی برج ہیں اور ہر ایک نقیب ایک ایک برج کی خاصیتوں کا عالم ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے ان نقبائے کرام کے ہاتھوں میں شریعتوں کے نازل کیے ہوئے علوم دے دیئے ہیں۔ نفوس میں چھپی اشیاء اور آفاتِ نفوس کا انہیں علم ہوتا ہے۔ نفوس کے مکروفریب کے استخراج پر یہ قادر ہوتے ہیں۔ شیطان ان کے سامنے یوں منکشف ہوتا ہے کہ اس کی ان مخفی قوتوں کو بھی یہ جانتے ہیں جنہیں وہ خود نہیں جانتا۔ ان کے علم کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اگر کسی کا نقشِ پا زمین پر لگا دیکھ لیں تو انہیں اسکے شقی وسعید ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔

نجباء

ہر دور میں آٹھ سے کم وبیش نہیں ہوتے ان حضرات کے احوال سے ہی قبولیت کی علامات ظاہر ہوتی ہیں حالانکہ ان علامات پر ضروری نہیں کہ انہیں اختیار بھی ہو بس حال کا ان پر غلبہ ہوتا ہے اس حال کے غلبہ کو صرف وہ حضرات پہچان سکتے ہیں جو رتبہ میں ان سے اوپر ہوتے ہیں۔

حواری

یہ ہر دور میں صرف ایک ہوتا ہے دوسرا ابھی نہیں ہوتا جب وہ مرتا ہے تو دوسرا اس کا جانشین بنتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ اقدس میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر متمکن تھے حالانکہ یہ دور تلوار کے ذریعے دین کی مدد کرنے والوں کی کثرت کا دور تھا۔ مگر حواری وہ ہوتا ہے جو تلوار اور حجت دونوں کے ذریعے دین کی مدد

کرتا ہے اسے علم، عبادت اور دلیل عطا ہوتی ہے۔ تلوار، شجاعت اور جرأت کا بھی وہ شاہکار ہوتا ہے وہ دین مشروع کی صحت پر دلیل قائم کرنے میں بے پناہ تحری و سعی سے کام لیتا ہے۔

رجبی

ہر دور میں صرف چالیس ہی ہوتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جن پر عظمت الٰہی عزوجل کی عظمت کا حال طاری رہتا ہے۔ انہیں رجبی اس لئے کہتے ہیں کہ اس مقام کا حال رجب کی پہلی تاریخ سے آخری تاریخ تک طاری رہتا ہے پھر یہ کیف و مستی ختم ہوجاتی ہے اگلے سال رجب میں پھر اس حال کا اعادہ ہوتا ہے۔ یہ مختلف شہروں میں بکھرے ہوتے ہیں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں مگر دوسرے سالکانِ راہ سے کم لوگ ہی انہیں پہچان سکتے ہیں۔

ختم

یہ ہر دور میں ساری دنیا میں صرف ایک ہوتا ہے ایسی ہستی پر اللہ تعالیٰ ولایتِ محمدی کا خاتمہ فرماتا ہے۔ اولیائے محمدی میں ان سے بڑی ہستی نہیں ہوتی۔ ایک ختم آخر بھی ہوں گے جن پر آدم علیہ السلام سے لے کر آخری ولی تک کی ولایت ختم ہوگی یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہ ہی خاتم الاولیاء ہیں دورہ فلک کے بھی ہو وہ ختم تھے۔ قیامت کو اسی لئے ان کے دو حشر ہوں گے ایک حشر بحیثیت امت محمدی میں شمولیت کے اور ایک حشر بطور رسول کے۔

رجال الغیب

رجال الغیب وہ اولیاء ہوتے ہیں جو نگاہِ ظاہرین سے پوشیدہ ہوتے ہیں انہیں "مردانِ غیب" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک آن میں زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں چلے جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے انہیں ہواؤں میں اُڑنے کی قدرت عطا کی ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بڑا حصہ رجال الغیب کی تلاش میں گزرا۔ آپ نے کئی رجال الغیب سے ملاقات بھی کی ہے اور رجال الغیب کی زیارت کا طریقہ بھی لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں قطب الاقطاب کو غوث یا غوث اعظم بھی کہتے ہیں وہ کعبۃ اللہ میں قیام فرما ہوتا ہے۔ ابدال اور رجال الغیب جو دنیا بھر کی مخلوقات کی دادرسی کے لئے بحر و بر میں پھیلے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں "طی الارض" (یعنی ایک آن میں زمین کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں چلے جانے کی) قدرت اور کرامت سے نوازا ہوا ہے۔ یہ تمام حضرات فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں قطب الاقطاب کی اقتدا میں ادا کرتے ہیں۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد قطب الاقطاب کی زیرِ نگاہ اوراد مکمل کر کے اطراف و اکناف عالم میں پھیل جاتے ہیں انہیں چونکہ طی الارض کی کرامت حاصل ہے ایک لمحہ میں ساری زمین کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے کعبۃ اللہ سے نکل کر اپنے اپنے مقامات پر فرائض سرانجام دینے لگتے ہیں۔

ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی اتباع میں ان کے قدم بہ قدم چل کر عالمِ شہادت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ وہ نہ تو پہچانے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ان کے وصف بیان کیے جاسکتے ہیں۔ حالانکہ وہ عام انسانی شکل میں رہتے ہیں اور عام انسانوں کے درمیان صبح وشام مصروفِ کار رہتے ہیں۔

ان میں سے ایسے حضرات بھی ہیں جو اپنے مقامات پر متعین ہیں عالَم احساس میں جس انسان کی شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں لوگوں کو پردہ غیب سے پیچھے کی خبریں دیتے ہیں۔ پوشیدہ امور سے بعض اوقات پردہ اُٹھا دیتے ہیں اور پھر ان میں سے ایسے حضرات بھی ہیں جو تمام کائنات ارضی پر پھرتے رہتے ہیں۔ لوگوں سے اپنا تعارف کراتے ہیں اور پھر آنا فانا غائب ہو جاتے ہیں۔ ان سے باتیں کرتے ہیں، انکی مشکلات کا حل بتاتے ہیں، ان کے مسائل کا جواب دیتے ہیں اور جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں اور سمندروں میں قیام کرتے ہیں۔ ایسے حضرات میں سے قوی تر حضرات شہروں میں بھی قیام کرتے ہیں۔ صفاتِ بشری کے ساتھ صبح و شام بسر اوقات کرتے ہیں۔ آبادیوں میں اعلیٰ مکانات میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ احباب کی شادی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اپنے معاملات میں شریک کرتے ہیں۔ بیمار پڑتے ہیں تو اپنے حلقہ احباب سے عیادت کرواتے ہیں۔ علاج کرواتے ہیں، اولاد و اسباب، احوال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگوں کی دشمنیوں، بدگمانیوں، ایذا رسانیوں اور حسد و بغض کے اثرات برداشت کرتے ہیں۔ مگر اللہ عزوجل ان کے حسن احوال اور کمالاتِ باطنی کو اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ صاحبانِ نظر ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ صاحبانِ احوال ان کی زیارت کو آتے ہیں۔

تمام اہل نظر حضرت خضر علیہ السلام کو اولیائے ظواہر کے ساتھ ساتھ اولیائے مستورین یعنی رجال الغیب کا بھی قائد تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت خضر علیہ السلام کو "سید القوم" تسلیم کیا ہے۔ رجال الغیب میں بھی قطب و ابدال ہوتے ہیں چنانچہ شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خضر کے ساتھ ہر وقت دس رجال الغیب رہتے ہیں اور یہ دس حضرات ابدال و

اقطاب کے درجہ کے ہوتے ہیں۔

سید عبد القادر اربلی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبد القادر میں لکھا ہے کہ جس دن سیدنا عبد القادر جیلانی نے بغداد میں "قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ" (یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے) کا اعلان فرمایا تو آپ نے مشرق و مغرب میں بسنے والے اولیاء کرام کے علاوہ رجال الغیب پر بھی نگاہ ڈالی اور ان سب کو دعوت دی جب آپ کی خلعت سے نوازا جا رہا تھا ساری دنیا میں جتنے رجال الغیب تھے ہاتھ باندھے بغداد کے اردگرد کھڑے تھے۔ بغداد سے کئی سو میل تک ان رجال الغیب کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ رجال الغیب کے کئی قافلے اُڑتے اُڑتے مشرق و مغرب سے چلے آ رہے تھے۔ لاکھوں رجال الغیب آسمانوں پر قطار در قطار ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ حضرت شیخ ابو سعید قیلوی فرماتے ہیں کہ میں اس موقع پر عراق میں موجود تھا مجھے سیدنا عبد القادر جیلانی کی اس مجلس میں شرف باریابی حاصل تھا۔ میں نے دیکھا کہ اولیائے ظاہرین کے علاوہ اتنے رجال الغیب آئے ہوئے تھے کہ زمین پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک دیکھا تو بے شمار رجال الغیب کھڑے ہیں اور ان کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ مجلس ختم ہونے کے بعد دعوت کے اختتام پر سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سارے مجمعے پر ایک نگاہ ڈالی تو کوئی ولی اللہ یا رجال الغیب ایسا نہ تھا جسے جانے سے پہلے فیضانِ غوثیہ سے حصہ نہ دیا گیا ہو۔

(ملخص، رجال الغیب، صفحہ 41، مکتبہ نبویہ، لاہور)

قلندر

صوفیہ کے ہاں قلندر کا مقام بہت بلند مانا گیا ہے۔ قلندر حالات و مقامات اور

کرامات سے تجاوز کرتا چلا جاتا ہے۔ عالَم سے مجرد ہو کر اپنے آپ کو گم کر دیتا ہے۔ جب ایک صوفی منتہی اپنے مقاصد کو پالیتا ہے تو قلندر کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ قلندر عام طور پر حالتِ سکر میں رہتا ہے۔ شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت میں ہے: ''قلندر کسی خاص وضع کا پابند نہیں ہوتا اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اسکا حال جانے یا نہ جانے وہ تو صرف اپنی خوش دلی میں مگن رہتا ہے اور وہی اس کا کل سرمایہ ہے۔''

(شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت، صفحہ492، اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ)

بعض علماء و مشائخ کے نزدیک قلندر کی کوئی حقیقت نہیں ہے انکا نظریہ ہے کہ یہ موجودہ دور کے لوگوں کی ایجاد ہے۔ لیکن امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ملفوظات میں تین قلندروں کا واقعہ بیان کیا ہے اسی طرح دیگر کتابوں میں اس کی اصطلاح موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اصطلاح موجودہ دور کی ایجاد نہیں ہے۔ موجودہ دور میں بھی اہلسنت کے کئی بزرگ قلندریہ سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ موجودہ دور میں بدمذہب فرقہ کے لوگ اپنے آپ کو قلندری ظاہر کرتے ہیں ان سے بچا جائے۔ انکی نشانی یہ ہوگی کہ وہ گستاخ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہوں گے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں مبالغہ کرنے والے ہوں گے۔ داڑھی، نماز، روزہ اور احکام شریعت سے کوسوں دور ہوں گے۔

مکتومان

یہ حضرات چار ہزار کی تعداد میں ہوتے ہیں یہ لوگ اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے۔ ان پر اپنا حال آشکار نہیں ہوتا۔ ان میں علماء و مشائخ ہوتے ہیں جو لوگوں کی ظاہری اصلاح کرتے ہیں لوگوں کو شریعت کے احکام بتاتے ہیں لہٰذا ہر سنی عالم کا احترام اس لحاظ سے بھی

لازم ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ مکتومان میں سے ہو۔ اگر کوئی عالم نہیں مگر لوگوں کی خدمت، عابد ہے وہ بھی مکتومان میں سے ہوسکتا ہے۔

مجدد

ہر صدی کے ختم ہوتے ہوتے علماء امت دنیا سے پردہ کرتے جاتے ہیں اور دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں، بدمذہبی و بدعت، بے حیائی، سنتوں سے دوری ہونے لگتی ہے۔ اس وقت دین کی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایسے بندے کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کرتا ہے اس کو مجدد کہا جاتا ہے۔

مجدد کے ثبوت کے متعلق صحیح حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من بعد ذلھا دینھا" ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر اوائل صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سر نو نیا کر دے گا۔

(ابو داؤد، حاکم فی مستدرک، البیھقی، ترمذی)

تجدید دین کے یہ معنی ہیں کہ ان میں ایک صفت یا چند صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ کو دینی فائدہ ہو اور اس دور میں اس کی ضرورت ہو جیسے تدریس، وعظ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہل حق کی امداد، سنتوں کو عام کرنا ہو۔ یہ ضروری ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ، عالم فاضل، علم و فنون کا جامع، علماء و مشائخ زمانہ میں مشہور ہو، بے لوث حامی دین، حق کہنے میں کوئی خوف نہ کرتا ہو، دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی لالچ نہ ہو، متقی و پرہیزگار شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ ہو۔

مجدد کی نشانیوں میں سے ہے کہ جس صدی میں پیدا ہوا اس کے خاتمہ اور جس

صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں مشہور و معروف ہو۔ مجدد ہر صدی میں ضروری نہیں کہ صرف ایک ہی ہو بلکہ ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں۔

بعض کتب میں مجددین کے ناموں میں فرق ہے کسی نے کسی کو مجدد مانا ہے مگر دوسرے اہل علم نے اسکے علاوہ دوسرے کو مانا ہے۔ علماء کرام کے اس قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ ایک وقت میں کئی مجدد ہو سکتے ہیں راقم نے جس صدی میں جس ذات کو کسی نے مجدد تسلیم کیا اُس کا نام لکھ دیا ہے۔

(1) پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(2) دوسری صدی کے مجدد امام شافعی اور امام حسن بن زیاد رحمہما اللہ تھے۔

(3) تیسری صدی کے مجدد قاضی ابوالعباس ابن شریح شافعی امام ابوالحسن اشعری اور محمد بن جریر طبری رحمہما اللہ تھے۔

(4) چوتھی صدی کے مجدد ابو بکر الباقلانی ، ابو الطیب صعلوکی اور امام ابوالحامد اسفرائی رحمہم اللہ تھے۔

(5) پانچویں صدی کے مجدد امام قاضی فخر الدین حنفی اور امام غزالی رحمہما اللہ تھے۔

(6) چھٹی صدی کے مجدد امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(7) ساتویں صدی کے مجدد امام تقی الدین رفیق العبد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(8) آٹھویں صدی کے مجدد زین الدین عراقی ، علامہ شمس الدین جزری ، سراج الدین بلقینی رحمہم اللہ تھے۔

(9) نویں صدی کے مجدد امام جلال الدین سیوطی اور علامہ شمس الدین سخاوی

رحمہما اللہ تھے۔

(10) دسویں صدی کے مجدد شہاب الدین رملی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ تھے۔

(11) گیارہویں صدی کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، میر عبدالواحد بلگرامی رحمہم اللہ علیہم تھے۔

(12) بارہویں صدی کے مجدد سلطان ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب بہادر عالم گیر بادشاہ ، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی ، شیخ غلام نقشبند لکھنوی ، قاضی محب اللہ بہاری رحمہم اللہ تھے۔

(13) تیرہویں صدی کے مجدد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(14) چودہویں صدی کے مجدد امام اہلسنت حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(15) پندرہویں صدی جو جاری ہے اس میں ویسے تو ہر کوئی اپنے پیر کو مجدد سمجھتا ہے لیکن علماء نے مجدد کی یہ تعریف ارشاد فرمائی ہے کہ اس دور کے کثیر علماء جس کو مجدد قرار دیں وہی مجدد ہے۔ موجودہ دور میں جو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تعلیمات کو عام کرنے والا ہو وہی مجدد ہے۔ کیونکہ اس دور میں باطل فرقے خود کو اہل سنت ثابت کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس دور میں صحیح سنی وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت پر ہے۔ لہٰذا اس صدی میں تعلیمات اعلیٰ حضرت کو عام کرنا بہت ضروری ہے۔ کئی صلح کلی مجدد بنے بیٹھے ہیں جبکہ صلح کلیت اس صدی کا بڑا فتنہ ہے۔

فصل سوم: اولیاء اللہ کے اوصاف

ولی کے اوصاف یہ ہیں کہ وہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے ہمیشہ دور ہے، مکروہ تنزیہی، خلافِ سنت اور خلافِ اولیٰ سے بچتا رہے، تمام فرائض اور واجبات پر دوام کرے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر پابندی سے عمل کرے، نفلی عبادات کو دوام اور استمرار کے ساتھ ادا کرے اور جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کی صفات جمال اور جلال میں ڈوبا ہو، کبھی خوف سے لرز براندام ہو اور گردوپیش سے بیگانہ ہو اور کبھی شوق کی وارفتگی میں خود اپنا بھی ہوش نہ رہے۔ انہیں عام مسلمانوں کی بہ نسبت سب سے زیادہ اللہ عزوجل کی معرفت ہو اور ان کا دل نورِ معرفت سے اس طرح مستغرق ہو کہ جب وہ دیکھے تو اللہ عزوجل کی قدرت کے دلائل دیکھے، اور جب وہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا کلام اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور انکی نعتیں سنے اور جب وہ گفتگو کرے تو اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گفتگو کرے، ان کا عمل بھی اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں ہو اور ان کا ہدف اور نصب العین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ہو۔

وہ رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر اللہ عزوجل کو یاد کرتا ہو، قیامت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب کو سامنے تصور کرکے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہوں اور آنسوؤں کے وضو سے خوفِ خدا عزوجل میں ڈوب کر راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہو اور گڑگڑاتے ہوئے نالہ نیم شب میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہو، یہ مضمون قرآن مجید کی ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ

الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔

(سورۃ الفرقان سورت 25، آیت 63، 64)

﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ صبر والے اور سچے اور ادب والے اور راہِ خدا میں خرچنے والے اور پچھلے پہر سے معافی مانگنے والے۔

(سورۃ آل عمران سورت 3، 16، آیت 17)

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ○ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے، بیشک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔ وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

(سورۃ الذریات سورت 51، آیت 15 تا 18)

﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہیں۔

(سورۃ الزمر سورت 39، آیت 18)

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے، اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

(سورۃ الزمر، سورت 39، آیت 23)

﴿وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ . وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

(سورۃ الشوریٰ، سورت 42، آیت 37، 38)

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے اور ہمارے دیے ہوئے سے کچھ خیرات کرتے ہیں۔

(سورۃ السجدہ، سورت 32، آیت 16)

اولیاء اللہ کے اوصاف میں ایثار، مجاہدات وعبادات کی کثرت، صلہ رحمی،

درگزر، ظاہری وباطنی گناہوں سے بچنا، خواہشات نفس کی پیروی نہ کرنا وغیرہ سب ہے ان پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن اختصار کے ساتھ چند اولیاء اللہ کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے کرام کے اوصاف حمیدہ کرتذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں صوفی وہ ہے کہ جب بات کرے تو اس کا بیان اپنے حال کے حقائق کے اظہار میں ہو۔ مطلب یہ کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں کہتا جو خود اس میں موجود نہ ہو اور جب خاموش رہے تو اس کا معاملہ اور سلوک اسکے حال کو ظاہر کرے اور علائق سے کنارہ کشی اسے حال پر ناطق ہے یعنی اسکا بولنا بوقت کلام اصول طریقت پر صحیح ہو اور اس کا کردار بوقت سکوت مجرد محض ہے اور یہ دونوں حالتیں درست ہوں۔ جب بولے تو اسکی ہر بات حق اور جب خاموش رہے تو اسکا ہر فعل فقر ہو۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صوفیائے کرام کا گروہ وہ ہے جن کی زندگیاں کدورت بشری سے آزاد اور آفت نفسانیہ سے پاک وصاف ہو کر آرزو اور تمناؤں سے بے نیاز ہوگئی ہیں۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے حضور بلند درجے اور صفت اول میں آرم گستر ہیں اور ماسوائے اللہ کے سب سے قطعاً کنارہ کش ہو چکے ہیں۔'' یہ بھی فرماتے ہیں ''صوفی وہ ہے جس کے قبضہ میں کچھ نہ ہو اور نہ خود کسی کے قبضہ میں ہو۔'' یہ عبارت عین فنا کی ہے کہ فانی الصفت نہ مالک ہوتا ہے نہ مملوک۔ کیونکہ صحت ملک موجودات پر درست آتی ہے۔ اس قول شریف کا مطلب یہ ہے کہ صوفی دنیوی ساز وسامان اور اخروی زیب وزینت میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود بھی تو کسی کی ملکیت میں ہے۔ وہ اپنے نفس کے حکم کا پابند نہیں ہوتا ہے اسلئے کہ غیر کی خواہش وارادہ کے غلبہ سے

وہ خود کو گھلا چکا ہوتا ہے۔

حضرت ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ اس کا باطن اس کے قدم کے ساتھ برابر ہو۔ مطلب یہ کہ دل مکمل طور پر حاضر رہے۔

مشائخ متاخرین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ فقیر وہ نہیں جو ساز و سامان سے خالی ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل آرزو و تمنا سے خالی ہو۔“

(کشف المحجوب، صفحہ 46، شبیر برادرز لاہور)

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صوفی وہ ہے کے جس کی برکت سے تمام چیزیں صفائی حاصل کریں اور اس صوفی کو کوئی چیز تاریک نہ بنائے۔“

(اسرار الاولیاء، صفحہ 168، مکتبہ فریدیہ جناح روڈ، ساہیوال)

مفتی محمد امین دامت برکاتہم العالیہ مقالات امینیہ میں لکھتے ہیں: ”زاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہر شے سے کنارہ کش رہے۔ آگے بڑھنے والوں میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف آگے بڑھے۔ توانا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے قوت کا طالب ہو۔“

(مقالات امینیہ، حصہ 4، صفحہ 114، ادارہ تبلیغ الاسلام، فیصل آباد)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی رعلیہ رحمۃ اللہ الہادی ولی کے بارے میں فرماتے ہیں: ”ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قربِ الٰہی عزوجل حاصل کرے اور اطاعتِ الٰہی عزوجل میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائل قدرتِ الٰہی عزوجل کو دیکھے اور جب سنے اللہ عزوجل کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قربِ الٰہی ہو اللہ عزوجل کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل

سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفت اولیاء کی ہے بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اسکا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقادِ صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قربِ الٰہی عزوجل اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ عزوجل یاد آئے یہی طبری کی حدیث بھی ہے۔ ابن زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ یعنی ایمان و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے محبت کریں اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہیں جو اطاعت سے قرب الٰہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے انکی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ عزوجل کفیل ہو اور وہ اس کا حقِ بندگی ادا کرنے اور اسکی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہوگئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کردی گئی ہے جسے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتی ہیں۔ ولایت کے درجے ہیں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل و شرف رکھتا ہے۔“

(تفسیر خزائن العرفان، صفحہ 279، قدرت اللہ کمپنی، لاہور)

ایثار

ایثار کرنا بھی اولیاء اللہ کے اوصاف میں سے ایک عظیم صفت ہے۔ ابو یزید

بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی غالب نہ آیا جس طرح کہ بلخ کا ایک نوجوان۔وہ ہمارے پاس حاجیوں کے لباس میں آیا اور مجھ سے پوچھا اے ابو یزید! زہد کی کیا تعریف ہے آپ کے نزدیک؟ میں نے کہا کہ جب ہم نہیں پاتے صبر کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو کھالیتے ہیں۔جواب دیا کہ یہ تو ہمارے بلخ کے کتوں کی حالت ہے۔میں نے کہا کہ تمہارے نزدیک زہد کی کیا تعریف ہے؟ جواب دیا کہ جب ہمیں نہیں ملتا شکر کرتے ہیں اور جب ملتا ہے تو (ایثار کرتے) دوسروں کو دے ڈالتے ہیں۔

(سبع سنابل، صفحہ 195، فرید بک سٹال، لاہور)

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک روز مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔شہر بھر میں مچھلی تلاش کرائی مگر نہ ملی۔چند روز بعد مجھے مچھلی مل گئی۔میں نے باورچی کو تیار کرنے کا حکم دیا پھر جب میں نے ان کے روبرو پیش کی تو مچھلی دیکھتے ہی ان کی پیشانی پر خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔اسی وقت ایک سائل ان کے دروازے پر آگیا انہوں نے حکم دیا کہ یہ مچھلی سائل کو دے دی جائے۔غلام نے کہا آقا! آپ اتنے دن سے مچھلی کی تلاش میں تھے آپ کو اس کی خواہش تھی۔آپ اسے کیوں دے رہے ہیں سائل کو کوئی اور چیز دے دیتا ہوں۔فرمایا اے غلام اب اس کا کھانا مجھ پر حرام (تصوفانہ طور پر نہ فقہی طور پر) ہے کیونکہ میرے دل میں اسکی خواہش نہیں رہی۔ اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ایما امری یشتھی شھوۃ فرد شھو تہ و اثر الا خرۃ علی نفسہ غفرلہ" ترجمہ: جس آدمی کے دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہو اور وہ چیز اسے مل جائے پر وہ اس سے ہاتھ کھینچ لے اپنے آپ پر دوسرے کی ترجیح دے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس ایثار پر بخش دے گا۔

(کشف المحجوب، صفحہ 275، شبیر برادرز، لاہور)

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے چار سو سال تک عبادت کی۔ایک دن اس نے کہا اے خدا! اگر اس پہاڑ کو پیدا نہ کیا ہوتا تو لوگوں کے آنے جانے اور سفر و سیاحت کرنے میں بہت آسانی ہوتی۔اس زمانہ کے نبی علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تم فلاں عابد کو بتادو کہ ہماری ملکیت میں تجھے تصرف کرنے اور رائے دینے کا کوئی حق نہیں، اب چونکہ تو نے یہ گستاخی و جرأت کی ہے تو سن کہ تیرا نام نیک بختوں کی فہرست سے خارج کر کے نافرمانوں اور بدبختوں کی فہرست میں لکھتا ہوں۔عابد کے دل میں سن کر خوشی ہوئی اور فوراً سجدہ شکر میں گیا نبی علیہ السلام نے کہا کہ او نادان! شقاوت و بدبختی پر سجدہ شکر واجب نہیں ہوتا۔عابد نے کہا میرا شکر شقاوت پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ میرا نام اللہ تعالیٰ کے کسی دیوان میں تو ہے۔لیکن اے اللہ عزوجل کے نبی علیہ السلام! میری ایک حاجت خدا کی بارگاہ میں پیش کردو۔نبی نے فرمایا کہو کیا ہے؟ اس نے کہا خدا تعالیٰ سے عرض کرو کہ جب تو نے میرے لئے دوزخ میں جانا مقرر کر دیا ہے تو اتنا کرم کر مجھے ایسا بنا دے کہ تمام موحد گنہگاروں کے بدلے صرف میں ہی گنہگار ٹھہروں تاکہ وہ سب جنت میں جائیں۔فرمان الٰہی عزوجل ہوا کہ اس عابد سے کہہ دو تیرا یہ امتحان تیری ذلت کے لئے نہیں تھا بلکہ لوگوں کے سامنے تیرے ایثار کے اظہار کے لئے تھا۔اب روز قیامت تو جس کی شفاعت کرے گا میں ان سب کو جنت میں بھیج دوں گا۔

(کشف المحجوب، صفحہ 278، شبیر برادرز، لاہور)

ایثار یہی ہے کہ اپنی فکر چھوڑ کے دوسروں کا خیال رکھا جائے۔حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حکایت کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "تیس سال سے استغفار میں صرف اس بات سے اللہ کی معافی چاہ رہا ہوں کہ ایک بار میں نے "الحمد للہ" کہا تھا۔جب پوچھا گیا کہ یہ کیوں؟ تو فرمایا: بغداد میں آگ لگ گئی مجھے ایک آدمی ملا اس نے کہا تمہاری

دکان بچ گئی۔ اس پر میں نے الحمد للہ کہا۔ لہٰذا اب میں اسی لفظ کے کہنے پر تیس سال سے
نادم ہوں اس لئے کہ میں نے مصیبت میں جس میں مسلمان مبتلا تھے اپنے نفس کے لئے
بھلائی چاہی۔"
(رسالہ قشیریہ ،صفحہ130،ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد)

حسنِ اخلاق

اولیاء اللہ حسن اخلاق کے پیکر ہوتے ہیں نہ صرف ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک
سے پیش آتے ہیں بلکہ جو ان کا مخالف ہو انکے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے ہیں۔ ایک شخص
حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا منکر تھا۔ روزانہ آپ کی
شکایتیں اور برائیاں کرتا رہتا اور کہتا کہ یہ شخص اپنے آپ کو سلطان المشائخ کہلواتا ہے اور
خود کو درویش مشہور کر رکھا ہے حالانکہ نہ اسے مقامِ مشیخت کی خبر ہے اور نہ اس میں درویشی کا
کائی اثر اس کا سکہ بالکل کھوٹا ہے اور خود دیانت اور امانت سے بے بہرہ ہے۔ اسی قسم کی
بیہودگیاں بکتا رہتا مگر حضرت سلطان المشائخ اس کی گزراوقات کے لائق کچھ نہ کچھ روانہ
فرماتے اور اس کے اہل وعیال کا نفقہ اسے عنایت فرماتے۔ اسی حال پر مدت دراز گزر
گئی آخر ایک روز اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ اے ناانصاف مرد! اس درویش پر تیرا کوئی
حق بھی نہیں پھر بھی وہ ہر روز تیرے ساتھ بخشش کرتے ہیں اور تو ان کے ساتھ بیہودگی سے
پیش آتا ہے اور انہیں برا بھلا کہتا رہتا ہے یہ کونسی مسلمانی ہے؟ وہ شخص آپ کو برا بھلا کہنے
سے خاموش ہو گیا اور زبان درازی سے باز رہا۔ اس روز حضرت سلطان المشائخ نے اس
کے پاس کچھ نہ بھیجا تو وہ شخص حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا
کہ مخدوما! میں جب تک آپ کو برائی اور بدی سے یاد کرتا رہا اور آپ پر طعنہ زنی کرتا رہا
آپ ہمیں نقد روانہ فرماتے رہے کہ بال بچوں کے لئے کافی ہو جاتا اور جب میں اپنی

بیہودگی سے باز آیا اور میں نے پشیمان ہو کر زبان روک لی تو آپ نے کچھ بھی روانہ نہ کیا اور
نہ کچھ عنایت فرمایا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ جب تو مجھے
بدی اور برائی سے یاد کرتا اور خواہ مخواہ تو مجھے جفا کار اور احمق کہتا رہتا میرے گناہ معاف
ہوتے اور میں گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا۔ تو تو میرا مزدور تھا میں تجھے مزدوری بھیج
دیتا۔ اب جب تو اس سے باز آیا اور مجھے میرے گناہوں سے پاک نہیں کرتا تو اب تجھے کس
کام کی اجرت دوں۔
(سبع سنابل ،صفحہ145،فرید بک سٹال ،لاہور)

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ کے پاس ایک عورت کوئی مسئلہ پوچھنے آئی تو اتفاق
سے اس کی ریح خارج ہو گئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ زور
سے بات کہو اور یہ ظاہر کیا کہ میں اونچا سنتا ہوں۔ پھر اس نے بلند آواز سے مسئلہ پوچھا تو
آپ نے جواب دے دیا مگر درحقیقت آپ بہرے نہیں تھے بلکہ عورت کی شرمندگی رفع
کرنے کے لئے جان بوجھ کر بہرے بن گئے تھے۔ اور جب تک وہ عورت حیات رہی آپ
مسلسل بہرے بنے رہے اسی مناسبت سے آپ کو اصم (جو سُن نہ سکتا ہو) کہا جاتا ہے۔
(تذکرۃ الاولیاء ، صفحہ164، ضیاء القرآن، لاہور)

حِلم اور بُردباری

اپنے غصے پر کنٹرول کر کے مخالف کے عمل سے درگزر کرنا بھی اولیاء اللہ کی صفت
ہے۔ حضرت سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم نور
مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک بندہ حلم یعنی
بردباری کے ذریعے دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے کا درجہ پالیتا
ہے۔"
(الترغیب والترہیب ، جلد 2،صفحہ 323، ضیاء القرآن ،لاہور)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "بیہقی میں ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لونڈی آپ کو وضو کرانے کے لئے بھرا لوٹا لائی اس کے ہاتھ سے وہ لوٹا آپ پر گر گیا اور آپ زخمی ہو گئے، آپ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا، وہ بولی ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ﴾ آپ نے فرمایا "میں نے غصہ پی لیا" وہ بولی ﴿وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾ آپ نے فرمایا "میں نے معاف کیا، رب تجھے معافی دے" وہ بولی ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ آپ نے فرمایا "جا تو فی سبیل اللہ آزاد ہے۔" اسی کے قریب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے، کہ آپ کے خادم کے ہاتھ سے آپ کے سر پر شوربہ گر گیا، آپ کو ناگوار گزرا، تو خادم نے یہی آیت پڑھی، آپ نے فرمایا "تجھے معاف کرتا ہوں، آزاد کرتا ہوں اور تیرا نکاح اپنی فلاں لونڈی سے کرتا ہوں اور تم دونوں کا خرچ تا زندگی میرے ذمہ ہے۔"

(تفسیر نعیمی، جلد 4، صفحہ 209، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی خدمت میں ایک بار جب ڈاک پیش کی گئی تو بعض خطوط میں آپ کو برا بھلا کہا گیا تھا۔ معتقدین برہم ہوئے کہ ہم ان لوگوں کے خلاف مقدمہ دائر کریں گے۔ امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ارشاد فرمایا: "جو لوگ تعریفی خطوط لکھتے ہیں پہلے ان کو جاگیریں تقسیم کر دو، پھر گالیاں لکھنے والوں پر مقدمہ دائر کر دو۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ 143، مکتبہ نبویہ، لاہور)

کہتے ہیں کہ کسی شخص نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی تجھے تھپڑ مار سکتا ہوں لیکن نہیں مارتا۔ اور اس پر بھی قادر ہوں کہ خلیفہ کے روبرو تیری شکایت کروں مگر میں نہیں کرتا۔ مجھے اس پر بھی قدرت ہے کہ صبح کے وقت

خدائے قدوس کے دربار میں فریاد کروں لیکن میں فریاد بھی نہ کروں گا۔ مجھے یہ بھی آسان ہے کہ قیامت میں مقابلہ کی کمر باندھوں اور تجھ سے اپنا انصاف چاہوں مگر یہ بھی نہ کروں گا بلکہ جب میری بخشش ہوئی اور میری سفارش قبول کی گئی تو بغیر تیرے جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

(سبع سنابل، صفحہ 284، فرید بک سٹال، لاہور)

نقل ہے کہ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پانچ مرتبہ زہر دیا گیا مگر کچھ اثر نہ ہوا مگر چھٹی مرتبہ ان کو جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ اے بھائی! جس نے آپ کو زہر دیا ہے اسے جانتے بھی ہو؟ فرمایا ہاں جانتا ہوں۔ عرض کیا کہ پھر مجھے بتلا دیجئے کہ اگر آپ کی وفات ہو جائے تو میں اس سے بدلہ لے سکوں اور اسے قصاص تک پہنچاؤں۔ فرمایا کہ اے بھائی کسی کے عیب کھولنا ہمارے خاندان کو زیبا نہیں اس لئے کہ ہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی قسم اگر وہ مجھے بخش دے اور جنت میں جانے کا حکم فرمائے تو میں جنت میں نہ جاؤں گا جب تک اسے اپنے ساتھ نہ لے لوں۔

(سبع سنابل، صفحہ 286، فرید بک سٹال، لاہور)

آزمائش پر ثابت قدم رہنا

اولیاء اللہ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ آزمائش پر ثابت قدم رہتے ہیں کیونکہ وہ آزمائش کو امتحان سمجھتے ہیں۔ اللہ عزوجل رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے۔ رحمت شانِ جمال ہے اور قہر شان جلال۔ دوستوں کو انواع نعمت سے نوازنا ان کے لئے بہشت اور اس کی خوبیاں آراستہ فرمانا انہیں اپنی رضا و دیدار سے بہرہ مندی بخشنا تجلی شانِ جمال ہے۔ دشمنوں کو اقسام عذاب کی سزا دینا ان کے لئے دوزخ اور اس اکی سختیاں مہیا فرمانا انہیں

اپنے غضب وحجاب میں مبتلا کرنا تجلی شان جلال ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ نعمت وراحت و آفت ہے انہیں دونوں شانوں کی تجلی سے ہے۔ کبھی یہ شانیں ایک دوسرے کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہیں مثلاً دنیا میں اپنے محبوبوں کیلئے بلا بھیجنا کہ (حدیث پاک ہے) "اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل" (ترجمہ) تمام لوگوں سے بڑھ کر تکلیفیں نبیوں پر آئیں پھر ان سے کم درجہ والوں پر پھر ان سے کم درجہ والوں پر۔ بظاہر شانِ جلال ہے اور حقیقۃً شانِ جمال کہ اس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں پاتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ترجمہ: اسے اپنے لئے بُرا نہ جانو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

(القرآن، سورت 24، آیت 11)

کفار کو کثرت مال وغیرہ دنیا کی راحتیں دینا بظاہر شانِ جمال ہے اور در حقیقت شانِ جلال ہے کہ اس کے سبب وہ اپنی غفلت وگمراہی کے نشے میں پڑے رہتے ہیں اور ہدایت کی توفیق نہیں پاتے۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ترجمہ: کافر کا خیال کہ یہ ڈھیل جو ہم انہیں دے رہے ہیں کچھ ان کے لئے بھلی ہے یہ ڈھیل تو ہم اس لئے دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں پڑیں اور ان کے لئے ذلت کی مار ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 596 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حدیث شریف میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے "اذا کثرت ذنوب العبد ولم یکن له مایکفرها من العمل ابتلاه الله بالحزن لیکفرها" یعنی جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے پاس گناہ مٹانے والا عمل نہیں ہوتا تو اللہ اسے غم میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کے گناہ مٹا دے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ

اس حدیث کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: "طبرانی اور حاکم کی روایت میں ہے کہ اللہ غمگین دل کو پسند کرتا ہے اسی لئے صوفیاء فرماتے کہ رنج وغم میں درود شریف پڑھو کیونکہ اکثر رنج وغم گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں اور درود شریف کی برکت سے گناہ مٹتے ہیں۔ جب گناہ گئے تو ان کا سامان یعنی رنج وغم بھی گیا۔"

(مراۃ شرح مشکوۃ، جلد 2، صفحہ 414، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

دوسری روایت میں ہے "قال ان الرب سبحانه و تعالی یقول و عزتی و جلالی لا اخرج احد من الدنیا ارید اغفر له حتی استوفی کل خطیئة فی عنقه بسقم فی بدنه و اقتار فی رزقه" ترجمہ: سرکار صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رب تبارک و تعالی فرماتا ہے مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جسے بخشنا چاہوں گا تو اسے دنیا سے نہ نکالوں گا حتی کہ اس کی گردن سے سارے گناہ، جسمانی بیماری اور رزق کی تنگی کے ذریعہ نکال دوں گا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیث کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی فقیری امیری سے بہتر ہوتی ہے، حدیث پاک میں ہے فقیر امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ مگر یہ جب ہی کہ مومن بیماری اور فقر پر صبر کرے اور اپنے کو گناہوں سے بچائے رکھے۔"

(مراۃ شرح مشکوۃ، جلد 2، صفحہ 415، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

پتہ چلا کہ آزمائشوں ومصیبتوں سے عام لوگوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کی محبت کا امتحان لیا جاتا ہے۔ یہ آزمائش یا تو بیماری، تنگ دستی کی شکل میں ہوتی ہے یا لوگوں کی طعن وتشنیع کی صورت میں۔ پھر جب اولیاء اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں انکے درجات بلند کرتا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے: "ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سفر کر رہے تھے اور راستے میں ایک سپاہی مل گیا

اور اس نے جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر سپاہی کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے دل لگی کرتے ہو۔ وہ آپ کی گردن میں رسی ڈال کر زدو کوب کرتا ہوا آبادی میں لے آیا۔ جب اہل قریہ نے سپاہی سے کہا کہ تم نے یہ کیا ستم کیا یہ تو حضرت ابراہیم بن ادہم ہیں۔ یہ سن کر جب اس نے معافی طلب کی تو فرمایا کہ تو نے ظلم کر کے مجھے جنت کا مستحق بنادیا اس لئے میں تجھے دعا دیتا ہوں کہ تو بھی جنت میں جائے۔ اس کے بعد کسی بزرگ نے اہل بہشت کو خواب میں دیکھا کہ ان کے دامن موتیوں سے لبریز ہیں اور جب ان بزرگ نے سوال کیا تو بتایا گیا کہ ایک ناواقف نے حضرت ابراہیم بن ادہم کا سر پھوڑ دیا تھا اور ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ جب وہ داخل بہشت ہوں تو ان پر موتی نچھاور کیے جائیں۔"

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 75، ضیاء القرآن، لاہور)

کشف المحجوب میں ہے: حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ کبھی آپ نے اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں دو مرتبہ۔ ایک مرتبہ جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی بڑھ گئے تھے ایسی حالت تھی کہ کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا جری تھا کہ وہ میرے پاس آکر سر کے بال نوچنے لگا اور مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس خراب لباس اور شکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک کہ میری یہ مسرت بایں سبب انتہا کو پہنچی کہ وہ مسخرہ اٹھا اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔ اور دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ میں ایک گاؤں میں تھا اور وہاں شدید بارش ہوئی سردی کا موسم تھا گدڑی بھیگ گئی اور ٹھنڈک نے بے حال کر دیا میں نے مسجد کی طرف رخ کیا لوگوں نے وہاں ٹھہرنے نہیں دیا دوسری مسجد کی طرف گیا وہاں بھی

امان نہ ملی۔ پھر تیسری مسجد کی طرف گیا وہاں بھی یہی سلوک ہوا۔ سردی میری قوت برداشت سے باہر ہوگئی آخر کار میں حمام کی بھٹی کے آگے آیا اور اپنے دامن کو آگ پر پھیلا دیا اس کے دھوئیں سے میرے کپڑے اور چہرہ سیاہ ہوگیا اس رات میں اپنی مراد کو پہنچا۔

سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ مجھے بھی ایک مشکل درپیش آئی میں نے اس مشکل سے خلاصی پانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس سے قبل بھی مجھ پر ایسی ہی مشکل پڑی تھی تو میں نے حضرت شیخ سیدنا بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دی تھی اور میری وہ مشکل آسان ہوگئی تھی۔ اس مرتبہ بھی میں نے ارادہ کیا کہ وہاں حاضری دوں۔ بالآخر تین ماہ تک مزار مبارک پر چلہ کشی کی تاکہ میری یہ مشکل حل ہو جائے۔ ہر روز تین مرتبہ غسل اور تیس مرتبہ وضو کرتا اس امید پر کہ مشکل آسان ہو مگر پریشانی دور نہ ہوئی خراسان کے سفر کا ارادہ کیا۔ اس ولایت میں ایک گاؤں میں پہنچا وہاں ایک خانقاہ تھی جس میں صوفیوں کی ایک جماعت فروکش تھی۔ میرے جسم پر کھردری اور سخت قسم کی گدڑی تھی مسافروں کی مانند میرے ساتھ کچھ سامان نہ تھا۔ صرف ایک لاٹھی اور لوٹا تھا اس جماعت نے مجھے حقارت کی نظر سے دیکھا اور کسی نے مجھے نہ پہچانا۔ وہ اپنے رسم و رواج کے مطابق باہم گفتگو کرتے اور کہتے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے اور یہ درست بھی تھا کہ میں ان میں سے نہیں تھا۔ لیکن مجھے چونکہ وہاں رات گزارنی ضروری تھی گنجائش نہ ہونے کے باوجود میں ٹھہر گیا اور انہوں نے مجھے دریچہ میں بٹھا دیا اور وہ لوگ اس سے اونچی چھت پر چلے گئے۔ میں زمین پر رہا انہوں نے میرے آگے ایک سوکھی اور پھپھوندی لگی ہوئی روٹی ڈال دی میں ان چیزوں کی خوشبوؤں کو سونگھ رہا تھا جو وہ لوگ خود کھا رہے تھے۔ وہ لوگ مجھ پر برابر آواز کس رہے تھے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوگئے تو خربوزے کھانے لگے اور

دل سے اس کے چھلکے میرے سر پر پھینک کر میری تحقیر و توہین کرتے رہے اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ خداوند! اگر میں تیرے محبوبوں کا لباس پہننے والوں میں سے نہ ہوتا تو میں ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاتا۔ پھر جتنی بھی مجھ پر ان کی طعن تشنیع زیادہ ہوتی رہی میرا دل مسرور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کا بوجھ اٹھانے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ اس وقت مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مشائخ کرام جاہل لوگوں کو اپنے ساتھ کیوں گوارہ کرتے ہیں اور کیوں ان کی سختیاں جھیلتے ہیں۔ یہ ہے کامل تحقیق کے ساتھ ملامت کے احکام۔" و باللہ التوفیق۔"

(کشف المحجوب، صفحہ 100، شبیر برادرز، لاہور)

اولیاء اللہ کو آزمائش میں بھی ذوق ملتا ہے چنانچہ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "میری والدہ ماجدہ اتنی مقبولِ بارگاہ تھیں کہ جب ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو فرماتیں آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں ان کی اس بات سے مجھے ایک خاص ذوق حاصل ہوا ہی تھا کہ اچانک کوئی ایک اشرفی کا غلہ ہمارے گھر میں ڈال گیا اور اتنے دنوں تک چلا کہ میں اس کے ختم ہونے سے تنگ آ گیا اور اس ذوق کا منتظر رہا کہ والدہ ماجدہ فرمائیں کہ آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ ان کی اس بات سے مجھے وہ ذوق سکون و چین ملا جسے بیان نہیں کر سکتا۔"

(اخبار الاخیار، صفحہ 674، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہوا انہوں نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی الٰہی عزوجل میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا "عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی" ترجمہ: ان کے پاس جن کے دل میرے لئے ٹوٹے ہوئے ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین، جلد 6، صفحہ 290، دار الفکر، بیروت)

اسی وجہ سے اولیاء اللہ آزمائش کو پسند کرتے ہیں کہ یہ امتحان کے ساتھ ساتھ دنیا

کی کھیل کود سے دور کر دیتی ہے۔ ایک دن کوئی مزدور دن بھر کی ناکامی کے بعد جب گھر کی طرف چلا تو خیال آیا کہ آج اہل و عیال کو کیا جواب دوں گا۔ اسی عالم میں سرِ راہ اس کی ملاقات حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے ہو گئی اور اس نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی حالت پر صرف اس لئے رشک آتا ہے کہ آپ تو آسودہ و مطمئن ہیں لیکن میں شب و روز مصائب میں مبتلا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج تک کی عبادت صدقات میں تجھے نذر کرتا ہوں اور تو صرف آج کی پریشانیاں مجھے عطا کردے۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 71، ضیاء القرآن، لاہور)

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو چالیس راتوں میں ایک مرتبہ بھی آزمائش غم، یا مصیبت میں مبتلا نہ ہوا تو اللہ عزوجل کے ہاں اسکے لئے کوئی بھلائی نہیں۔"

(مکاشفۃ القلوب، صفحہ 30، ضیاء القرآن، لاہور)

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے حالتِ طواف میں کسی سے فرمایا کہ جب تک اپنے اوپر عظمت و عزت اور خواب و امارات کا دروازہ بند کر کے فقر و ذلت کا دروازہ کشادہ نہ کرو گے اس وقت تک تمہیں صالحین کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 73، ضیاء القرآن، لاہور)

توکل

توکل کے مختلف درجات ہیں عام مومن اور ولی کے توکل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔
عام مومن کے لئے روا نہیں کہ وہ سب کچھ اللہ عزوجل کے راہ میں صدقہ کر کے خود کو اور گھر والوں کو فاقہ میں ڈال دے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل میں فرماتے ہیں: "عیال کو بھوک پر قائم رکھنا جائز نہیں اس کو ان کے حق میں ایسا ممکن نہیں اور اسی طرح کمانے والے کو توکل کر لینا بھی جائز نہیں۔ عیال کے حق میں توکل کرتے

ہوئے انہیں چھوڑ دینا یا توکل کرتے ہوئے ان کے اخراجات کا اہتمام نہ کرتے ہوئے بیٹھ جانا حرام ہے۔ اور اگر یہ ان کی ہلاکت کا سبب بن گیا تو یہ شخص پکڑا جائے گا۔"

لیکن اولیاء اللہ جن کو اللہ عزوجل کی ذات پر بہت توکل ہوتا ہے ان کا اس طرح کرنا بھی ثابت ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارے کا سارا مال سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے تھے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیا۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: "ہاں جس کی سب عیال صابر و متوکل ہوں اسے روا ہوگا کہ سب راہِ خدا عزوجل میں خرچ کردے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 10، صفحہ 324، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اللہ عزوجل پر توکل کرنا ہر مومن کے علم میں ہوتا ہے لیکن عمل بہت مشکل ہوتا ہے اور اولیاء اللہ صرف اور صرف اللہ عزوجل کی ذات پر کامل توکل کرتے ہیں۔ سبع سنابل میں ہے: "منقول ہے کہ بہلول بغداد قدس سرہ سے ایک خلیفہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا روزینہ مقرر کردوں تاکہ تمہارا دل اس میں الجھا نہ رہے۔ بہلول نے کہا کہ میں ایسا کرلیتا اگر چند عیب نہ ہوتے۔ اول یہ کہ تو نہیں جانتا کہ مجھے کیا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ تجھے نہیں معلوم کہ کب چاہئے۔ تیسرا یہ کہ تجھے اس کا علم نہیں کہ کتنا چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ سب جانتا ہے اور اپنی حکمت کاملہ سے پہنچا دیتا ہے۔ پھر ایک بات اور بھی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ تو مجھ سے ناراض ہوجائے اور اس روز تو میرا مقررہ روزینہ روک لے اور اللہ تعالیٰ کسی گناہ کے باعث بھی روزی نہیں روکتا۔"

(سبع سنابل، صفحہ 211، فرید بک سٹال، لاہور)

فقہی اعتبار سے کل کے لئے کھانا رکھ لینا جائز ہے لیکن اولیاء اللہ کا توکل یہ ہے کہ جس طرح چرند پرند کے پاس کوئی چیز رزق محفوظ کرنے کی نہیں ہوتی اور اللہ عزوجل اُن کو روزانہ رزق دیتا ہے تو پھر اشرف المخلوقات ہو کر کیوں، اللہ عزوجل پر توکل نہ کیا جائے۔

روض الریاحین میں ہے: "حضرت شیخ شاہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کے لئے بادشاہ کرمان نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ شیخ نے کہلا بھیجا کہ مجھے جواب کے لئے تین روز کی مہلت دیں۔ اس دوران وہ مسجد مسجد گھوم کر کسی صالح انسان کو تلاش کرنے لگے۔ ایک لڑکے پر ان کی نگاہ پڑی جس نے اچھی طرح نماز ادا کی اور دعا مانگی۔ شیخ نے اس سے پوچھا تمہاری شادی ہوچکی ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کیا نکاح کرنا چاہتے ہو؟ لڑکی قرآن مجید پڑھتی ہے، نماز روزہ کی پابند ہے، خوبصورت، پاکباز اور نیک ہے۔ اس نے کہا بھلا میرے ساتھ کون رشتہ کرے گا۔ شیخ نے فرمایا میں کرتا ہوں، لو یہ درہم ایک درہم کی روٹی، ایک درہم کا سالن اور ایک درہم کی خوشبو خرید فرماؤ۔ اس طرح شاہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دختر کا نکاح اس سے پڑھا دیا۔ لڑکی جب شوہر کے گھر آئی تو اس نے دیکھا پانی کی صراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا یہ روٹی کیسی ہے؟ شوہر: یہ کل کی باسی روٹی ہے میں نے افطار کے لئے رکھی ہے۔ یہ سن کر وہ واپس ہونے لگی۔ شوہر: مجھے معلوم تھا کہ شیخ شاہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر مجھ غریب انسان کے گھر نہیں رک سکتی۔ لڑکی: میں تیری مفلسی کے باعث نہیں لوٹ رہی ہوں بلکہ اس لئے کہ خدا پر تمہارا یقین بہت کمزور نظر آرہا ہے۔ بلکہ مجھے تو اپنے باپ پر حیرت ہے کہ انہوں نے تجھے پاکیزہ خصلت، عفیف اور صالح کیسے کہا جب کہ اللہ تعالیٰ پر تمہارے اعتماد کا یہ حال ہے کہ روٹی بچا کر رکھتے ہو۔

نوجوان نے اس کی بات سنی تو کہا اس کمزوری سے بہت معذرت خواہ ہوں۔ لڑکی: اپنا عذر تم جانو البتہ ایسے گھر میں میں تو نہیں رک سکتی جہاں ایک وقت کی خوراک جمع رکھی ہو۔ اب یا میں رہوں گی یا روٹی۔ نوجوان نے فوراً جا کر روٹی خیرات کردی اور ایسی درویش خصلت شہزادی کا شوہر بننے پر خدا کا شکر ادا کیا۔"

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 253، رضا پبلشرز، لاہور)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج العابدین میں توکل کے کئی درجات بیان فرمائیں ہیں عام لوگوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ عزوجل پر توکل کریں البتہ اعلیٰ توکل والوں کے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے انہیں بغیر کسی کسب کے عطا فرمایا۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ ابتداء نہایت بد خلق تھیں۔ ایک دن کہنے لگیں تم نے اتنی عبادات کی مگر اللہ عزوجل کی طرف سے کوئی رزق میں زیادتی نہ ہوئی۔ محنت مزدوری کرو اور کسی کی خدمت کر کے کچھ کماؤ۔ حضرت گھر سے نکل کر جنگل میں گئے اور دن بھر عبادات میں مشغول رہے۔ شام کو لوٹے تو دل میں بیوی سے شرمسار اور متفکر تھے۔ بیوی نے کہاں مزدوری کہاں ہے؟ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کریم ہے اس لئے جلد مزدوری طلب کرنے میں مجھے شرم آئی۔ اسی طرح کئی روز گزر گئے ہر روز جنگل میں جا کر عبادات کرتے اور شام کو گھر آ جاتے اور بیوی سے کہتے مجھے اجرت مانگتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

آخر تنگ آ کر بیوی نے کہا آج یا تو اس سے کام کی مزدوری لے کر آنا یا وہ کام چھوڑ کر کسی دوسرے کی مزدوری کرنا۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم فکر نہ کرو میں آج مزدوری طلب کر کے آؤں گا۔ بیوی کو اس طرح تسلی دے کر حضرت نے پھر جنگل کی راہ لی اور حسبِ معمول دن بھر عبادت میں مشغول رہے۔ شام کو گھر لوٹتے ہوئے پھر قدم رکھنے لگے اور بیوی کے سوالات کا خیال آیا اور اس کی بدمزاجی سے خائف تھے۔ مگر گھر کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ چولہے کا دھواں اٹھ رہا ہے اور دسترخوان آراستہ ہے اور بیوی بہت خوش ہے۔ آپ کو دیکھا تو کہا واقعی اس نے کریموں جیسی مزدوری بھیجی ہے۔ اور اس کے قاصد نے مجھ سے کہا حبیب سے کہہ دو کام میں مزید محنت کرے اور یہ جان لو کہ ہم

مزدوری میں تاخیر مال نہ ہونے یا کنجوسی کے باعث نہیں کرتے۔ اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور اپنا دل خوش رکھو۔ اس کے بعد بیوی نے دیناروں سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں دکھائیں جنہیں دیکھ کر حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ بہت روئے اور فرمایا اے میری شریک زندگی! یہ مزدوری اس کریم نے بھیجی ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کے تمام خزانے ہیں۔ بیوی نے حضرت کی بات سنی تو توبہ کی اور قسم کھائی کہ پھر کبھی انہیں ایسی اذیت نہ دے گی۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 304، رضا پبلیشرز، لاہور)

عبادات

تصوف میں تمام منازل کی سیڑھی عبادت ہے اور اولیاء اللہ فرائض و واجبات کے ساتھ نفلی عبادات سے قرب الٰہی عزوجل حاصل کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ ہر عمل کو اللہ عزوجل کی رضا و خوشنودی کے لئے کرتے ہیں اور جو عمل اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ہو وہ عبادت ہے۔ ان کا مقصود دنیا نہیں بلکہ رضائے الٰہی عزوجل ہوتا ہے اور وہ اسی کے حصول میں کوشاں رہتے ہیں۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ ایک کنیز بیس سال تک آپ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور ایک دن اسی کنیز سے فرمایا ذرا میری کنیز کو آواز دے دو۔ اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہی آپ کی کنیز ہوں۔ فرمایا کہ تیس برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں تم کو شناخت نہ کرسکا۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 37، ضیاء القرآن، لاہور)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شب بیداری کا سبب یہ تھا کہ ایک بار ایک شخص نے آپ کو دیکھ کر کہا یہ وہ شخص ہے جو عبادت میں پوری رات جاگ کر گزارتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو فرمانے لگے: ہمیں

لوگوں کے گمان کے مطابق بننا چاہئے۔ اس وقت سے آپ نے رات کو جاگ کر عبادت کرنی شروع کی یہاں تک کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور چالیس سال تک لگاتار اس معمول پر قائم رہے۔
(الخیرات الحسان، صفحہ 82)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ماں کے پیٹ سے بہرہ ور بانصیب پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ خواجہ میرے پیٹ میں تھے۔ ہر آدھی رات کو میرے پیٹ میں حرکت کرتے اور یا اللہ یا اللہ کی آواز نکالتے اور میں آدھی رات سے ایک پہر تک یہ آواز سنتی۔
(سبع سنابل، صفحہ 438، فرید بک سٹال، لاہور)

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی اور پندرہ سال تک میرا یہ حال رہا کہ نماز عشاء کے بعد قرآن کریم اس طرح شروع کرتا تھا کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ایک ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا۔ تمام رات اسی طرح گزار دیتا یہاں تک کہ صبح کے وقت قرآن مجید ختم کر دیتا۔ تین دن سے چالیس دن تک بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ نہ کھانے پینے کو کچھ ملتا نہ سونے کی نوبت آتی تھی۔'' فرماتے ہیں: ''میں پچیس برس تک دنیا سے قطع تعلق کر کے ایران کے جنگلوں اور ویرانوں میں گشت کرتا رہا کہ نہ مجھے کوئی جانتا تھا نہ میں کسی کو پہچانتا تھا۔ رجال الغیب اور جنات میرے پاس حاضر ہوا کرتے تھے اور میں انہیں رشد و ہدایت کی تعلیم دیا کرتا تھا۔''
(اخبار الاخیار، صفحہ 33، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کی اہلیہ نے کہا تم نے ان کو شہید کر دیا۔ وہ ہر رات نماز میں قیام کرتے تھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء، رقم الحدیث 165، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ریاض)

بعض اولیاء کرام اپنے نفس کی سستی اور کاہلی کو دور کرنے اور اسکو سزا دینے کے لئے اس پر بہت سی عبادات کا بوجھ لاد دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دفعہ جماعت میں شرکت نہ کر سکے انہوں نے ایک دن اور ایک رات عبادت کی۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت رہ گئی انہوں نے گھر کا سارا سامان صدقہ کر دیا جس کی مالیت دو لاکھ درہم تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مغرب کی نماز میں تاخیر ہو گئی حتیٰ کہ دو ستارے نظر آنے لگے اس کی پاداش میں انہوں نے دو غلام آزاد کئے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے اور اسکے حسن و جمال کی طرف دھیان چلے جانے کی وجہ سے رکعتوں کی تعداد میں شک پڑ گیا اس پر سارا باغ صدقہ کر دیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''لوگوں نے حضرت علقم بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی اپنے نفس کو اس قدر شدید عذاب میں کیوں مبتلا رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس سے بہت محبت ہے اسی لئے میں اسے دوزخ سے بچانا چاہتا ہوں۔ عرض کی گئی یہ سب کچھ آپ پر واجب تو نہیں۔ انہوں نے فرمایا جو کچھ میری استطاعت میں ہے وہ کرتا ہوں تا کہ کل یہ حسرت نہ رہے کہ میں نے یہ کیوں نہ کیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سری سقطی علیہ الرحمۃ سے عجب تر کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کی عمر 98 برس ہو چکی تھی۔ کسی نے ان کے پہلو کو زمین پر لگا ہوا نہیں دیکھا۔ صرف موت کے وقت ہی ان کا پہلو زمین کے ساتھ لگا۔

حضرت ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ ایک سال مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے اس عرصہ میں وہ نہ سوئے نہ گفتگو کی نہ پشت کی اور نہ پاؤں دراز کیے۔ ابو بکر کتانی علیہ الرحمۃ

نے اس سے پوچھا اتنا مشکل کام آپ سے کیسے ہوگیا؟ انہوں نے فرمایا میرے باطن کے صدق نے میرے ظاہر کی مدد کی۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا وہ رو رہے تھے۔ آنکھوں سے خون آلود آنسو رواں تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں عرصہ دراز تک اپنے گناہوں پر گریہ زار رہا اب ان اشکوں پر خون فشاں ہوں جو ممکن ہے اخلاص کے ساتھ نہ نکلے ہوں۔ انہیں خواب میں دنیا سے پردہ کرنے کے بعد دیکھا گیا۔ عرض کی گئی اللہ عزوجل نے آپ سے کیا سلوک کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا اسی آہ وزاری کی وجہ سے اس نے مجھے مسندِ عزت پر بٹھایا ہے۔ اس نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم! چالیس سال سے ملائکہ جو تیرے اعمال کا صحیفہ لے کر آرہے ہیں اس میں ایک لغزش بھی نہیں ہوئی۔

حضرت کرز بن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ ابدالوں میں سے تھے۔ ان کے مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ ہر روز تین قرآن پاک ختم کرتے تھے لوگوں نے عرض کی آپ بہت بڑی مشقت کر رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا دنیا کی عمر کتنی ہے لوگوں نے عرض کی سات ہزار سال انہوں نے پوچھا روزِ محشر کی مدت کتنی ہے؟ عرض کی گئی پچاس ہزار سال۔ انہوں نے فرمایا وہ کون احمق ہے جو سات دن تکلیف نہ اٹھائے پچاس دن آرام سے گزار سکے۔ یعنی اگر میں سات ہزار سال بھی زندہ رہوں اور روزِ حشر کے لئے کوشاں رہوں تو پھر بھی اس ابد کے اعتبار سے کم ہے جس کی کوئی انتہا نہیں بالخصوص یہ انتہائی مختصر عمر جو میں رکھتا ہوں۔''

(کیمیائے سعادت، صفحہ 730، ضیاء القرآن، لاہور)

محاسبہ نفس کرنا

اولیائے کرام اپنے نفس کا محاسبہ بھی کرتے ہیں اور اندازہ لگاتے ہیں کہ سارا دن نیکیوں کا کتنا نفع کمایا اور کتنا لمحہ غفلت میں گزر گیا۔ کیمیائے سعادت میں ہے: ''حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نفس لوامہ وہ ہوتا ہے جو خود کو ملامت کرتا رہتا ہے کہ تو نے فلاں کام کیا ہے، فلاں کھانا کھایا ہے، وہ کام کیوں کیا؟ وہ کھانا کیوں کھایا؟ وہ خود کا محاسبہ کرتا ہے۔ اپنا محاسبہ کرنا اہم امور میں سے ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گھر آتے تو اپنے پاؤں پر درے مارتے اور کہتے تو نے آج کیا کیا ہے؟

حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ رات کو چراغ پکڑ لیتے اور اس سے اپنی انگلی جلانے لگتے اور کہتے فلاں روز تو نے فلاں کام کیوں کیا تھا؟ فلاں دن فلاں چیز کیوں کھائی تھی؟

حضرت ابن الصمۃ رحمۃ اللہ علیہ عظیم اولیاء میں سے تھے۔ ایک دن اپنی زندگی کا حساب لگایا وہ ساٹھ برس ہوئی۔ اس مدت میں دنوں کا حساب کیا وہ اکیس ہزار چھ سو دن بنے۔ فرمایا آہ! اگر میں نے ہر روز صرف ایک گناہ کیا ہو تو ان کی تعداد اکیس ہزار چھ سو بنتی ہے۔ حالانکہ کئی دن ایسے بھی ہیں جن میں ایک ہزار سے زیادہ گناہ کیے ہیں۔ پھر نعرہ مار کر گر پڑے جب انہیں اٹھایا گیا تو ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔''

(کیمیائے سعادت، صفحہ 727، ضیاء القرآن، لاہور)

کیمائے سعادت میں ہے: ''حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک شب مجھے احتلام ہوگیا۔ میں نے اسی وقت غسل کرنا چاہا۔ میرے نفس نے سستی کی اس نے

کہا غسل سے خود کو ہلاک نہ کرو صبح تک صبر کر پھر حمام میں جا کر غسل کر لینا۔ میں نے قسم
اٹھائی کہ میں خرقہ سمیت غسل کروں گا پھر اسے اسی طرح رہنے دوں گا۔ اسے نچوڑوں گا بھی
نہیں وہ اسی طرح میرے جسم کے ساتھ خشک ہوگا۔ میں نے اسی طرح کیا۔ میں نے کہا یہ
میرے نفس کی سزا ہے کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کے حق میں کوتاہی کی ہے۔ حضرت تمیم
داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک رات گہری نیند سو گئے نماز تہجد رہ گئی۔ پھر پورا سال رات کو نہ
سونے کا عہد کیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص عریاں ہو کر گرم پتھر
پر لیٹا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا (اپنے نفس کو) اے مردار! اے رات کے جھوٹے! میں کب تک تیرا
ظلم برداشت کرتا رہوں گا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے فرمایا تو
نے یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ اس نے عرض کی میرے نفس نے مجھ پر غلبہ پا لیا ہے۔ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت آسمان کے دروازے تیرے لئے کھول دیئے گئے
ہیں۔ اللہ عزوجل ملائکہ میں تجھ پر فخر کر رہا ہے۔ پھر اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا
اس شخص سے اپنا اپنا زادِ راہ لے لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے پاس جاتے رہے
اور دعائیں کراتے رہے وہ ہر ایک کے لئے علیحدہ دعا کرتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا سب کیلئے دعا کرو اس نے عرض کی مولا! تقویٰ کو ان کا زادِ راہ بنا دے اور انہیں
صراطِ مستقیم پر چلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی مولا! اسکی درستگی فرما یعنی اسکی زبان
پر بہتر دعا جاری فرما۔ اس نے دعا مانگی مولا جنت ان کی قرار گاہ بنا دے۔"

(کیمیائے سعادت، صفحہ 728، ضیاء القرآن، لاہور)

فکرِ آخرت کرنا

اولیاء اللہ کی ایک صفت فکرِ آخرت بھی کرنا ہے۔ اولیاء اللہ قبر و حشر اور دوزخ کے
عذاب و احوال کے تصور کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتے ہیں اور لمبی عمر اور خواہشات سے بچتے
ہیں اور اس کی تعلیم سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔ الترغیب والترہیب میں ہے
"حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سو دینار کو
خریدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" الا تعجبون من اسامة یشتری الی
شھر ان اسامة طویل الامل، والذی نفسی بیدہ ما طرفت عینای الا ظننت ان
شفریّ لا یلتقیان حتی یقبض اللہ روحی ولا رفعت قدحا الی فی فظننت انی
واضعہ حتی اقبض ولا لقمت لقمة الا ظننت انی لا اسیغھا حتیٰ اعض بھا من
الموت والذی نفسی بیدہ ان ماتوعدون لا ت و ما انتم بمعجزین" ترجمہ: کیا
اسامہ سے تعجب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وعدے پر کنیز خریدی۔ بے شک اسامہ
کی امید لمبی ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تو جب آنکھ کھولتا
ہوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آجائیگی اور جب پیالہ منہ تک لے
جاتا ہوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کے رکھنے تک زندہ رہوں گا اور جب کوئی لقمہ لیتا ہوں
گمان ہوتا ہے کہ اسے حلق سے اتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اسے گلے میں روک دے گی۔
قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا
جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہ سکو گے۔

(الترغیب والترہیب، جلد 1، صفحہ 151، دار الحدیث، القاہرۃ)

خواجہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ایک مرید سے فرمایا کہ صبح کس حالت

میں پائی ؟ جواب دیا کہ سلامی اور خیریت سے ۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر غضب فرمایا کہ اے بے خبر جنتیوں کی بات دنیا والے کیسے کہہ سکتے ہیں ۔ ارے جس کا ایک پاؤں جنت میں اور دوسرا اس سے باہر ہے اسے بھی یہ بات کہنا حرام ہے ۔ تجھے جب کہ دنیا کے سب سے نیچے درجے سے بہشت کے اعلے درجے تک ، آخرت کی ہزاروں دشواریاں درپیش ہیں یہ بات کہنا کیوں روا ہوسکتا ہے ۔ موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہوا کہ اے موسیٰ ! جب تک تم اپنے دونوں قدم جنت میں نہ دیکھ لو میری طرف سے بے خوف نہ ہو جانا ۔

(سبع سنابل ، صفحہ 293 ، فرید بک سٹال ، لاہور)

حضرت عثمان کے آزاد شدہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی ۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : ''قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو اس منزل سے نجات پا گیا اس کے لئے اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہیں ہوئی تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہیں ۔'' (کتاب الزہد ، صفحہ 160)

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں ۔

(کتاب الزہد ، صفحہ 150)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفوں تک انکے رونے کی آواز پہنچتی تھی ۔

(حلیۃ الاولیاء ، رقم الحدیث 134 ، دار الفکر بیروت)

حضرت عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کاش ! میں یہ تنکا ہوتا ، کاش میں پیدا نہ کیا جاتا ، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی ، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا ، کاش میں بھولا بسرا ہوتا ۔

(صفوۃ الصفوۃ ، جلد 1 ، صفحہ 128 ، مکتبہ نزار مصطفیٰ ، ریاض)

یہ اُن ہستیوں کا حال ہے جنہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کو پایا صحابی ہونے کا شرف پایا اور کئی بشارتیں بھی ان کو دی گئیں مگر پھر بھی آخرت کے احوال سے بے خوف نہیں ہوئے ۔ اور ایک ہمارا حال ہے کہ نا کوئی عمل پلے ہے نہ اخلاص کا دور دور تک حصول پھر بھی قبر و حشر اور دوزخ کے احوال سے بے خوف ۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص سے گریہ وزاری کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ روز محشر ایک صاحب ایمان اپنی گنہگاری کی وجہ سے برسوں جہنم میں پڑا رہے گا ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کاش اس کے بدلے مجھے پھینک دیا جائے اور وہ محفوظ رہ جائے کیوں کہ مجھے اپنے متعلق یہ توقع نہیں ہے کہ ایک ہزار سال تک بھی چھٹکارا حاصل کرسکوں گا ۔ (تذکرۃ الاولیاء ، صفحہ 17 ، ضیاء القرآن ، لاہور)

تقویٰ

اللہ عزوجل کے زیادہ نزدیک وہی ہے جس کا تقویٰ زیادہ ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دینا جس کے کرنے سے اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہو ۔ تقویٰ کئی طرح کا ہوتا ہے ۔ عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ شرک سے بچیں ۔ خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی نافرمانی سے بچیں ۔ اولیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے افعال کا وسیلہ بنانے سے بچیں ۔ اور انبیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ افعال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے اس لئے کہ ان کا تقویٰ اللہ

کی طرف سے ہوتا ہے اور (ہر چیز سے بچ کر) وہ اللہ کی طرف جاتے ہیں "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکل شئی معدن و معدن التقوی قلوب العارفین" ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر شے کے لئے کان (مرکز) ہے اور تقویٰ کی کان اولیاء کے دل ہیں۔

(المعجم الکبیر باب العین، سالم عن ابن عمر، جلد 12، صفحہ 303، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ)

رسالہ قشیریہ میں ہے: "ابن جلا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ڈرنے والا وہ ہے جسے ہر وہ چیز جس سے دنیا ڈرتی ہے امن دے (کیونکہ اسے اگر خوف ہے تو خدا کا ہے اور کسی چیز کا نہیں)۔ کہا جاتا ہے کہ خائف اسے نہیں کہتے جو رو رہا ہو اور اپنی آنکھیں پونچھتا اور صاف کرتا ہو۔ خائف اسے کہیں گے جو اس چیز کو جس پر اسے عذاب کا ڈر ہے ترک کردے۔"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 293، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

شہر بصرہ کی ایک گلی میں بچے اخروٹ اور بادام سے باہم کھیل رہے تھے۔ حضرت بہلول دانا مجذوب کا گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا تھوڑی دوری پر ایک کمسن بچہ تنہا کھڑا ہے چہرے پر حزن وغم کے آثار ہیں اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔ حضرت بہلول: میاں صاحبزادے! آپ شاید اس لئے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کھیلنے کو اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔ آیئے میں آپ کے لئے اخروٹ فراہم کردوں۔ بچہ: جناب! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟ حضرت بہلول: پھر کس کام کے لئے پیدا ہوئے؟ بچہ: ہم تو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ علم حاصل کریں اور رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔ حضرت بہلول: رب تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے آپ کو اس مختصری عمر میں یہ علم کہاں سے ملا؟ بچہ: رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾

ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا ہے اور تم پلٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے۔

حضرت بہلول: آپ تو مجھے صاحب عقل دکھائی دیتے ہیں ذرا مجھے کوئی نصیحت کریں۔ بچہ: دنیا محو سفر ہے نہ یہ کسی کے لئے رہے گی اور نہ کوئی دنیا میں رہے گا۔ انسان کے لئے اس عالم میں حیات وموت ان دو تیز گھوڑوں کی طرح ہیں جو آگے پیچھے دوڑتے ہیں۔ اے وارفتہ دنیا! دنیا کو ترک کر اور اسی میں آخرت کے لئے زادِ سفر بنا۔ صاحبزادہ نے آسمان کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ ان کے نورانی رخساروں پر آنکھوں سے آنسو یاقوت کی طرح بہنے لگے اور مناجات زبان پر جاری ہوگئیں۔ مناجات کے اشعار نہایت پر اثر اور رقت انگیز تھے۔ اس کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرشتہ صورت کو خاک پر گرا دیکھا تو فوراً سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ گرد وغبار آستین سے صاف کرنے لگے۔ کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولیں خوف خدا نے ان کے رخسار وجسم کو پیلا کردیا تھا۔

حضرت بہلول: صاحبزادہ بلند اقبال! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ آپ تو ابھی کمسن بچے ہیں گناہوں اور بدکاریوں کی سیاہی سے آپ کا دامن اعمال بالکل صاف ہے پھر اتنی فکر مندی کیوں؟ بچہ: مجھے اپنے حال پر چھوڑیئے میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ جب چولہا جلاتی ہیں تو بڑی لکڑیوں میں یک بیک آگ نہیں لگاتیں بلکہ پہلے گھاس پھوس اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جلاتی ہیں اس کے بعد بڑی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ جہنم کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کے طور پر استعمال ہونے والوں میں کہیں میرا بھی نام نہ ہو۔ حضرت بہلول: اے خشیت کے پیکر صاحبزادے! آپ تو عقل

وفراست میں کمال رکھتے ہیں مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ بچہ: حیف میں غفلت میں
سر بست اور موت پیچھے لگی ہے۔ آج نہیں تو کل جانا یقینی ہے۔ اس دنیا میں اگر جسم کو
خوبصورت، بیش قیمت اور ملائم لباس سے چھپایا تو کیا حاصل آخر تو اسے ایک دن خاک
ہونا ہے اور قبر میں خاک ہی کا بستر اور خاک ہی کی چادر ہوگی۔ وہاں سارا حسن و جمال زائل
ہو جائے گا۔ ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان بھی نہیں رہے گا۔ افسوس عمر گزر گئی اور کچھ
حاصل نہ کیا۔ سفر کیلئے کوئی زادِ سفر نہ کیا۔ مجھے اپنے مالک حقیقی اور احکم الحاکمین کے حضور اس
انداز میں حاضر ہونا ہے کہ گناہوں کی گٹھڑی سر پر ہوگی۔ دنیا میں رہ کر چھپ کر جو گناہ کئے
وہاں سب ظاہر ہوں گے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عقاب وعتاب سے بے خوف ہو کر گناہ
نہیں کئے بلکہ اس کی رحمت و کرم پر بھروسہ کر کے، اب وہ ارحم الراحمین اگر عدل کرے تو
عذاب دے اور اگر فضل کرے تو معاف کرے سب اسی کے احسان وہ کرم پر ہے۔

نورانی پیشانی والے کمسن صاحبزادے کا دل ہلا دینے والا وعظ سن کر حضرت
بہلول دانا بیخود ہو گئے۔ خوف وہراس سے جسم کانپنے لگا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا
تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔ حضرت بہلول کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس گئے اور انہیں تلاش
کیا۔ بچوں نے بتایا۔ جناب عالی! آپ جس بچے کی بابت پوچھ رہے ہیں وہ تو نبی کریم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چمن کا پھول، گلشن مرتضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہار، بوستان فاطمہ
الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشبو ہے۔ شہزادہ گلگوں قبا شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے گھر کا چراغ ہے۔ حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یقیناً ایسا پھل ایسے
ہی درخت پر ہو سکتا ہے۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 137تا139، رضا پبلشرز، لاہور)

اولیاء اللہ نیک عمل کر کے بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ رد کر دیئے

جائیں۔ حضرت شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے ایک مصاحب کی
روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رو رہے تھے اور
آنکھوں سے زرد رنگ کے آنسو بہہ رہے تھے۔ عرض: یاسیدی خدا کا واسطہ کیا آپ خون کے
آنسو رو رہے تھے؟ حضرت فتح: واللہ اگر تم قسم نہ دلاتے تو میں نہیں بتاتا۔ میں آنسو بھی رویا
اور خون بھی رویا۔ عرض: حضرت آنسو رونے کا سبب؟ حضرت فتح: وہ رونا خدائے تعالیٰ
سے کوتاہی کے باعث تھا۔ عرض: اور خون کے آنسو رونے کی وجہ؟ حضرت فتح: وہ اس لئے
کہ شاید میرے آنسو نامقبول ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے انہیں
خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ حضرت فتح: مجھے بخش دیا اور
فرمایا اے فتح تم کیوں روئے؟ تو میں نے عرض کیا تیرے حق سے کوتاہی اور دوری کے
باعث۔ پھر پوچھا اور خون کے آنسو کیوں روئے؟ میں عرض کیا مالک و مولا اس لئے کہ ہو
سکتا ہے کہ میری گریہ وزاری نامقبول ہو۔ فرمایا اے فتح اس سب سے تیرا کیا مقصد تھا؟
میری عزت وجلال کی قسم تیرے محافظ فرشتے چالیس برس تک تیرا اعمال نامہ میرے پاس
لاتے رہے اور اس میں ایک بھی گناہ نہ ہوتا۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 298، رضا پبلشرز، لاہور)

رسالہ قشیریہ میں ہے: ''بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن امام احمد بن حنبل کے پاس
آئی اور کہنے لگی کہ ہم اپنے مکان کی چھت پر سُوت کاتتے ہیں طاہریہ کی مشعلیں گزرتی ہیں
اور ان کی شعاعیں ہم پر پڑتی ہیں۔ کیا ان کی شعاع میں ہمارے لئے سوت کاتنا جائز ہے؟
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن

احمد رو پڑے اور کہا تمہارے گھر سے تو یہی پرہیزگاری نکلتی ہے ان کی شعاع میں سوت نہ کاتا کرو۔"

(رسالہ قشیریہ ،صفحہ 270،ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد)

تقویٰ کے اوپر کا درجہ ورع ہے۔جس میں مشتبہ چیزوں سے بھی بچا جاتا ہے اس لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس ولیمہ کو منع فرمادیا اور اولیاء سے ایسے کئی واقعات ثابت ہیں کہ شبہ والے عمل سے بھی بچتے تھے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقروض کے درخت کے سایہ کے نیچے نہیں بیٹھا کرتے تھے اور فرماتے تھے:"حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ قرض جس سے فائدہ ہو وہ فائدہ سود ہے۔"

(رسالہ قشیریہ ،صفحہ 265،ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد)

امام حمزہ زیات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ قراء سبعہ سے ہیں۔پیاسے تھے راہ میں ایک محلہ پر گزر ہوا چاہا کہ کسی مکان سے پانی منگا کر پی لوں، پھر یاد آیا کہ اس محلہ کے بعض لڑکوں نے مجھ سے قرآن عظیم پڑھا ہے، خوف فرمایا کہ مبادا اس کا عوض نہ ہو جائے ، پیاسے تشریف لے گئے اور وہاں پانی طلب نہ فرمایا۔مگر یہ مقام تقویٰ کے مقام سے بھی اعلیٰ و دقیق ورع کا ہے۔وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ ، جلد 19 ،صفحہ 478،رضا فاؤنڈیشن ، لاہور)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لئے کما کر لاتا تھا۔ایک رات وہ آپ کے لئے طعام لے کر آیا، آپ نے اس میں سے کچھ کھالیا۔غلام نے کہا کیا وجہ ہے کہ آپ ہر رات مجھ سے سوال کرتے تھے کہ یہ کہاں سے لائے ہو، آج آپ نے سوال نہیں کیا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور میں نے منتر

پڑھ کر ان کا علاج کیا تھا۔انہوں نے مجھ سے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا، آج جب میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں شادی تھی تو انہوں نے اس سے مجھے یہ طعام دیا۔حضرت ابوبکر نے فرمایا: افسوس! تم نے مجھے ہلاک کر دیا۔پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کر تے کرنے لگے چونکہ خالی پیٹ میں وہ لقمہ کھایا گیا تھا وہ نکل نہیں رہا تھا ان سے کہا گیا کہ بغیر پانی پیئے یہ لقمہ نہیں نکلے گا پھر پانی کا پیالہ منگایا گیا۔حضرت ابوبکر پانی پیتے رہے اور اس لقمہ کو نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ان سے کہا گیا کہ اللہ عزوجل آپ پر رحم کرے آپ نے اس لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت اُٹھائی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ مال حرام سے بنا ہو وہ دوزخ کا زیادہ مستحق ہے۔پس مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے بن جائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد 1 ،صفحہ 65،دار الفکر ، بیروت)

حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک بکری چوری ہوگئی آپ نے پوچھا کہ بکری کی عمر عام طور پر کتنی ہوتی ہے؟ بتایا گیا چار سال۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا (کہ کہیں لاعلمی میں وہ چوری کی بکری کا گوشت نہ کھا جاؤں)۔"

(تعارف فقہ و تصوف ،صفحہ 215،الممتاز پبلی کیشنز ، لاہور)

اولیاء کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کرنا چاہئے

ایک بات یاد رکھنے والی ہے کہ ہر ولی کی اپنی ہی شان ہے اس لئے اولیاء اللہ کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کرنا چاہئے یعنی ضروری نہیں کہ ہر اولیاء اللہ کے اوصاف ایک جیسے ہوں کسی کا توکل زیادہ ہوگا، کسی کا ایثار، کسی کا حسن سلوک بہت زیادہ ہوگا، کسی کا حلم و

بردباری، کسی کا نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا مشہور ہوتا ہے وغیرہ۔ اب کوئی کسی ولی میں ایسا فعل دیکھے جو بظاہر اولیاء سلف کے مخالف لگے جیسے یہ امیر لوگوں سے ملتا ہے تو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ فلاں فلاں بزرگ تو امراء سے نہیں ملتے تھے یہ کیسا ولی ہے جو ملتا ہے۔ ولی کی اس میں بھی حکمت ہوتی ہے کیونکہ پہلے زمانے میں بادشاہ، وزیر اور امراء علماء و مشائخ کا بہت ادب کرتے تھے انکے آستانے میں حاضری دیتے تھے ان سے نصیحت حاصل کرتے تھے اور علماء و مشائخ اُن سے نصیحتاً سختی کرتے تھے تاکہ یہ ظلم و طلب دنیا سے باز رہیں جبکہ موجودہ دور میں علماء و مشائخ ایسا کریں گے تو دین کا کام نہ صرف متاثر ہوگا بلکہ بدمذہب و گمراہ فرقوں والے ان سے فائدہ حاصل کرکے بدمذہبی پھیلائیں گے۔

اسی طرح اگر کوئی آنے والے دنوں کے لئے اناج وغیرہ رکھتا ہے تو اس پر طعن و تشنیع نہیں کرنی چاہئے کہ یہ گناہ نہیں اور نہ ہی خلاف توکل ہے خلاف توکل تو یہ ہے کہ یہ نظریہ ہو کہ کل ہمیں کھانا ملے گا بھی یا نہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم امت کے لئے سال بھر کے لئے اناج رکھتے تھے۔

سبع سنابل میں ہے: ”یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دنیا اپنی ذات کے اعتبار سے بری نہیں اس سے تعلق اور محبت کرنا برا ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے۔ دنیا اس کی قابلیت نہیں رکھتی کہ کبھی تو اعلیٰ ترین مقامات پر چڑھا دے اور کبھی ادنیٰ ترین جگہوں پر گرا دے۔ ہاں جو شخص دنیا کو آلہ بناتا ہے اور اپنی جائز خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کے لئے دنیا کو نظر میں رکھتا ہے اور ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہ بظاہر دنیا میں اور بباطن ملاء اعلیٰ رہتا ہے کہ ” ان للہ عبادا ابد انھم فی الدنیا و قلوبھم عند اللہ “ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے چند

خاص بندے وہ ہیں جن کے بدن دنیا اور دل اللہ کی طرف لگے رہتے ہیں۔ وہ خدا کے لئے زندہ رہتا ہے نہ کہ نفس کے لئے۔ تو البتہ دنیا اس کے لئے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے ایک بھاری مددگار ثابت ہوتی ہے کہ ”نعم المال الصالح للرجل الصالح“ ترجمہ: اچھا مال اچھوں کے لئے بڑی خوب چیز ہے۔ کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے میں صرف کرتا ہے۔

هر چه داری برائے او بگداز   کز گدایان ظریف تر ایثار

ترجمہ: تم جو کچھ رکھتے ہو خدا کی راہ میں دے ڈالو کہ ایثار، ہوشمند درویشوں کو زیبا ہے۔

سلوک السلوک میں لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے نزع کے وقت ایک تھیلی اپنی گدڑی میں سے نکالی جس میں ایک ہزار دینار تھے اور اپنے احباب کی دی کہ اسے صدقہ کردو۔ لوگوں نے کہا کہ آپ تو ہر وقت روپیہ جمع کرنے کے لئے منع کرتے تھے۔ اپنے آپ اتنا مال رکھتے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے اپنے دین کو شیطان سے اسی روپیہ کی بدولت بچایا ہے یعنی وہ جب کبھی کوئی وسوسہ ڈالتا کہ آج کیا کھاؤ گے آج کیا پہنو گے تو میں کہہ دیتا کہ دیکھ میرے پاس یہ روپیہ ہے۔ وہ مجھ سے مایوس ہو کر لوٹ جاتا اور اس سے یہ نہ ہوسکا کہ مجھے زید یا عمرو کے دروازے پر لے جاسکے۔

ہاں جو شخص دنیا کے مال و متاع کو شیطانوں کے راستوں کا آلہ بناتا ہے اور اپنا تمام وقت نفسِ امارہ کی خواہشوں اور لذتوں کے حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے وہ ایک نابینا ڈھیلہ ہے کہ اس کے سوا اور کسی عالم سے واقف نہیں ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ترجمہ: وہ صرف دنیا کی ظاہری زندگی جانتے ہیں اور وہ آخرت سے نرے غافل ہیں۔“

(سبع سنابل، صفحہ 189 تا 191، فرید بک سٹال، لاہور)

دیکھیں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا پیسے بچا کر رکھنا بظاہر دوسرے بزرگوں کے قول وفعل کے مخالف ہے لیکن آپ کی اس میں بھی ایک حکمت تھی۔ لہٰذا کسی بھی عالم یا پیر کے جائز فعل پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

فصلِ چہارم: شانِ اولیاء اللہ

جب اللہ عزوجل کے مخلصین بندے صراط مستقیم پر چلتے رہتے ہیں تو وہ اللہ عزوجل کے خاص بندوں میں شمار ہو جاتے ہیں اور ایسوں پر شیطان کے مکروہ فریب بھی کامیاب نہیں ہوتے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ○ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ○ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بولا اے رب میرے! قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ فرمایا یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں۔

(سورۃ الحجر، سورت 15، آیت 39 تا 42)

نگاہِ اولیاء

اللہ عزوجل انہیں اپنے محبوب بندوں میں شامل کر کے دنیا و آخرت میں ایسی شان عطا فرماتا ہے جس پر لوگ رشک کرتے ہیں اور انکی ایک نگاہ سے لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والحق والدین سہروردی قدس اللہ بسرہ الکریم ایام منیٰ میں مسجد خیف شریف میں صفوں پر دورہ فرماتے، کسی نے وجہ پوچھی،

فرمایا "ان للہ عباد اذا نظروا الی احد اکسبوہ سعادۃ الابد" ترجمہ: اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب ان کی نگاہ کسی پر پڑ جاتی ہے اسے ہمیشہ کی سعادت عطا فرماتی ہے میں اس نگاہ کی تلاش میں دورہ کرتا ہوں۔

سیدنا عیسیٰ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی گئی کہ حضور ایک جگہ قیام کیوں نہیں فرماتے شہروں شہروں جنگلوں جنگلوں دورے کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا اس امید پر کہ کسی بندہ خدا کے نشان قدم پر قدم پڑ جائے تو میری نجات ہو جائے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 395، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اللہ عزوجل کا اپنے اولیاء کی قسموں کو پورا کرنا

اولیاء اللہ کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے جس چیز کا سوال کریں اللہ عزوجل انہیں عطا فرماتا بلکہ جو ان کے وسیلہ سے مانگے اسے بھی عطا فرماتا ہے اور اولیاء اللہ اگر کسی معاملے پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ طیبہ میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ" ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ پر قسم کھا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسموں کو پورا فرما دیتا ہے۔

(بخاری، مسلم، سنن نسائی، جلد 8، صفحہ 26، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

میدانِ محشر میں اولیاء اللہ کی شان

جس طرح اولیاء اللہ کی شان کو دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی انکے مزارات پر لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے انکے لئے دعائے خیر کی جارہی ہوتی ہے لنگر تقسیم کیے جا رہے ہوتے ہیں ایسے ہی کل قیامت والے دن انکی یہ شان ہوگی کہ اللہ عزوجل ساری دنیا کو دکھائے گا کہ یہ میرے محبوب بندے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ جس کی

شفاعت طلب کریں گے اللہ عزوجل قبول فرمائے گا۔ روزِ محشر میں رب العزت اولین و آخرین کو جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمائے گا "کلھم یطلبون رضائی وانا اطلبك رضاك یا محمد" ترجمہ: یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اول من یکسی ابراھیم ثم یقعد مستقبل العرش ثم اوتی بکسوتی فالبسھا فاقوم عن یمینه مقاما لا یقوم احد غیری یغبطنی فیه الاولون والآخرون" ترجمہ: سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جوڑا پہنایا جائے گا وہ عرش کے نیچے بیٹھ جائیں گے۔ پھر میری پوشاک حاضر کی جائے گی میں پہن کر عرش کی دائیں طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا دوسرے کو وہ مقام عطا نہ ہوگا۔ اگلے پچھلے مجھ پر رشک لے جائیں گے۔

(مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، جلد 6، صفحہ 329، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبعث ناقۃ ثمود لصالح فیرکبھا من عند قبرہ حتی توافی به المحشر قال معاذ اذن ترکب العضباء یارسول اللہ قال اختصصت به من دون الانبیاء یومئذ و یبعث بلال علی ناقۃ من نوق الجنۃ ینادی علی ظھرھا بالاذان فاذا سمعت الانبیاء و اممھا اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمدا رسول الله قالوا و نحن نشھد علی ذلك" ترجمہ: حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صالح علیہ السلام کے لئے ناقہ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہو کر میدانِ حشر میں آئیں گے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور اپنے ناقہ مقدسہ عضباء پر سوار

ہوں گے۔ فرمایا میں براق پر تشریف رکھوں گا کہ اس روز سب انبیاء علیہم السلام سے الگ خاص مجھی کو عطا ہوگا۔ جنتی اونٹنی پر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حشر ہوگا کہ عرصاتِ محشر میں اس کی پشت پر اذان دے گا۔ جب انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں "اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمدا رسول الله" سنیں گے سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔

(تہذیب تاریخ دمشق الکبیر بحوالہ ابن زنجویہ، جلد 3، صفحہ 312، داراحیاء التراث العربی بیروت)

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں: "حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خدمتِ اقدس میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اس سے بہتر کوئی نہیں پیدا فرمایا۔ قیامت کے دن لوگوں کے حق میں اس کی شفاعت انبیاء کرام کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان سے گلے ملے۔"

(فتح العزیز، مأخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 257، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قیامت کے دن لوگ پریشانی کے عالم میں ہوں گے کسی کو پتہ نہ ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا لیکن اللہ عزوجل کے خاص بندوں پر اس دن کوئی خوف وخطرہ نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علے وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ کے بندوں میں کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ نہ وہ انبیاء ہیں نہ شہداء لیکن انبیاء و شہدا قیامت کے دن ان کی قدر و منزلت پر رشک کریں گے جو اللہ عزوجل نے ان کو

دی ہے۔" حاضرین میں سے کسی ایک نے پوچھا ان کے اعمال کیا ہیں؟ تاکہ ان کے اعمال سے ہم ان کو پہچان کر محبت سے پیش آئیں؟ فرمایا: "وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے لئے دوستی کی بغیر کسی رشتہ داری یا لین دین کے بخدا ان کے چہرے منور ہیں اس لئے کہ وہ نور کے اعلیٰ مقامات پر ہیں۔ آگاہ رہو کہ اولیاء پر نہ تو خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔ وہ اندھیروں کے لیے مثل چراغ کے ہیں اور رشد و ہدایت کا منبع ہیں اور اس اختصاص سے مخصوص ہیں کہ وہ اخلاص کے ساتھ تصنع اور ریاکاری سے بچتے ہیں۔"

(سیر الاولیاء، صفحہ 98,99، مرکزی اردو سائنس بورڈ، لاہور)

اللہ عزوجل اپنے محبوب بندوں کو بڑی شان و شوکت سے جنت میں داخل فرما کر بلند مقام عطا فرمائے گا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن ستر ہزار ملائکہ کے آگے جو اویس قرنی کے مانند ہوں گے اویس کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کی شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے۔ اس لئے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی اختیار کر کے محض اس لئے عبادت و ریاضت اختیار کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیش نظر قیامت کے دن آپ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی۔"

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 11، ضیاء القرآن، لاہور)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگو یاد رکھو! روزِ حشر سب نیک بندوں سے تو جنت میں جانے کے لئے کہا جائے گا مگر اویس (قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم ہو گا کہ تم ٹھہرو لوگوں کی شفاعت کرو۔ پھر رب تعالیٰ ربیعہ و مضر قبیلوں کی تعداد برابر لوگوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا۔

اے عمر اور اے علی! جب تم لوگ ان سے (اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے)

ملاقات کرنا تو ان سے اپنے حق میں دعا و استغفار کرانا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔"

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 216، رضا پبلشرز، لاہور)

اولیاء اللہ کی شان میں قرآنی آیات

قرآن پاک میں اولیاء اللہ کی شان میں بے شمار آیتیں آئیں جن میں چند آیات کو پیش کیا جاتا ہے:۔

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: لیکن جو اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالاخانے ہیں ان پر بالاخانے بنے ان کے نیچے نہریں بہیں، اللہ کا وعدہ، اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

(الزمر، سورت 39، آیت 20)

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

(النزعات، سورت 79، آیت 41،40)

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

(سورۃ السجدہ، سورت 32، آیت 17)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے

ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو۔

(سورۃ حم سجدہ، سورت 41، آیت 31, 30)

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَى أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ○ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ○ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ وہ اس کی بھنک (ہلکی سی آواز بھی) نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

(سورۃ الانبیاء، سورت 21، آیت 100 تا 103)

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔

(سورۃ الحدید، سورت 57، آیت 12)

فصلِ پنجم: اولیاءُ اللہ کے تصرفات

اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو حکم فرماتا ہے "کُن" یعنی ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے جب بندہ اپنے نفسانی تصرفات کو چھوڑ کر اللہ عزوجل کی بندگی میں لگ جاتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ عزوجل دنیا پر اسکا تصرف جاری فرما دیتا ہے اور اس کے منہ سے نکلنے والی بات کن کا مقام رکھتی ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے اتنے اختیارات عطا فرمائیں ہیں جن کو شمار کرنا ناممکن ہے۔ شرفِ ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عقائد ونظریات میں تصرفات کے متعلق فرماتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ آپ نے کسی شخص کو فرمایا کہ تو اس طرح ہو جا! تو وہ اسی طرح ہو گیا۔ امام حاکم نے یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا، امام بیہقی اور طبرانی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حکم بن ابی العاص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو وہ نقل اتارا کرتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی طرح ہو جا! تو اس کا چہرے مرنے تک اس طرح بگڑا رہا۔

امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک شخص آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا منہ بگاڑ کر نقلیں اتار رہا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اس طرح ہو جا! (تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا) اس کے گھر والے اسے اٹھا کر لے گئے۔ دو ماہ اس کی یہی حالت رہی جب بھی افاقہ ہوا تو اس کا چہرہ اسی حالت میں تھا جس حالت میں وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقلیں اتارتا تھا۔

امام علامہ شعرانی فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے غزوہ تبوک میں کلمہ کُن استعمال فرمایا ایک تو جواز کے بیان کرنے کے لئے دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو معجزات کے ظاہر کرنے کی اجازت تھی۔ یہ مسئلہ اس قبیلے سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ابوذر ہو جا! تو وہ ابوذر ہو گئے۔ کھجور کی شاخ کو فرمایا تو تلوار ہو جا! تو وہ تلوار بن گئی۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا اے ابن آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے یہ مرتبہ عطا کر دوں گا کہ تو کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام، اولیاء اور خاص انسانوں کو عطا فرمایا۔" (عقائد و نظریات، صفحہ 95، مکتبہ قادریہ، لاہور)

مخلوق کی عبادت سے خالق کائنات کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بندہ عبادت کے ذریعے جب اللہ عزوجل کا قرب پاتا ہے تو اللہ عزوجل اسے اس عبادت کا فائدہ، بخشش اور تصرفات کی شکل میں عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ لوگوں سے کہہ دو کہ میں نے انہیں اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ان سے کوئی فائدہ حاصل کروں۔ میں نے انہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھ سے فائدہ حاصل کریں۔

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 309، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

اولیاء اللہ کا حاجت روا ہونا

اولیاء اللہ کے تصرفات پر بے شمار احادیث موجود ہیں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اذا اراد اللہ بعبد خیرا استعملہ علی قضاء حوائج

الناس "ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔

(شعب الایمان، التعاون علی البر والتقوی، جلد10، صفحہ 116، مکتبۃ الرشد، ریاض)

کنز العمال کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تعالیٰ عبادا اختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئک لآمنون من عذاب اللہ "ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذاب الٰہی عزوجل سے امان میں ہیں۔

(کنز العمال، الباب الثانی فی السخاء والصدقۃ، جلد6، صفحہ 350، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اللہ عزوجل تمام کائنات کو عطا کرنے والا ہے لیکن بعض ایسے محبوب ہوتے ہیں جن کے صدقے سے اللہ عزوجل جلد جلد عطا فرماتا ہے چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جب کوئی مصیبت درپیش ہوتی تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاجت روائی کے لئے حاضر ہوتے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے لئے بارگاہِ خداوندی میں دعا کرتے اللہ عزوجل قبول فرماتا جب بارش نہ ہوتی تو بارش کے لئے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تو ہاتھ نیچے آنے سے پہلے بارش برس جاتی۔ نیک لوگوں سے اپنی حاجتیں طلب کرنا پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ الہ وبارک وسلم کی حدیث سے ثابت ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے "اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ "ترجمہ: بھلائی اور اپنی حاجتیں نیک ونورانی چہرے والوں سے مانگو۔

(معجم الکبیر،باب العین،عن ابن عباس،جلد11،صفحہ81،مکتبہ ابن تیمیہ،القاہرہ)

ایک حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی" ترجمہ: میری امت کے رحم دل لوگوں کے پاس فضل طلب کروان کے دامن میں آرام سے رہوگے کہ ان میں میری رحمت ہے۔

(کنزالعمال،فی آداب طلب الحاجۃ،جلد6،صفحہ519 موسسۃ الرسالہ،بیروت)

ہمارے مرشد مخدوم شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ میں جس بیمار پر ہاتھ پھیر دوں خدا اس کو شفا اور تندرستی عطا فرمادیتا ہے اور یہ اثر صرف اس وجہ سے ہے کہ مجھے قادر سے (نام کی) نسبت ہے کیونکہ آپ کے زمانے کے اکثر لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتے ہیں اور مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں۔''

(اخبار الاخیار،صفحہ502،ممتاز اکیڈمی،لاہور)

حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد پاک نقل کیا گیا ہے "من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ خرجت عنہ و من توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت" ترجمہ: جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اسکا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اسکی حاجت پوری ہوگی۔

(نزہۃ الخاطر الفاتر، صفحہ 61)

سیرت غوث اعظم کی معتبر کتاب بہجۃ الاسرار میں ہے "قال الشیخ القدوۃ ابو الحسن علی القرشی جئت الی سیدی شیخ ابی سعد القلیوی

واخبرتہ بذلک فقال: الشیخ عبدالقادر یبری الاکمہ والابرص ویحی الموتی باذن اللہ" ترجمہ: شیخ القدوۃ ابوالحسن علی القرشی فرماتے ہیں کہ میں شیخ سید ابوسعد القلیوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا شیخ عبدالقادر مادرزاد اندھے اور برص والے کو اچھا کرتے اور اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کرتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار،صفحہ124، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اے برادر! اس شبہ کو آخر دل میں جگہ نہ دینا اس لئے کہ مادرزاد نیک بختوں کو بغیر پیر کی بیعت اور بلا مرشد کی تربیت کے ایسی کرامتیں اور ایسے مقامات حاصل ہوجاتے ہیں کہ لوحِ محفوظ میں تصرف کرنا، ہوا میں اڑنا، غیب کی خبریں دینا، جلتی آگ میں گھس جانا، پانی پر کھڑے ہونا، مردے کو زندہ کرنا، زندہ کو قبر میں بھیج دینا اور اسی قسم کے دوسرے تصرفات ان کو شروع ہی میں حاصل ہوجاتے ہیں۔ حضرت ضیا بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ طریقت میں سو مقامات ہیں جب راہ رو سالک سترھویں مقام پر پہنچتا ہے تو اس قسم کی کرامتیں اور تصرفات اسے حاصل ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد ۸۳ مقام باقی رہتے ہیں کہ جب تک انہیں حاصل نہیں کرتا اس کا کام معطل رہتا ہے اور وہ پیرومرشد کی امداد کا محتاج رہتا ہے تاکہ ان تمام مقامات پر پہنچ جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاص بخششیں ہوتی ہیں اور بکثرت اور متواتر کہ اس پر دروازہ کھولتی اور سرحد انتہا تک پہنچا دیتی ہیں جو اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوتی ہیں۔ ﴿لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾ ترجمہ: ان کے لئے جنت میں وہ ہے جس کی وہ خواہش کریں اور ہمارے پاس اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے حکایت فرمائی کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار فرمائی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں

اور نہ کسی کے دل پر اس کا خیال گزرا۔ اور وہ ہیں کہاں "فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر" ترجمہ: قدرت والے مالک کے پاس صاف جگہ میں۔ اس کے جمال پر جمال ہی کے پردے پڑے ہوئے ہیں جن کا سوائے چند نقوش کے اور کوئی محرم ہی نہیں۔"

(سبع سنابل، صفحہ139، فرید بک سٹال، لاہور)

اولیاء اللہ کا دیگر مخلوقات پر تصرف

اولیاء اللہ کے تصرفات انسانوں کے ساتھ ساتھ دوسری مخلوق پر بھی ہوتے ہیں جیسے ہمارے پیارے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ کی حکومت جنوں پر بھی تھی۔ حضرت ابراہیم بن ادہم ساحل دجلہ پر اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ کسی نے آکر کہا کہ حکومت چھوڑ کر تم نے کیا حاصل کیا؟ یہ سن کر آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی تو بے شمار مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی ایک ایک سوئی دبائے ہوئے نمودار ہوئیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی سوئی درکار ہے چنانچہ ایک مچھلی آپ کی سوئی بھی لیکر آگئی اور آپ نے سوئی لے کر اس شخص سے فرمایا کہ حکومت کو خیر باد کہہ کر ایک معمولی سی یہ شے حاصل ہوئی ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ76، ضیاء القرآن، لاہور)

اولیاء اللہ کا بعد وفات تصرفات کرنا

اولیاء اللہ کے تصرفات انکی زندگی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں باقی رہتی ہیں اسلئے کے وہ موت کا صرف ذائقہ چکھتے ہیں اور دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ روض الریاحین میں ہے: "حضرت شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں باب بنی شیبہ سے گزر رہے تھے انہوں نے دیکھا راستے میں ایک لاش رکھی ہوئی ہے۔ شیخ نے لاش کا چہرہ دیکھا وہ ایک نوجوان تھا۔ شیخ کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ ابوسعید! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محب

مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔ وہ تو صرف ایک عالم سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں۔"

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ240، رضا پبلشرز، لاہور)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم و یتصرفوا فی ملکوت السمٰوٰت و الارض" ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے مزارات سے باہر جانے اور آسمانوں اور زمین میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے۔

(الحاوی للفتاوی، جلد 2، صفحہ263، دارالفکر، بیروت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں: "اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور روحوں سے اُویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے۔"

(تذکرۃ الموتی و القبور، صفحہ76، نوری کتب خانہ، لاہور)

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ "قشیریہ" میں حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہ سے راوی: "مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ حضرت یہ اشرفیاں لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: موت کے بعد زندگی کہاں؟ کہا" انا حی و کل محب اللہ حی " یعنی میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔"

(الرسالۃ القشیریہ، جلد2، صفحہ549، دار المعارف، القاہرۃ)

شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں "قال العلامۃ الغنیمی وھو خاتمۃ محققی الحنیفۃ اذا کان مرجع الکرامات الی قدرۃ اللہ تعالیٰ کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم و

مماتھم ، قد اتفقت كلمات علماء الاسلام قاطبة على ان معجزات نبينا صلى الله عليه وآله وسلم لا تحصر لان منها ما اجراه الله تعالىٰ و بحريه لا ولياء، من الكرامات احياء و امواتا الى يوم القيمة" ترجمہ: علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کر حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہو چکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی عزوجل کی طرف سے ہے تو اولیاء کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں۔ تمام علماء اسلام ایک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اولیائے زندہ و مردہ سے جاری کیں اور قیامت تک ان سے جاری فرمائے گا۔

شیخ الاسلام شہاب رملی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے "معجزات الانبیاء و كرامات الاولياء لا تنقطع بموتهم " ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

(فتاوٰی رضویہ ،جلد 9،صفحہ 767، بحوالہ فتاوٰی جمال بن عمر مکی)

فصلِ ششم: اولیاءُ اللہ کی ارواح

موت ہر جاندار، زندہ کو آنی ہے خواہ فرشتہ ہو یا حیوان، انسان ہو یا جن، البتہ بعض کو حدوث موت ہے اور بعض کو بقائے موت، انبیاء، شہداء اور اولیاء کے لئے حدوث موت ہے یعنی موت آ کر باقی نہ رہے گی بلکہ اس کے بعد ان کے لئے حیات جاودانی ہے، جبکہ دیگر کی موت بقائے موت ہے یعنی موت آ کر باقی بھی رہتی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جسم انسان کی زندگی و موت کے دو معنی ہیں، روح کا جسم سے نکل جانا، روح کا جسم چھوڑ دینا، پہلے معنی سے ہر شخص کو موت ہے، خواہ نبی ہو، ولی ہو، شہید ہو یا

عام مومن یا غیر مومن، مگر دوسرے معنی سے حضرات انبیاء و اولیاء و شہداء کو ہرگز موت نہیں، ان کے جسم سے روح نکل کر جسم کو چھوڑتی نہیں جس سے ان کا جسم سڑتا گلتا نہیں، اس کے حواس بھی قائم رہتے ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ مسئلہ ایک شعر میں حل فرما دیا فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے — مگر اتنی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات — مثل سابق وہی جسمانی ہے

فیصلہ یہ فرمایا کہ موت آنا اور ہے، موت کا باقی و قائم رہنا کچھ اور موت آنی سب کو ہے، مگر ہم کو موت آ کر باقی بھی رہتی ہے ان حضرات کو آنی طور پر آنی ہے پھر ان کی حیات جاودانی ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی فہم عطا فرماوے، حدوث موت اور بقائے موت کا فرق خیال میں رہے۔'' (احمد یار خان نعیمی ،جلد4،صفحہ380، نعیمی کتب خانہ ،گجرات)

شرح الصدور میں ہے: ''علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وصال کے بعد انبیاء علیہم السلام کی روح کو واپس کر دیا جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام شہدا کی طرح اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ ارواح دو قسم کی ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن پر عذاب نازل ہوتا ہے اور ان کو ملاقات کی اجازت بھی نہیں ہوتی اور کچھ وہ ہیں کہ جو انعامات اور اکرامات خداوندی عزوجل میں ہیں۔ تو وہ آزاد ہیں اور آپس میں ملاقات کرتی ہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے اس پر بحث کرتی ہیں اور جو کچھ دنیا والے کرتے ہیں اس کے بارے میں بھی گفتگو کرتی ہیں۔''

(شرح الصدور شرح حال الموتی و القبور صفحہ328، اسلامی کتب خانہ، لاہور)

تفسیر بیضاوی میں ہے "صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها

تنزع عن الأبدان غرقا أی نزعا شدیدا من أغرق النازع فی القوس وتنشط إلی عالم الملکوت وتسبح به فتسبق إلی حظائر القدس فتصیر لشرفها وقوتها من المدبرات " ترجمہ: ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بندوں سے انتقال فرماتی ہے کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرۂ قدس (جنت) تک جلد رسائی پاتی ہیں اب اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنیوالوں سے ہوجاتی ہے۔

(تفسیر بیضاوی، جلد2، جز 5، صفحہ282، داراحیاء التراث، دمشق)

ارواح کی طاقت

روح کی طاقت جسم سے کئی گناہ زیادہ ہے کافر ہو یا مسلم اسکی روح میں یہ خاصیت ہے کہ یہ وہ کچھ دیکھ اور سن سکتی ہے جو جسمانی آنکھ اور کان دیکھ اور سن نہیں سکتے۔ انسان جتنا نیک ہوگا اسکی روحانی طاقت بھی اتنی ہی نیک ہوگی انبیاء اور اولیاء کی ارواح بہت طاقت ور ہوتی ہیں۔ اور یہ ارواح سدرۃ المنتہی سے آگے عرش تک بلکہ عرش سے اوپر تک بھی جاسکتی ہیں اور ہزاروں اولیاء کا روحانی طور پر عرش سے اوپر تک جانا ثابت ہے۔ حامی سنت ماحی بدعت امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ''شب معراج میں روح پرفتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالی عنہ کا حاضر ہو کر پائے اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا، اور وقت رکوب براق یا صعود عرش زینہ بننا، شرعاً وعقلاً اس میں بھی کوئی استحالہ نہیں۔ سدرۃ المنتہی اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بنظر ارواح۔ عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش

بلکہ مافوق العرش تک ثابت وواقع، جس کا انکار کرے گا مگر علوم اولیاء کا منکر۔ بلکہ باوضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ ''اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد28، صفحہ420، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بعض علماء کرام نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کے مستند ہونے کا انکار کیا ہے لیکن اگر نظریہ روح کے حوالہ سے دیکھا جائے تو یہ ناممکن نہیں جیسا کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فرمایا۔ اور یہ اعتراض بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ ابھی دنیا میں آئے ہی نہیں تھے تو معراج کی رات میں وہ کیسے پہنچ گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غوث پاک کی روح تھی اور روحیں تو دنیا کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہیں اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات انبیاء علیہم السلام جو کہ دنیا سے پردہ کر چکے تھے اُن کو بھی دیکھا اور ان صحابہ علیہم الرضوان کو بھی جنت میں دیکھا جو ابھی زندہ تھے بلکہ قیامت کے بعد جو جنت ودوزخ میں جائیں گے ان کو پہلے ہی دیکھ لیا۔ فاضل عبدالقادر بلی فرماتے ہیں "فایاك یا اخی ان تکون من المنکرین المتعجبین من حضور روحه لیلة المعراج لانه وقع من غیره فی تلك اللیلة کما هو ثابت بالاحادیث الصحیحة کرؤیته صلی الله علیه وآله وسلم ارواح الانبیاء فی السمٰوٰت و بلالا فی الجنة واویسا القرنی فی مقعد الصدق و امرأة ابی طلحة فی الجنة و سماعه صلی الله علیه وآله وسلم خشخشة الغمیصاء بنت ملحان فی الجنة کما ذکرنا قبل هذا و ذکر فی حرز العاشقین و غیره من الکتب ان نبینا صلی الله علیه وآله وسلم لقی لیلة المعراج سیدنا موسیٰ علیه السلام فقال موسیٰ مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح انت قلت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ارید ان یحضر احد من علماء امتك لیتکلم معی فاحضر

النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم روح الغزالی رحمۃ اللہ علیہ الی موسیٰ علیہ السلام۔۔۔" ترجمہ: اے برادر بچ اور ڈر اس سے کہ کہیں تو انکار کر بیٹھے اور شب معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری پر تعجب کرے کہ یہ امر تو صحیح حدیثوں میں اوروں کے لئے وارد ہوا ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں میں ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا، اور جنت میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ اور مقعد صدق میں اویس قرنی اور بہشت میں زوجہ ابوطلحہ کو اور جنت میں غمیصاء بنت ملحان کی پچل سنی جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اور حرز العاشقین وغیرہ کتابوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا مرحبا نبی صالح اور صالح بھائی کے لئے۔ آپ کہتے ہیں کہ میری امت کے علماء ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء، میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے کسی عالم امتی کو مجھ سے ملوائیں کہ میں اس سے بات کروں تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روحِ امام غزالی کو حکم حاضری دیا۔

(تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، صفحہ 25 سنی دارالاشاعت علویہ، فیصل آباد)

روح کا ایک وقت میں کئی مقامات پر ہونا

ارواح کو اجسام پر قیاس نہیں کرنا چاہئے لہٰذا روحیں جنت میں ہونے کے باوجود آسمان پر بھی ہیں، قبر کے پاس بھی اور مدفون بدن میں بھی۔ روحیں اترنے چڑھنے میں نہایت تیز رفتار ہیں۔ یعنی روح کے لئے دوری اور فاصلے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ وہ ایک لمحہ میں کئی جگہ جلوہ گر ہوسکتی ہیں چونکہ ساری روحیں یکساں نہیں اسلئے انکے مراتب بھی جداجدا ہیں اور انکے تصرف وقدرت کی کیفیت بھی مختلف ہے۔

(مزارات اولیاء اور توسل، صفحہ 87، زاویہ پبلشرز، لاہور)

شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عقائد ونظریات میں علامہ سید محمود آلوسی بغدادی کے قول کو نقل کرتے ہیں: "جسے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک ہے جو تجرد اور تقدس میں تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے۔ اس طرح کہ وہ روح مبارک ایسی صورت کے ساتھ متصف اور ظاہر ہوئی جسے اس رؤیت کے ساتھ دیکھا گیا ہے جبکہ اس روحِ انور کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جسم کے مبارک کے ساتھ بھی برقرار ہے جو قبر مبارک میں زندہ ہے جیسے کہ بعض محققین نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دوسرے شخص کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ (بیک وقت دونوں جگہ موجود تھے)
یا مثالی جسم نظر آتا ہے۔ جس کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے اور کوئی چیز اس امر سے مانع نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجسام بے شمار ہوجائیں اور روح مقدس (جو ایک ہی ہے اس) کا ہر ایک (مثالی جسم) کے ساتھ تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں اور تحائف ان میں سے ہر جسم کے لئے اور یہ تعلق ایسا ہی ہے جیسے ایک روح کا ایک جسم کے اجزا سے ہوتا ہے۔"

اس بیان سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد لوگ ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات پر رسول اللہ کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب وغریب کام کر لیتے ہیں۔ اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت

ہے؟"

اس سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیائے کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں ان کے لطائف مختلف (مثالی) اجسام کی صورت میں مجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور پیران کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔"

(عقائد و نظریات، صفحہ 354تا357، مکتبہ قادریہ، لاہور)

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حاجی نے عرفات کے اندر حج میں دیکھا حالانکہ اس سال انہوں نے حج نہیں کیا تھا۔ وہ لوٹ کر آیا تو اس نے یہ بات قسم کھا کر اپنے بھائی سے کہی اور کہا اگر میں جھوٹا ہوں تو میری بیوی کو طلاق۔ اور اس کا بھائی خود حضرت کی مجلس کا حاضر باش تھا۔ اس نے کہا 9 ذی الحجہ کو تم نے انہیں عرفات میں دیکھا اور 8 تاریخ کو مکان حضرت بشر حافی کے بالمقابل حضرت سہل کی خانقاہ میں ان کے پاس موجود تھا۔ دونوں بھائی واقعہ کی تحقیق کے لئے اور قسم کے بارے میں حکم شرع معلوم کرنے حضرت سہل کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت نے فرمایا تم لوگوں کا اس بات سے تعلق نہیں جاؤ اور اللہ عزوجل کی عبادت کرو اور حاجی سے فرمایا تم اپنی بیوی کے ساتھ حسب سابق رہو اور میری اس بات کا چرچا نہ کرو۔

(روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 258، رضا پبلشرز، لاہور)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ذات ایک وقت میں اتنی صورتوں میں کیسے آسکتا ہے؟ تو اسکا ایک جواب یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی عطا سے ہے جیسے ملک الموت علیہ السلام ایک وقت میں کتنے لوگوں کی روح قبض کرتے ہیں اور احادیث میں آتا ہے کہ ملک

الموت جب کسی مومن کی روح قبض کرتے ہیں تو بہت خوبصورت و نورانی شکل میں آتے ہیں اور کسی کافر کے پاس ڈراؤنی شکل میں آتے ہیں اسی طرح اولیاء اللہ بھی ایک وقت میں مختلف شکلوں میں آتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک عارف کا قول درج ہے: "جب ولی کی ولایت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کی روحانیت کسی صورت میں مصور (بدل سکے) تو ممکن ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت کے اندر مختلف جگہوں میں اپنے کو متعدد صورتوں میں جیسے چاہے دکھائے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 627، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

روح دکھائی دینے کے لئے جسم کی محتاج ہوتی ہے لیکن بعض اولیاء کی روح کو یہ کمال عطا کر دیا جاتا ہے کہ وہ بغیر جسم کے بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی کتاب تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں: "اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا ان کی روح مبارک زمین و آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہے آتی جاتی ہے۔ اس لئے قبروں کی مٹی ان (اولیاء کے) جسموں کو نہیں کھاتی بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔"

(تذکرۃ الموتی والقبور، صفحہ 75، نوری کتب خانہ، لاہور)

ارواح کا دنیا سے تعلق

روحوں کو دنیا کے معاملات کا پتہ ہوتا ہے اس کے ثبوت پر ایک صحابی کا واقعہ پیش

کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ ابو القاسم عماد الدین محمود ابن فریابی کتاب خالصۃ الحقائق لما فیہ من اسالیب الدقائق میں صحابیاتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بی بی رباب نامی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرتے ہیں "انها كانت زوجا لرجل يقال له عمرو فتعاهدا ايهما مات قبل الاخر لا يتزوج الذی يبقیٰ حتیٰ يموت فمات فاقامت مدة فزوجها ابوها فرأت فی تلك الليلة عمرا انشدها ابياتا فاصبحت مذعورة و قصت علی النبی صلی الله عليه و آله وسلم القصة فامرها ان تستأنس بالوحدة حتیٰ تموت و امر زوجها بفراقها ففعل ذلك" ترجمہ: وہ ایک شخص عمرو نامی کی زوجہ تھیں ان کے آپس میں عہد ہو لیا کہ جو پہلے مرے دوسرا تادمِ مرگ نکاح نہ کرے۔ عمرو کا انتقال ہوا رباب ایک مدت تک بیوہ رہیں پھر ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا۔ اسی رات اپنے پہلے شوہر کو خواب میں دیکھا انہوں نے کچھ شعر اس معاملے کی شکایت میں پڑھے۔ یہ صبح کو خائف و ترساں اُٹھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے دم تک تنہائی میں جی بہلائیں اور اس کے شوہر کو حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیں انہوں نے چھوڑ دیا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 12، صفحہ 305، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب اولیاء اللہ کی ارواح کا یہ عالم ہے تو انبیاء علیہم السلام کی ارواح خصوصاً ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کیا ہوگی۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تمام انسانوں سے بڑھ کر لطیف و کمال ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول و آخر اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی روح مبارک کو سب سے پہلے پیدا کیا

گیا اسلئے اول کہا جاتا ہے اور دنیا میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائے اس لئے آخر کہا جاتا ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ عالم ارواح میں اللہ عزوجل نے جب ارواح سے پوچھا ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں۔ تو سب سے پہلے جس روح مبارک نے بلیٰ (ہاں کیوں نہیں) کہا وہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تھی۔ الخصائص الکبریٰ میں ہے "ان الله تعالیٰ لما اخذمن بنی ادم من ظهورهم ذرياتهم و اشهدهم علی انفسهم الست بربكم كان محمد صلی الله عليه و آله وسلم اول من قال بلی ولذلك صار يتقدم الانبياء و هو اخر يبعث" ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کی پیٹھوں سے ان کی اولادیں روز میثاق نکالیں اور انہیں خود ان پر گواہ بنانے کو فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں۔ تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ بلیٰ عرض کیا کہ ہاں کیوں نہیں۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب انبیاء علیہم السلام پر تقدم ہوا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے بعد مبعوث ہوئے۔ (الخصائص الکبری بحوالہ ابی سہل، جلد 1، صفحہ 9، دار الکتب الحدیثہ، عابدین)

مشکوۃ المصابیح میں ہے "عن عرباض بن سارية عن رسول الله صلی الله عليه وسلم انه قال انی عند الله مكتوب خاتم النبيين و ان آدم لمنجدل فی طينته" ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں اللہ عزوجل کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اپنے خمیر میں تھے۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، جلد 3، صفحہ 1604، المکتب الاسلامی، بیروت)

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "حاصل اینْ معنی آنچہ مشهور است بر زبانها بلفظ كنت نبيا و آدم بين الماء و الطين و

در روایتے کنبت نبیا از کتابت یعنی نوشته شدم من پیغمبر و حال آں که آدم میاں آب گل بود یعنی مخلوق نه شده بود ایں جا می گویند که از سبق نبوت آنحضرت چه مراد است اگر علم و تقدیر الٰهی است نبوت همه انبیاء شامل است و اگر بالفعل است آں خود در دنیا خواهد بود جوابش آنست که مراد اظهار نبوت اوست پیش از وجود عنصری ولے در ملائکه و ارواح چنانکه وارد شده است کتاب اسم شریف او بر عرش آسمانها و قصور بهشت و غرفه هائے آں و بر سینه هائے حور العین و برگهائے درختان جنت و درخت طوبی و برابروها و چشمهائے فرشتگان و بعضے عرفا گفته اند روح شریف وے صلی اللہ علیه وسلم نبی بود در عالم ارواح که تربیت ارواح می کرد" یعنی اس حدیث کے معنی کا حاصل وہ ہے جو" کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین" کے لفظ سے لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے اور ایک اور روایت میں کتبت نبیا ہے یعنی میں اس وقت نبی لکھا گیا تھا جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام آب وگل کے درمیان تھے یعنی پیدا نہیں کئے گئے تھے اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کے پہلے نبی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ ان کا نبی ہونا مقدر ہو چکا تھا اور وہ علم الٰہی میں پہلے ہی سے نبی تھے تو ایسی نبوت تو تمام انبیاء کرام کو شامل ہے کہ ہر ایک کا نبی ہونا مقدر ہو چکا تھا اور سب علم الٰہی میں پہلے ہی سے نبی تھے اور اگر بالفعل نبی ہونا مراد ہے تو دنیا ہی میں ہو نگے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ اور ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے ان کی نبوت کا ظاہر کرنا تھا جیسا کہ وارد ہے کہ عرش ساتوں آسمان جنت کے محلات اس کے دریچوں حوار العین کے سینوں جنت کے درخت اور درخت طوبی

کے پتوں اور فرشتوں کی آنکھوں اور ان کے ابروؤں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اور بعض بزرگان دین نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریف عالم ارواح میں نبی تھی جو ارواح کی تربیت کرتی تھی۔

(اشعة اللمعات، جلد 4، صفحہ 474، کتب خانہ مجیدیہ)

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے "قد قال الاشعری انه تعالیٰ نور لیس کالانوار والروح النبویة القدسیة لمعة من نوره .... الخ"

ترجمہ: امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں "کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(مطالع المسرات، صفحہ 265، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لائلپور)

شرح الصدور میں ہے: "سرکار دو جہاں کی روح طیبہ تو رفیق اعلیٰ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ حضرات انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ ہونگے اور کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ اور یہ دنیا میں بھی ساتھی ہیں اور برزخ میں بھی ساتھ ہوں گے اور اطاعت گزار انسان ان تینوں ادوار میں اسی کے ہمراہ ہوگا جس سے اسکو محبت ہے۔"

(شرح الصدور، صفحہ 328، اسلامی کتب خانہ، لاہور)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں" روح النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم حاضرة فی بیوت اهل الاسلام" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہے۔

(شرح شفاءالقاری علی ہامش نسیم الریاض، جلد 3، صفحہ 424، مطبعۃ الازہریہ، المصریہ)

فصل ہفتم: اولیاءُاللہ کے تبرکات

بزرگانِ دین کی ذات مبارک اور جس چیز کی ان کے ساتھ نسبت ہو جائے وہ بابرکت ہوتی ہے لہٰذا ان کے ہاتھ پاؤں اور انکے لباس، نعلین، بال غرضیکہ سارے تبرکات اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف، کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "استنبط منه التبرك بما يلامس أجساد الصالحين" ترجمہ: (صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی کو جسموں پر ملنے) سے استنباط کیا گیا کہ جو چیز صالحین کے جسموں کو چھو جائے وہ متبرک ہے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری، جلد 1، صفحہ 467، المطبعۃ الکبریٰ الأمیریۃ، مصر)

شفاء شریف میں ہے" ومن اعظامه و اكباره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه و مالمسه او عرف به و كانت فى قلنسوة خالد بن الوليد رضى الله تعالىٰ عنه شعرات من شعره صلى الله عليه وآله وسلم فسقطت قلنسوته فى بعض حروبه فشد عليها شدة انكر عليه اصحاب النبى صلى الله عليه وآله وسلم كثرة من قتل فيها فقال لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنته من شعره صلى الله عليه وآله وسلم لئلا اسلب بركتها و تقع فى ايدى المشركين و رأى ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما واضعا يده على مقعد رسول الله صلى الله عليه وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه" ترجمہ: رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزء یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ علاقہ

ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوا ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو اس سب کی تعظیم کی جائے۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے انکار کیا اس لئے کہ اس شدید وسخت حملہ میں بہت مسلمان شہید ہوئے۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہ تھا بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ، جلد 2، صفحہ 44، عبد التواب اکیڈمی بوہر گیٹ، ملتان)

بلکہ بعض بزرگانِ دین کے بال ولباس وجمیع تبرکات کی تعظیم کرنا، ان سے لڑائی وغیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ قرآن فرماتا ہے ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

(سورۃ البقرۃ سورت 2، آیت 248)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن وروح البیان وتفسیر مدارک، تفسیر جلالین اور

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: ''یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زر اندود صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں ان کے مساکن و مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا یہ صندوق وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی۔ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔ جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر قوم عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے

سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقر ہوئے اور بے درنگ جہاد کے لئے آمادہ ہوگئے کیونکہ تابوت پا کر انہیں اپنی فتح کا یقین ہوگیا۔ طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے۔ فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔ فائدہ: تابوت میں انبیاء کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں اللہ عزوجل کی طرف سے آئی تھیں۔'' (خزائن العرفان)

ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض لینا ان کی عظمت کرنا طریقہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ سورہ یوسف کی آیت ﴿فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ﴾ ترجمہ: کنزالایمان: پھر جب اسے لے گئے۔ (پارہ 12، سورہ یوسف، آیت 15)

اس کی تفسیر میں تفسیر خازن و مدارک و روح البیان و تفسیر کبیر میں ہے کہ جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو انکے گلے میں ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تعویذ بنا کر ڈال دی تاکہ محفوظ رہیں۔ جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس تعویذ کو کھول دیا جس کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں کوئی نقصان نہ ہوا۔

تبرکات سے برکت وشفا ملنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد مصری لوگوں میں تنازع ہوگیا ہر محلے کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ آپ کو ان کے محلے میں دفن کیا جائے تاکہ وہ آپ سے برکت

حاصل کرسکیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے آپ کو دریا کے دائیں جانب دفن کیا گیا تو اس طرف کا علاقہ سرسبز ہو گیا اور دوسری طرف زمین خشک رہی۔ اس پر دوسری طرف کے لوگ کہنے لگے کہ انہیں ہماری طرف دفن کیا جائے۔ چنانچہ انہیں دریا کے بائیں جانب دفن کیا گیا۔ اب اس طرف کا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا اور دوسری طرف کا علاقہ خشک رہنے لگا۔ اس پر لوگوں میں جھگڑا ہو گیا دونوں طرف کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ آپ کو انکے علاقے میں دفن کیا جائے۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ آپ کو سنگ مرمر کے صندوق میں لٹا کر دریائے نیل کے اس مقام پر دفن کیا جائے جہاں سے پانی مختلف علاقوں میں تقسیم ہوتا ہے تاکہ دریا کے پانی سے سب لوگ یکساں برکت حاصل کرسکیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اسطرح تمام علاقوں کو آپ کی برکت سے خوشحالی و شادابی حاصل ہوگئی۔

(تفسیر مدارک التنزیل، حاشیہ تفسیر جلالین فی تفسیر سورہ یوسف زیر آیت 101، جلد 2 صفحہ 136 دار الکلم الطیب، بیروت)

حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب مزارات اولیاء اور توسل میں لکھتے ہیں: ''حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اس جبہ مبارک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے اب ہم اسے دھو کر اسکا پانی مریضوں کو پلاتے ہیں اور اسکی برکت سے انہیں شفا مل جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے ایک پیالہ میں پانی دے کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔ انکے پاس چاندی کی ایک ڈبیا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک رکھے ہوئے تھے۔ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو وہ موئے مبارک نکال کر اس پانی میں ہلاتیں اور پھر وہ پانی مریض کو پلا دیا جاتا۔'' (بخاری، کتاب اللباس)

(مزارات اولیاء اور توسل، صفحہ 43 زاویہ پبلشرز لاہور)

ام سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا برکت کی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کرنا اور ایک صحابی کا بطور برکت اپنے کفن کے لئے آپ سے چادر مبارک مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر دیئے جانے والے غسل کے پانی کی برکت کے متعلق لکھتے ہیں: ''مروی ہے کہ غسل کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پلکوں کے نیچے اور ناف کے گوشہ میں پانی جمع ہو گیا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی کو اپنی زبان سے چوسا اور اٹھایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے مجھ میں علم کی کثرت اور حافظہ کی قوت زیادہ ہے۔''

(مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 516 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

تبرکات سے برکات حاصل ہونے کا ثبوت

سارے پانی اللہ عزوجل نے پیدا کیے ہیں مگر آب زمزم کی تعظیم اسلئے ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا۔ مقامِ ابراہیم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہوئی تو اسکی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔ (پارہ 1، سورۃ البقرۃ، آیت 125)

مکہ معظمہ کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی تو رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی ﴿ لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

(پارہ 30، سورۃ البلد، آیت 1،2)

نیز فرمایا ﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اس امان والے شہر کی۔
(پارہ 30، سورۃ التین، آیت 3)

ایوب علیہ السلام سے فرمایا ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔
(پارہ 23، سورۃ ص، آیت 42)

ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔ معلوم ہوا کہ نبی کے پاؤں کا دھون عظمت والا اور شفاء ہے۔ مشکوۃ شریف، کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حضور علیہ السلام کا جبہ شریف تھا۔ مدینہ منورہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔ مشکوۃ شریف، کتاب الاطعمہ، باب الاشربہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور انکے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا۔ انہوں نے برکت کے لئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔ مشکوۃ شریف، کتاب الصلوۃ، باب المساجد میں ہے کہ ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسکو توڑ کر مسجد بنا لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک برتن میں پانی لے کر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو یہاں زمین پر چھڑک دو اور اس کو مسجد بنالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا لعاب شریف کفر کی گندگی کو دور فرماتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ٹوپی شریف میں حضور علیہ السلام کا ایک بال شریف رکھتے تھے اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر مبارک پر ہوتی تھی۔

مشکوۃ شریف، باب السرۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا تو حضرت بلال نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال کی طرف دوڑے جس کو اس غسالہ شریف کی تری مل گئی اس نے اپنے منہ پر مل لی اور جسے نہ ملی اس نے دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

ان تمام تفاسیر واحادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا سنتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں" قال نافع کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یسلم علی القبور أتیہ مائة مرة و اکثر یجئی الی القبر فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر ثم ینصرف و رؤی و اضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المنبر ثم وضعہا علی وجہہ وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا خلا المسجد حسّوا رمّانۃ المنبر التی تلی القبر بیامنہم ثم استقبلوا القبلة یدعون" ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حجرہ پاک کی قبروں کو سلام کرتے تو حاضر ہو کر سو سے زائد مرتبہ کہتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پھر پلٹتے ہوئے دیکھا گیا کہ منبر شریف پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ کو ہاتھ سے مس کر کے اپنے چہرے پر لگاتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جب مسجد نبوی سے نکلتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رو ہو کر دعا کرتے۔
(الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ، جلد 2، صفحہ 70، عبدالتواب اکیڈمی، ملتان)

امام احمد رضا خان فتاوی رضویہ میں علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ علیہ کی

کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل کے حوالے سے اُن کا قول نقل کرتے ہیں "الا انی اتحفك بامرٍ يلوح لك منه المعنى بان الشيخ الامام السبكى وضع خد وجهه على بساط دارالحديث التى مسها القدم النووى يسال بركة قدمه و ينوه بمزيد عظمة كما اشار الى ذلك بقوله و فى دارالحديث لطيف معنى الى بسط له اصبو وادى لعلى ان انال بحر وجهى مكانا مسه قدم النووى و بان شيخنا تاج العارفين امام السنة خاتم المجتهدين كان يمرغ وجهه و لحيته على عتبة البيت الحرام بحجر اسمٰعيل" ترجمہ: علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیادتِ تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دارالحدیث میں ایک لطیف معنی ہے، جس کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمۃ المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ406، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

انبیاء علیہم السلام کے تبرکات

قرآنِ پاک میں ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے

تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔ (پارہ6، سورۃ المائدۃ، آیت21)

اسکی تفسیر میں نور العرفان میں ہے: ''ارض مقدسہ سے مراد شام کا علاقہ ہے اس پر قوم جبار قابض تھی بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس پر جہاد اور اس زمین پر راج کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس زمین میں بزرگانِ دین کے مزارات ہوں وہ شہر اور تمام علاقہ مقدس اور پاک ہو جاتا ہے کیونکہ رب نے شام کو اسی لئے مقدس پاک فرمایا کہ وہاں انبیاء کرام کے مزارات ہیں لہٰذا بغداد، اجمیر و سرہند کو شریف کہنا، مکہ کو معظمہ اور مدینہ کو منورہ کہنا بہت بہتر ہے اس کا ماخذ یہی آیت ہے کہا جاتا ہے کہ مزاج شریف یا اسم شریف۔'' (نور العرفان)

سال حدیبیہ میں جب قریش کی طرف سے حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے ہیں حضور کے آبِ وضو پر بیتابانہ دوڑتے ہیں قریب ہے کہ آپس میں کٹ مریں اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعابِ دہن مبارک ڈالتے یا کھکھارتے ہیں اسے ہاتھوں میں لیتے اور "دلکوا بها وجوههم واجسادهم" یعنی اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے۔

کتاب مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے: ''ابن نجار، ابن جوزی، رزین اور ابن اثیر نے اس حدیث شریف کو بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ تبوک سے واپس ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے مدینہ منورہ کے غبار سے منہ ڈھانپا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "والذی نفسی بیده ان فی غبارها شفاء من كل داء" ترجمہ: مجھے اس ذات کی قسم کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ منورہ کے غبار میں شفا ہے۔

میری خاک یارب نہ برباد جائے — پس مرگ کر دے غبار مدینہ

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی — شب و روز خاک مزار مدینہ

(مولانا حسن رضا)

(ایک روایت میں ہے)"عن سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنها بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال غبار المدينة يطفي الجذام " ترجمہ: حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا مدینے کا غبار کوڑھ پن کو ختم کر دیتا ہے۔"

(مدینة الرسول ،صفحہ 130، مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ،ساہیوال)

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ کی مٹی کی نسبت ہوئی تو وہ شفا بن گئی اس مٹی کی کیا شان ہوگی جس نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لیا ہوگا ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس کی جتنی قربت ہوگی اسکی شان بھی اتنی ہی اعلیٰ ہوگی۔ بلکہ بخاری ومسلم کی حدیث پاک ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی" انی احب ان تاتینی و تصلی فی منزلی فاتخذه مصلی " یعنی میری تمنا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لاکر کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لئے متعین کرلوں۔اس کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " فی هذا الحديث انواع من العلم و فيه التبرك باثار الصالحين و فيه زيارة العلماء و الصلحاء والكبار واتباعهم و تبريكهم اياهم " ترجمہ:اس حدیث میں کئی قسم کے علوم ومعارف ہیں اوراس میں بزرگانِ دین کے آثار سے تبرک اور علماء صلحاء اور بزرگوں اوران کے ماننے والوں کی زیارت اوران سے برکات کا حصول ثابت ہے۔(المنہاج لشرح صحیح مسلم ، جلد 1 ،صفحہ 47، قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا میں کس جگہ نماز پڑھوں؟انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نماز ادا فرمائی۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ جس جگہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم مبارک رکھ دیں وہ نماز کے لئے متعین کرلینا باعث برکت ہے لہٰذا جس مسجد کے ساتھ کسی ولی اللہ کا مزار ہوگا وہاں بھی نماز پڑھنا باعث برکت ہوگا۔بزرگوں کے مزار کے ساتھ مساجد تعمیر کرنا تو کثیر مستند کتب سے ثابت ہے چنانچہ مسجد حرم اور مسجد اقصیٰ میں اوران کے پاس بھی کئی انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں۔بخاری ومسلم کی حدیث پاک ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ مارا جس سے انکی آنکھ ضائع ہوگئی۔ملک الموت واپس بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے اور عرض کی الٰہی! مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا۔اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو پھر آنکھ عطا فرمائی اور فرمایا جاؤ میرے بندے سے کہو کہ داہنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے میں اتنے سال اسکی عمر بڑھا دوں گا۔جب ملک الموت نے یہ پیغام پہنچایا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی پھر کیا ہوگا؟فرمایا پھر موت آجائے گی۔تو آپ نے عرض کی جب موت آنی ہی ہے تو ابھی آجائے۔اے اللہ مجھے بیت المقدس کی سرزمین پر پہنچا دینا۔

اسکی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں دفن ہونے کی خواہش صرف اسلئے کی کہ وہ بیشمار انبیاء کرام کا مدفن ہونے کے باعث متبرک ہے۔آپ کی دعا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب

بندوں کے قرب و جوار میں دفن ہونا مستحب ہے۔"

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، جلد15، صفحہ128، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

قرآن پاک میں اصحاب کہف کے واقعہ کے بارے میں ہے ﴿وَكَذٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے، وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

(سورۃ الکہف، سورت 18، آیت 21)

اس آیت سے نہ صرف اولیاء کا مزار بنانا ثابت ہوا بلکہ مزارات کے ساتھ مسجد بنانا بھی ثابت ہوگیا نہ صرف مسجد بنانا ثابت بلکہ تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت ہے "والمذكور في القصة أن الملك جعل على باب الكهف مسجداً وجعل له في كل سنة عيداً عظيماً" ترجمہ: اس قصہ کے متعلق مذکور ہے کہ بادشاہ وقت نے اس دروازہ پر مسجد بنوادی اور ہر سال ان کے لئے عید عظیم (یعنی عُرس) منعقد کروادیا۔

(روح المعانی، جلد8، صفحہ225، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بزرگانِ دین کے مزارات کے تبرکات

بعض مزارات کے تبرکات کے متعلق مشہور ہوتا ہے کہ اس سے شفا مل جاتی ہے لہٰذا کامل یقین کے ساتھ اس تبرک کو استعمال کرنا چاہیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کو دفنایا گیا تو ان کی قبر مبارک میں کئی دنوں تک خوشبوئیں آتی

رہی اور لوگ ان کی قبر کی مٹی کو بطور تبرک لے جایا کرتے تھے۔ ایسا ہی کئی اولیاء اللہ کے بارے میں ملتا ہے۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ پر لکھی گئی کتاب سیرت صدر الشریعہ میں ہے "کہ گھوسی کے مولانا فخر الدین کے والد محترم مولانا نظام الدین صاحب کے گُردے میں پتھری ہوگئی تھی۔ انہوں نے ہر طرح کا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بالآخر صدر الشریعہ قدس سرہ کی قبر انور کی مٹی استعمال کی جس سے ان کے گردے کی پتھری کا مرض تین دن میں دور ہوگیا۔"

(سیرت صدر الشریعہ، صفحہ 292، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

اولیاء اللہ کے تبرکات کی یہ شان ہے تو اولیاء اللہ کی کیا شان ہوگی اور ان کی اولاد اور مریدین کی کیا شان ہوگی۔ اصحابِ کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کتا بھی جنت میں جائے گا تو کیا یہ بعید ہے کہ کل قیامت والے دن اولیاء اللہ اپنے مریدین و محبین کی شفاعت کریں؟ بلکہ اولیاء اللہ تو کسی چیز کو چھولیں تو اللہ عزوجل اس چیز پر آگ کو حرام فرمادیتا ہے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روٹی کا پیرا تندور میں لگادیا تو آگ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا کسی ملحد سے مناظرہ ہوگیا اور دونوں اپنے کو حق پر کہتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کے ہاتھ آگ میں ڈلوادیے جائیں اور جس کا ہاتھ آگ سے محفوظ رہے اسی کو حق پر تصور کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو بھی ضرر نہ پہنچا۔ لوگوں نے فیصلہ کردیا کہ دونوں برحق ہیں۔ لیکن آپ نے دل تنگ ہوکر اللہ عزوجل سے عرض کیا کہ ستر سال میں نے عبادت میں گزار دیے مگر تو نے مجھے ایک ملحد کے برابر کردیا۔ ندا آئی کہ اے مالک! تمہارے ہاتھ کی برکت سے ہی ایک ملحد کا ہاتھ بھی آگ سے بچ گیا اور اگر وہ تنہا آگ میں ہاتھ ڈال دیتا تو یقیناً جھلس جاتا۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 27، ضیاء القرآن، لاہور)

اولیاء اللہ کے قرب کی برکات

اولیاء اللہ کے قرب میں رہنا بھی باعث برکت ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا "ان اللہ تعالیٰ لیدفع بالمسلم الصالح عن مائۃ اھل بیت من جیرانہ البلاء" ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مرد صالح کے سبب اس کے ہمسائے میں سوگھروں سے بلا دور فرماتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث روایت فرما کر آیہ کریمہ ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ (اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے) تلاوت کی۔

(معالم التنزیل، تفسیر بغوی، جلد 1، صفحہ 342، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

ان تمام آیات واحادیث اور واقعات سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کے پیارے بندوں سے جس چیز کی نسبت ہو یا پیرو مرشد جو چیز عطا کرے وہ بابرکت ہوتی ہے اور اس سے برکت وشفا حاصل کرنا صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور صحابہ کرام و بزرگانِ دین سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی ایک کمال کی بات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو اللہ عزوجل پر اتنا یقین کامل ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل اس میں شفاء عطا فرما دے گا چنانچہ ہم احادیث میں دیکھتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم حلق کروانے کے بعد اپنے موئے مبارک تقسیم کرنے کے لئے دیتے ہیں، لوگوں کے برتنوں میں ہاتھ ڈال کر متبرک بناتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق تو قرآن پاک میں آیت ہے کہ: جب آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو اپنا کرتہ دے کر فرمایا ﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ .... ﴿فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔ پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں (دیکھنے لگیں) کہ میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

(سورۃ یوسف، سورت 12، آیت 96، 93)

تبرکات میں شک وشبہ کرنا

موجودہ دور کئی مقامات میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اشیاء پائی جاتی ہیں عید میلاد النبی کے موقع پر کئی مقامات میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کروائی جاتی ہے۔ بعض لوگ ان تبرکات میں شک وشبہ کرتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ ہے بھی کہ نہیں؟ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو کرتہ مبارک بہت کم تھے پھر اتنے زیادہ مقامات پر کرتہ مبارک وعمامہ شریف کیسے آگئے؟ وغیرہ اس قسم کے شک وشبہات کا جواب دیتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جاء الحق میں لکھتے ہیں: ''بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا اصلی چونکہ ان کے اصلی ہونے کا ثبوت نہیں اس لئے ان کا چومنا ان کی عظمت کرنا منع ہے۔ ہندوستان میں صدہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتہ ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور علیہ السلام کے بال ہیں؟

جواب: متبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات ہیں کافی ہے اس کے لئے آیت قرآنی یا حدیث بخاری کی

ضرورت نہیں ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا زنا کے ثبوت کے لئے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار ہے۔ دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لئے دو کی گواہی اور رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر، نکاح، نسب، یادگاروں اور اوقاف کے ثبوت کے لئے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے۔ ایک پردیسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن و شوہر رہتے ہیں۔ آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے اتنا ہی کافی ہے۔

اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لئے صرف شہرت معتبر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے اگلوں کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے زیادہ زور آور تھے اور زمین جوتی اور آباد کی ان کی آبادی سے زیادہ اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (سورۃ الروم، سورت 30، آیت 9)

اس آیت میں کفارِ مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گزشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی۔ قرآن نے بھی اس کا پتہ نہ دیا۔ اس کے لئے محض شہرت معتبر مانی۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا۔ شفا شریف میں ہے

" و من اعظامه و اکباره اعظام جميع اسبابه و اکرام مشاهده و امکنته و ما لمسه عليه السلام او عرف به " (یعنی) حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اسباب ان کے مکانات اور جو کہ اس جسم پاک سے مس بھی ہو گیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہو کہ یہ حضور علیہ السلام کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔ شرح شفا میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں " ان المراد جميع ما نسب اليه و يعرف به عليه السلام" (یعنی) اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے۔ مولانا عبد الحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان میں یہ ہی عبارت شفا نقل فرما کر "و يعرف به" پر حاشیہ لکھا۔ " ای ولو کان علی وجه الاشهار من غير ثبوت اخبار فی اثاره کذا قال علی ن القاری" (یعنی) اگر چہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہوئی اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہو۔ اس طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسلک متقسط میں یہ ہی مضمون تحریر فرمایا اسی طرح علماءِ امت نے احکامِ حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حرمین شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کریں جس کی لوگ عزت و حرمت کرتے ہوں۔ تعجب ہے کہ فقہاءِ کرام فضائل اعمال میں حدیثِ ضعیف کو بھی معتبر مانیں اور یہ مہربان تبرکات کے ثبوت کے لئے حدیثِ بخاری کا مطالبہ کریں۔

(جاء الحق، حصہ 1، صفحہ 328، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

فصلِ ہشتم: اولیاءُ اللہ کے ناموں کی برکات

اولیاء اللہ کی ذات مبارک اور ان سے نسبت رکھنی والی چیز تو بابرکت ہے ہی

اولیاء اللہ کے ناموں کی بھی بہت برکات ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جاء الحق میں لکھتے ہیں: ''اللہ والوں کے نام کی برکت سے مصیبت ٹلتی ہے۔ جلی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ گھبرایا ہوا دل قرار پاتا ہے۔ رب فرماتا ہے ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (ترجمہ) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں۔ تفسیر نیشاپوری و روح البیان سورہ کہف زیر آیت ﴿مَا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ﴾ اور تفسیر صاوی شریف میں اسی آیت کے تحت ہے کہ اصحاب کہف کے نام اتنی جگہ کام آتے ہیں کہ گمی ہوئی چیز تلاش کرنا، جنگ سے بھاگتے وقت، آگ بجھانے کے لئے ایک کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دو، بچہ رونے کے وقت لکھ کر گہوارے میں بچے کے سر کے نیچے رکھ دیئے جائیں، کھیتی کے لئے اگر کسی کاغذ پر لکھ کر لکڑی میں لگا کر درمیان کھیت میں کھڑی کر دی جاوے، بخار درد سر کے لئے، حاکم کے پاس جانے کے وقت سیدھی ران پر لکھ کر باندھے، مال کی حفاظت کے لئے، دریا میں سوار ہوتے وقت اور قتل سے بچنے کے لئے۔

(از الحروف الحسن و تفسیر خزائن العرفان وجمل)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف سات ہیں: یملیخا، مکشلینا، مشلینا، مرنوش، وبرنوش، شاذنوش، مرطوش۔ محدثین کبھی اسناد صحیح نقل کر کے فرمادیتے ہیں "لو قرءت هذه الاسناد على مجنون لبرء من جنته" یعنی اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھی جائیں تو اس کو آرام ہو جائے گا۔ اسناد میں کیا ہے بزرگانِ دین و راویانِ حدیث کے نام ہی تو ہیں۔ اصحاب بدر کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں۔ تو زندگی میں تو ان بزرگوں کے نام فائدہ مند ہوں اور بعدِ موت بیکار ہوں یہ نہیں ہو سکتا ضرور ان سے فائدہ ہوگا۔''

(جاء الحق، حصہ 1، صفحہ 297، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

نام وجودِ ذات ہیں

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اولیائے اللہ عزوجل کے ناموں کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں تو اولیائے محمدیین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا، ان کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔ اے شخص تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے، مسمی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ وجود شئ (یعنی کسی چیز کے ہونے) کی چار صورتیں: وجود اعیان، (جو آنکھوں سے دیکھی جائے) علم میں، تلفظ (بولنے) میں، کتابت (لکھنے) میں، تو ان دو شق اخیر (یعنی آخر والی دو صورتیں بولنے اور لکھنے والی) اسم (نام) ہی کو وجود مسمی قرار دیا ہے۔ بلکہ عقائد میں لکھتے ہیں "الاسم عین المسمی" کسی کا نام اس کی عین ذات ہے۔۔۔ تو خالی اسماء (اولیاء اللہ کے نام) ہی ایک اعلیٰ ذریعہ تبرک و توسل ہوتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 134، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حدیث کی سند میں موجود ناموں میں شفاء

ایک حدیث پاک ہے "حدثني ابو موسى الكاظم عن ابيه جعفر الصادق عن ابيه محمد ن الباقر عن ابيه زين العابدين عن ابيه الحسين عن ابيه علي ابن ابي طالب رضي الله تعالیٰ عنهم قال حدثني حبيبي و قرة عيني رسول الله عليه وآله وسلم قال حدثني جبريل قال سمعت رب العزة يقول لا اله الا الله حصني فمن قال دخل حصني امن من عذابي" ترجمہ: امام علی رضا امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مرتضیٰ رضی

اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل سے سنا کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے امان میں رہا۔

اس حدیث کی سند میں جن ہستیوں کا نام آیا ہے ان کی شان بیان کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" لو قرأت ھذا لاسناد علی مجنون لبرئ من جنتہ" ترجمہ: یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو جائے گی۔

(الصواعق المحرقہ، صفحہ 205، مکتبہ مجددیہ ملتان)

اولیاء کے ناموں کے فوائد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:" شیخ تقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینے سے زہریلے جانوروں کا اثر فوراً ختم ہو جایا کرتا تھا۔ اسی طرح سانپ پکڑنے والوں میں یہ بات مشہور ہے کہ سانپ کا زہر بھی آپ کا نام لینے سے اتر جایا کرتا تھا۔"

(اخبار الاخیار، صفحہ 438، ممتاز اکیڈمی لاہور)

امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ فیضانِ سنت میں حیاۃ الحیوان الکبریٰ، جلد 2، صفحہ 53 کے حوالے سے لکھتے ہیں:" حضرت سیدنا کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" بعض اہلِ علم حضرات کے ذریعے مجھے معلوم ہوا ہے اگر مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کے مشہور فقہائے سبعہ یعنی سات علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی کسی پرچے میں لکھ کر گیہوں میں رکھ دیے جائیں تو ان شاء اللہ عزوجل گھن (یعنی اناج کا کیڑا) نہیں لگے گا۔ اگر درد سر والے کے سر پر لٹکائیں (یا

باندھیں) یا یہی سات نام پڑھ کر سر پر دم کریں تو ان شاء اللہ عزوجل درد سر جاتا رہے گا۔ وہ سات اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔ عُبید اللہ، عُروہ، قاسم، سعید، ابوبکر، سُلیمان، خارجہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا علمائے حق اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں کے ناموں میں بھی عجیب برکتیں ہوتی ہیں۔ جن کے ناموں کی یہ شان ہے ان کی کتابوں، صحبتوں اور ایسوں کے مزاروں کی حاضریوں اور ان کے ایصالِ ثواب کے لنگروں کی عظمتوں کا کیا پوچھنا۔"

(فیضانِ سنت، آداب طعام، صفحہ 226، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امیر اہلسنت محدث اعظم پاکستان محمد سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی کرامت بیان کرتے ہیں:" میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اُستاذ العلماء، سندُ العرفا، نائب اعلیٰ حضرت، پیر طریقت، حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ رحمۃ القوی بہت بڑے عالم دین تھے، آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے علمائے کرام کے نام ہیں، آپ ایک باکرامت بزرگ تھے چنانچہ مولانا کرم دین (خطیب جامع مسجد چک نمبر 356 گ ب) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ڈھانہ گھوگھرانوالہ نزد شرقپور شریف بھینس لینے گیا۔ لیکن اس سفر میں مجھے دردِ شقیقہ (یعنی آدھے سر کے درد) نے بہت پریشان کیا۔ شرقپور شریف قریب ہی تھا وہاں حاضر ہوا مگر پتا چلا کہ دونوں صاحبزادگان حج کے لئے گئے تھے۔ واپس جاتے ہوئے راستہ میں درد نے بہت پریشان کیا کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آرہی تھی، نہر کے کنارے چلتے چلتے سامنے کاغذ کا ایک سادہ ٹکڑا نظر آیا میں نے اسے اٹھایا اور اس پر ولی کامل حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ المنان کا مبارک نام لکھ کر درد کی جگہ باندھا، آپ کے نام کا تعویذ باندھنا تھا کہ الحمدللہ عزوجل درد فوراً جاتا رہا اور طبیعت بالکل

درست ہوگئی۔"

(فیضان سنت، آداب طعام، صفحہ225، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے احکام شریعت میں محمد، احمد نام رکھنے کی بے شمار فضیلتیں لکھیں ہیں۔ یہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے ہاں لڑکا پیدا نہ ہوتا ہو اور وہ حاملہ بیوی کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ اگر لڑکا ہوگا اس کا نام محمد رکھوں گا تو انشاء اللہ بیٹا ہوگا اور اگر اولاد ہوتی ہی نہ ہو تب بھی بیٹے کا نام محمد رکھنے کی نیت کرے انشاء اللہ عزوجل بیٹا ہوگا۔ ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کے نام محمد، احمد اور اولیاء اللہ کے ناموں پر رکھیں انشاء اللہ بہت برکت ہوگی۔ اور ان اولیاء اللہ کے ناموں کو ادب کے ساتھ لیں اور ان کے تذکرے کریں مرقات شریف میں ہے "وفیه استحباب الدعاء عند حضور الصالحین، فإن عند ذکرهم تنزل الرحمة" ترجمہ: اس میں صالحین کے حضور دعا کرنا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صالحین کے تذکرے کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

(مرقاة، کتاب اسماء الله تعالیٰ، باب الدعوات فی الأوقات، جلد 4، صفحہ1678، دار الفکر بیروت)

الحمد للہ عزوجل ہمارے امیر اہلسنت پیر کامل مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ نے ہمیں علماء و مشائخ کا نہ صرف ادب کرنے کی تلقین کی بلکہ خود بھی کمال ادب کرتے ہیں۔ آپ کی کتب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگانِ دین کا نام لکھتے ہیں تو بہت القابات ساتھ لکھتے ہیں۔ جب یہ ناموں کا اتنا ادب کرتے ہیں تو اندازہ کیجئے ان بزرگوں کا کتنا ادب کرتے ہوں گے۔ اللہ عزوجل ان کے ادب کے صدقے ہمیں بھی علماء و مشائخ کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فصل نہم: آدابِ اولیاء اللہ

ادب ایک ایسی ادا ہے جو جتنا اسے اپنائے گا دنیا و آخرت میں اتنا ہی مقام و مرتبہ پائے گا اور بعض ایسی ذاتیں ہوتی ہیں جن کا ادب کرنا لازم ہوتا ہے جیسے ماں باپ، استاد، پیر وغیرہ ان کا ادب نہ کرنے والا نامراد و گناہ گار ہے اور انبیاء کا بے ادب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ادب سکھاتے ہوئے فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(سورۃ الحجرات سورت 49، آیت 2)

علماء فرماتے ہیں نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے اگر روایت میں مثلاً یا محمد آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یا رسول اللہ کہے۔ اگر کتب تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بے ادبوں کو بہت کم ایمان نصیب ہوا ہے جیسا کہ ابولہب، ابوجہل، فرعون وغیرہ اور جس نے انبیاء علیہم السلام کا ادب کیا اللہ عزوجل نے اسے ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ جادوگروں سے ہوا تو قرآن پاک میں ہے کہ جادوگروں نے عرض کی ﴿یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔

(سورۃ طٰہٰ، سورت نمبر 20، آیت 65)

یعنی جادوگروں نے عرض کی کہ آپ پہلے ڈالتے ہیں کہ ہم پہلے اپنی رسیاں

ڈالیں۔ اس آیت کی تفسیر میں نور العرفان اور خزائن العرفان میں ہے: "جادوگروں نے اوبا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے مبارک پر چھوڑا اور انکی برکت سے آخرکار اللہ تعالیٰ نے انہیں دولتِ ایمان سے مشرف فرمایا۔"

(خزائن العرفان، فی التفسیر، سورۃ طٰہٰ، سورت نمبر 20، آیت 65)

اللہ عزوجل نے عام لوگوں اور انبیاء علیہم السلام کو ادب کی تعلیم دی ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّقُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا فِى السَّبۡتِ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

(سورۃ النساء، سورت 5، آیت 154)

اس آیت میں ﴿وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نور العرفان میں لکھتے ہیں: "معلوم ہوا کہ بزرگوں کے شہر کی تعظیم چاہئے کیونکہ یہ شہر اریحا کا دروازہ تھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات تھے۔ بعض لوگ قرآن شریف یا بزرگوں کی قبروں کی طرف پیٹھ نہیں کرتے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کبھی مدینہ منورہ میں سواری پر نہ بیٹھے۔ ان سب بزرگوں کی دلیل یہ آیت ہے رب نے موسیٰ علیہ السلام سے طویٰ جنگل کا ادب کرایا کہ فرمایا ﴿فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ﴾ یعنی جوتے اتار دو۔" (طٰہٰ آیت 12)

(نور العرفان، فی التفسیر، سورۃ النساء، سورت 5، آیت 154)

مکہ مدینہ کا ادب

اولیاء اللہ رحمہم اللہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا ادب کرتے تھے کہ جن کو پڑھ

کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ الشفاء میں ہے "كان مالك رضى الله تعالىٰ عنه لا يركب بالمدينة دابة و كان يقول استحى من الله تعالىٰ ان اطأتربة فيها رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم بحافر دابة" ترجمہ: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالیٰ سے جس زمین میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ فرما ہوں اسے جانور کے سُم سے روندوں۔

(الشفاء، جلد 2، صفحہ 48، المطبعة الشركة الصحافية)

الشفاء شریف میں ہے "قد حكى عبد الرحمن السلمى عن احمد بن فضلوية الزهد و كان من الغزاة الرماة انه قال ما مسست القوس بيدى الا على طهارة منذ بلغنى ان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم اخذ القوس بيده" ترجمہ: امام ابو عبد الرحمٰن سلمی احمد بن فضلویہ زاہد غازی تیر انداز سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کمان بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی جب سے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمان دست اقدس میں لی ہے۔

(الشفاء، جلد 2، صفحہ 48، المطبعة الشركة الصحافية)

امام ابن حاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "و تقدمت حكاية بعضهم انه جاور بمكة اربعين سنة ولم يبل فى الحرم ولم يضطجع فمثل هذا تستحب له المجاورة او يؤمر بها" ترجمہ: بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے اور کبھی حرم میں پیشاب نہ کیا اور نہ لیٹے۔ ابن الحاج کہتے ہیں ایسے شخص کو مجاورت مستحب یا یوں کہئے کہ اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

(المدخل، جلد 4، صفحہ 253، دار الکتاب العربی، بیروت)

ادب کے فیوضات

والدین، استاد، پیر و مرشد اور بڑوں کا ادب کرنے والے ہمیشہ بامراد رہتے ہیں

اور بزرگوں کے فیوض و مراتب پاتے ہیں۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے
کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے بشر! کیا تجھے علم ہے کہ تیرے دور کے بزرگوں سے تیرا
درجہ کیوں بلند کیا گیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ فرمایا کہ تو نے سنت کا اتباع
کرتے ہوئے بزرگوں کی تعظیم کی اور مسلمانوں کو راہِ حق دکھاتا رہا اور میرے اصحاب اور
اہل بیت کو تو نے ہمیشہ محبوب رکھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مرتبہ عطا فرمایا۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 80، ضیاء القرآن، لاہور)

اس لئے کہا جاتا ہے با ادب بامراد، بے ادب بے مراد۔ جب لوگوں نے بایزید
بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اعلیٰ مراتب آپ کو کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ ایک
مرتبہ بچپن میں چاندنی رات تھی اور میں شہر سے باہر نکل گیا وہاں ایک مجھے ایک ایسا دربار نظر
آیا کہ جس کے مقابلے میں ساری دنیا ہیچ معلوم ہونے لگی۔ اس وقت میں نے خدا سے
عرض کیا کہ ایسا بے نظیر دربار دنیا کی نگاہوں سے کیوں پوشیدہ ہے؟ ندا آئی کہ اس دربار میں
وہی آسکتے ہیں جو اس قابل ہیں کیوں کہ یہاں نا اہل لوگوں کی رسائی ممکن نہیں۔ اس وقت
مجھے خیال آیا کہ تمام عالَم کی شفاعت طلب کروں تاکہ وہ بھی اس دربار کے قابل بن
جائیں لیکن اس خیال سے خاموش ہو گیا کہ (ایسی) شفاعت تو حضور اکرم ہی کے لئے
مخصوص ہے۔ پھر ندا آئی کہ تو نے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کیا اس کے
معاوضے میں ہم تجھ کو وہ مرتبہ عطا کرتے ہیں تاکہ تا حشر تیرا نام سلطان العارفین بایزید تمام
مخلوق کی زبان پر رہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 110، ضیاء القرآن، لاہور)

بزرگوں کا ادب کرنا بخشش کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔ سیدنا امام احمد بن حنبل
قدس سرہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھے وضو کر رہے تھے اور ایک شخص بلندی پر (یعنی

جدھر سے پانی آرہا تھا) بیٹھا وضو کر رہا تھا جب اس نے سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
کو دیکھا تو وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور براہِ ادب نیچے بہاؤ کی طرف بیٹھ کر ہاتھ منہ دھو کر چلا
گیا۔ پھر جب وہ مرا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے
جواب کہ مجھے میرے پروردگار نے بخش دیا۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا کس سبب سے
بخشش ہوئی؟ تو اس نے وہ دریا والا واقعہ سنا دیا اور کہا کہ اللہ کریم جل جلالہ نے اس تعظیم و
ادب کی وجہ سے مجھے بخش دیا۔ (مقالات امینیہ، صفحہ 480، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

مریدین جتنا بھی اپنے پیر کا ادب کریں کم ہے ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ
محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہ اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ناگاہ
کھڑے ہو گئے پھر بیٹھ گئے۔ حاضرینِ مجلس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور کس بنا پر
کھڑے ہوئے؟ فرمایا کہ ہمارے پیر دستگیر (بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ) کی خانقاہ میں ایک کتا
رہتا تھا آج اسی صورت کا ایک کتا مجھے نظر آیا کہ اس گلی میں گزر رہا ہے میں اس کتے کی تعظیم
کی خاطر اٹھا تھا۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں
''ارے یہ تو اس کتے کی تعظیم ہے جو خانقاہ کے کتے کے مشابہ تھا اور اگر خود وہی کتا سامنے
آجاتا تو خدا معلوم اس کی کس قدر تعظیم اور عزت فرماتے۔ (افسوس) آج کوئی مرید اپنے
پیرزادوں کی بھی اتنی توقیر نہیں کرتا۔ اے برادر یہ پیری مریدی بھی کوئی آسان کام نہیں۔''

(سبع سنابل، صفحہ 144، فرید بک سٹال، لاہور)

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو ستر مشائخ سے فیض حاصل کیا جن میں
حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھے تو انہوں نے فرمایا کہ بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی

ہے وہ اٹھالاؤ۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ طاق کس جگہ ہے؟ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا؟ آپ نے عرض کیا کہ طاق تو کجا میں نے تو آپ کے روبرو کبھی سر بھی نہیں اٹھایا۔ اس وقت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اب تم مکمل ہو چکے لہٰذا بسطام چلے جاؤ۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 95، ضیاء القرآن، لاہور)

حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ادب کرتے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے اس نیت کے ساتھ اُلٹے پاؤں واپس ہوتے کہ کہیں حضرت بایزید رحمۃ اللہ کے مزار کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ آخری وقت میں لوگوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے زمین سے تیس گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی سرزمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ سوئے ادبی کی بات ہے کہ میرا مزار حضرت بایزید بسطامی کے مزار سے اونچا ہو جائے۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 339، ضیاء القرآن، لاہور)

سیدزادوں کا ادب

سیدزادوں کی تعظیم و خدمت تو لازمی ہے اور اس کے فضائل بھی احادیث میں آئیں ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الزموا مودتنا اهل البيت فانه من لقي الله و هو يودنا دخل الجنة بشفاعتنا و الذي نفسي بيده لا ينفع عبدا عمله الا بمعرفة حقنا" ترجمہ: ہم اہلبیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ عزوجل سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی بندے کو اسکا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے۔

(المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمه أحمد، جلد 2، صفحہ 360، دار الحرمين، القاهرة)

خطیب بغدادی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "من صنع صنيعة الى احد من حلف عبد المطلب في الدنيا فعلي مكافاته اذا لقيني" ترجمہ: جو شخص اولادِ عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روزِ قیامت مجھ سے ملے گا۔ (تاریخ بغدادی، جلد 10، صفحہ 103، دار الکتاب العربی، بیروت)

بزرگانِ دین سیدزادوں کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سادات کی بہت تعظیم کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دورانِ سبق سیدوں کے کم سن بچے کھیل کود رہے تھے اور جب وہ نزدیک آتے تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دس بارہ مرتبہ یہی صورت پیش آئی۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 144، ضیاء القرآن، لاہور)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تو کوڑے کھا کر بھی سزا دینے والے کو اس وجہ سے معاف کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد سے ہے چنانچہ امیر اہلسنت مرشدی و مولائی الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ فیضانِ سنت میں معدنِ اخلاق کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''حضرت سیدنا ابو عبداللہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حق کی خاطر بہت زیادہ مشقتیں جھیلی ہیں چنانچہ ایک موقع پر عباسی خلیفہ مُعتصم باللہ کے حکم پر جلاد سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو برہنہ پیٹھ پر باری باری کوڑے برسانے لگے جس سے مقدس پشت لہولہان ہوگئی اور کھال مبارک ادھڑ گئی اسی دوران آپ کا پاجامہ شریف سرکنے لگا تو بارگاہِ خداوندی عزوجل میں دعا کی ''یا اللہ عزوجل تو جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں مجھے بے پردگی سے بچالے۔'' الحمد للہ عزوجل پاجامہ شریف مزید سرکنے سے رک گیا اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہوگئے۔ جب تک ہوش قائم تھا

کوڑے کی ہر ضرب پر فرماتے میں نے معتصم کا قصور معاف کیا۔ بعد میں لوگوں نے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا معتصم باللہ سلطان دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہے مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ بروزِ قیامت کہیں یہ نہ کہہ دیا جائے کہ احمد بن حنبل نے سلطانِ دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی آل کو معاف نہیں کیا۔"

(فیضانِ سنت، آداب طعام، صفحہ 239، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بھی سیدزادوں کی بہت تعظیم کرتے تھے اور انکی تعظیم کا حکم دیتے ہیں اور سیدزادے سے کام کروانے کے بارے میں فرماتے ہیں: "سیدزادے سے ذلیل خدمت لینا جائز نہیں اور ایسی خدمت پر اُس کو ملازم رکھنا بھی ناجائز۔ جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے۔ سیدزادے کو مارنے سے اُستاذ مطلق احتراز کرے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 568، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو ایسی ہے کہ جانور بھی آپ کی تعظیم و خدمت کرتے تھے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "ابن حبان و ابن عساکر حضرت ابو منظور ابو نعیم بروجہ آخر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، جب خیبر فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ کا دیکھا اس سے کلام فرمایا۔ وہ جانور بھی تکلم میں آیا، ارشاد ہوا تیرا کیا نام ہے؟ عرض کی یزید بیٹا شہاب کا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ دراز گوش پیدا کئے "کلہم لا یرکبہ الا نبی" (ترجمہ) ان سب پر انبیاء علیہم السلام سوار ہوتے "و قد کنت اتوقعك ان ترکبنی لم یبق من نسل جدی غیری و لا من الانبیاء غیرك" (ترجمہ) مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے۔ اب اس نسل میں سوائے میرے اور انبیاء میں سوائے آپ کے کوئی باقی نہیں۔ میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا اسے قصداً گرا دیا کرتا وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام یعفور رکھا۔ جسے بلانا چاہتے اسے بھیج دیتے چوکھٹ پر سر مارتا جب صاحبِ خانہ باہر آتا اسے اشارے سے بتاتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا وہ مفارقت کی تاب نہ لایا اور ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنویں میں گر کر مر گیا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 703، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ادب کی کوئی حد نہیں ہے کہ کتنا کرنا چاہئے امام محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں زیارتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرمایا "کلما کان ادخل فی الادب و الاجلال کان حسنا" ترجمہ: جو کچھ تعظیم و اجلال میں زیادہ ہو خوب ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الحج، مسائل منثورۃ، جلد 3، صفحہ 180، دار الفکر بیروت)

امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ نے فیضان سنت خصوصاً باب فیضان بسم اللہ میں مقدس اشیاء کے ادب پر کافی لکھا ہے اور بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا واقعہ بھی یہی لکھا ہے کہ بسم اللہ شریف کے ادب پر انہیں مقام و مرتبہ ملا اور جس کاغذ پر کچھ تحریر لکھی ہو اس کی تعظیم کرنے کو لکھا ہے۔ عبداللہ بن مروان رحمۃ اللہ علیہ سے ایک پیسہ ایک گندے کنویں میں گر پڑا۔ تو انہوں نے تیرہ دینار مزدوری پر لگا دیئے یہاں تک کہ اس پیسے کو نکال لیا۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا اس پیسے پر اللہ عزوجل کا نام لکھا ہوا تھا۔"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ 269، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں"

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست

عقل در گوش و لم گفت که ایمان ادب است

یعنی میں نے عقل سے پوچھا بتاؤ ایمان کیا ہے؟ تو عقل نے میرے دل کے کان میں کہا ایمان سراپا ادب ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 640، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علماء ومشائخ کا ادب کرنا چاہئے ان پر طعن وتشنیع کرنا سخت محرومی ہے اور اگر کوئی ایسی بات ان کے بارے میں سنیں تو فوراً یقین نہ کرلیں۔ افسوس موجودہ دور میں ہر کوئی اپنی عقل وسوچ کے مطابق اس طرح کی باتیں کر کے لوگوں میں بزرگوں کے بارے جھوٹی افواہیں پھیلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم حق تصوف کی رعایت رکھو اور انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور سچے صوفیوں کے ساتھ نیک عقیدہ رکھو۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 92، شبیر برادرز، لاہور)

فصل دہم: گستاخِ اولیاء اللہ کا حال

جس طرح ادب والے بزرگوں کا ادب کرکے مقام ومرتبہ پالیتے ہیں ایسے ہی بعض نادان اللہ عزوجل کے اولیاء کی گستاخی کرکے برباد ہوجاتے ہیں۔ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب فرماتے ہیں: ''قرآن مجید میں ﴿ناقۃ اللہ﴾ (اللہ کی اونٹنی) کا ذکر بھی موجود ہے جنہوں نے ناقۃ اللہ کی ٹانگوں پر ضربیں لگائیں اللہ تبارک وتعالی نے انہیں نیست ونابود کردیا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو اللہ عزوجل کی اونٹنی کا گستاخ ہے وہ عذاب کا مستحق ہے، مذموم ہے، اور اللہ عزوجل کے ولی کا گستاخ تو اس سے کئی درجہ عذاب کا مستحق اور مذموم ہے۔ ناقۃ اللہ۔۔۔ اللہ کی اونٹنی۔۔۔ اللہ کی طرف مضاف ہے۔ اللہ کی نسبت کی وجہ سے اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اونٹنی کا یہ مقام ومرتبہ ہو

گیا ہے کہ جس نے اس اونٹنی کی گستاخی کی اللہ تبارک وتعالی نے ان لوگوں کو باطل پرست قرار دیا۔ اب غور کریں کہ جو اللہ عزوجل کے ولی کی گستاخی کریں وہ حق پر کس طرح ہوسکتے ہیں؟'' (محبت ولی کی شرعی حیثیت، صفحہ 32، صراط مستقیم پبلی کیشنز، لاہور)

گستاخِ اولیاء اللہ کا انجام

بزرگانِ دین کو زبان وتحریر کے ساتھ ایذا دینا گستاخی ہے اور دیکھا گیا ہے ایسے لوگ بڑے مرتبہ والے ہونے کے باوجود لوگوں میں اپنے وقار کو گنوا دیتے ہیں۔ بزرگانِ دین کے علم وعمل پر حملہ طعن تشنیع کرنا ان کے علم کو آزمانا باعث محرومی ہوتا ہے اور بزرگوں کی ناراضگی سے بعض اوقات ایمان بھی ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ امام عبداللہ بن علی بن عصرون تمیمی شافعی سے روایت ہے میں جوانی میں طلبِ علم کے لئے بغداد گیا اس زمانے میں ابن السقاء نظامیہ میں میرے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ ہم عبادت اور صالحین کی زیارت کرتے تھے۔ بغداد میں ایک صاحب کو جسے لوگ غوث کہتے تھے ان کی یہ کرامت مشہور تھی کہ جب چاہیں ظاہر ہوں جب چاہیں نظروں سے چھپ جائیں۔ ایک دن میں اور ابن السقاء اور اپنی نوعمری کی حالت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ان غوث کی زیارت کو گئے، راستے میں ابن السقاء نے کہا کہ آج میں ان سے وہ مسئلہ پوچھوں گا جس کا جواب انہیں نہ آئے گا۔ میں نے کہا میں بھی ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں ان کے سامنے ان سے کچھ پوچھوں میں تو ان کے دیدار کی برکتوں کا نظارہ کروں گا۔

جب ہم ان غوث کے یہاں حاضر ہوئے اُن کو اپنی جگہ نہ دیکھا تھوڑی دیر میں دیکھا تشریف فرما ہیں۔ ابن السقاء کی طرف نگاہِ غضب کی اور فرمایا "ویلک یا ابن السقاء

تسألنی عن مسئلة لم ارد لها جوابا هی كذا و جوابها كذا، انی لاری نار الكفر تتلهب فیك" ترجمہ: تیری خرابی اے ابن السقاء تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھے گا جس کا مجھے جواب نہ آئے گا۔ تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ بے شک میں کفر کی آگ تجھ میں بھڑکتی دیکھ رہا ہوں۔ پھر میری طرف نظر کی اور فرمایا" یا عبد الله تسألنی عن مسألة لتنظر ما اقول فیها هی كذا و جوابها كذا لتحرن علیك الدنیا الی شحمتی اذنیك یا ساءة ادبك" ترجمہ: اے عبداللہ تم مجھ سے مسئلہ پوچھو گے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ ضرور تم پر دنیا اتنا گوبر کرے گی کہ کان کی لو تک اس میں غرق ہو گے۔ یہ بدلہ تمہاری بے ادبی کا ہے۔ پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نظر کی اور حضور کو اپنے نزدیک کیا اور حضور کا اعزاز کیا اور فرمایا "یا عبد القادر لقد ارضیت الله و رسوله بادبك كانی اراك ببغداد و قد صعدت قدمی متكلما علی الملاء وقلت قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله، و كانی اری الاولیاء فی وقتك و قد حنوارقا بهم اجلالا لك" ترجمہ: اے عبدالقادر بے شک آپ نے اپنے حسنِ ادب سے اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کیا گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجمع بغداد میں کرسی پر وعظ کے لئے تشریف لے گئے اور فرما رہے ہیں کہ میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور تمام اولیائے وقت نے آپ کی تعظیم کے لئے گردنیں جھکائی ہیں۔

وہ غوث یہ فرما کر ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے انہیں نہ دیکھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو نشانِ قرب ظاہر ہوئے کہ وہ اللہ عزوجل کے قرب میں ہیں خاص و عام ان پر جمع ہوئے اور انہوں نے فرمایا میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی

گردن پر ہے۔ اور اولیاءِ وقت نے اس کا ان کے لئے اقرار کیا۔ اور ابن السقاء ایک نصرانی بادشاہ کی خوبصورت بیٹی پر عاشق ہوا اس سے نکاح کی درخواست کی اس نے نہ مانا مگر یہ کہ نصرانی ہو جائے اس نے یہ نصرانی ہونا قبول کر لیا والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ رہا میں میرا دمشق ہوا وہاں سلطان نورالدین شہید نے مجھے افسرِ اوقاف کیا اور دنیا بکثرت میری طرف آئی۔ غوث کا ارشاد ہم سب کے بارے میں جو کچھ کہا تھا صادق آیا۔

(بہجۃ الاسرار، صفحہ 6، مصطفی البابی، مصر)

فتاوٰی حدیثیہ نے ابن السقاء کی بدانجامی میں یہ اور زائد کیا کہ جب وہ بدبخت کہ بہت بڑا عالم جید اور علومِ شرعیہ میں اپنے اکثر اہل زمانہ پر فائق اور حافظِ قرآن اور علم مناظرہ میں کمال سربرآوردہ تھا جس سے جس علم میں مناظرہ کرتا اسے بند کر دیتا۔ ایسا شخص جب شانِ غوثِ میں گستاخی کی شامت سے معاذ اللہ نصرانی ہو گیا بادشاہ نصاریٰ نے اسے بیٹی تو دے دی مگر جب بیمار پڑا اسے بازار میں پھینکوا دیا بھیک مانگتا اور کوئی نہ دیتا۔ ایک شخص کہ اسے پہچانتا تھا اس کے پاس سے گزرا اس سے پوچھا تو حافظ تھا اب بھی قرآن کریم میں سے کچھ یاد ہے۔ کہا اب محو ہو گیا صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ﴾ ترجمہ: کتنی تمنائیں کریں گے وہ جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ کسی طرح مسلمان ہوتے۔

(الفتاوی الحدیثیہ، صفحہ 414، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اسی لئے حضرت پیر پیراں سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ علماء و مشائخ کے بارگاہ میں بیٹھنے کے آداب بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: "عالموں کے پاس حسنِ ادب سے بیٹھو ان پر اعتراض ترک کرو ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو تا کہ تمہیں ان کے علوم حاصل ہوں اور تم پر برکات نازل ہوں۔ عارفوں کی صحبت میں خاموش بیٹھو عارف ہر

ساعت میں پہلی ساعت کی نسبت اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوتا ہے ہر ساعت اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا خشوع نیا ہوتا ہے۔

(مقالات امینیہ ، حصہ چہارم، صفحہ 86، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم کے بہت بڑے عالم تھے کتابوں کے انبار آپ کے اردگرد جمع رہتے ۔آپ نے تحریر وتصنیف میں اتنا کام کیا کہ موت کے قریب وصیت کی کہ میرے کمرے کے ایک گوشے میں ان قلموں کے تراشے پڑے ہوئے ہیں جن سے میں لکھا کرتا تھا مجھے غسل دینے کے لئے جو پانی استعمال کیا جائے وہ ان تراشوں اور چھلکوں سے گرم کیا جائے۔

آپ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے اور باایں علم وفضل حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی افکار سے نہ صرف ناواقف تھے بلکہ منکر تھے ۔ایک دفعہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں اعلان کر دیا کہ میں سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کروں گا۔ حضرت غوث الاعظم نے اس چیلنج کو قبول کر لیا۔ دوسرے دن حضرت غوثؓ پاک کی محفل میں ہزاروں افراد بیٹھے تھے۔ان میں رجال الغیب بھی تھے اور حضرت خضر علیہ السلام بھی ۔علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جھومتے جھومتے مناظرہ کے لئے جا پہنچے ۔آگے بڑھے جناب غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے انکی خدمات کے پیش نظر راستے میں اپنا عمامہ کھولا اور علامہ ابن جوزی کے راستہ میں بچھا دیا۔ ساتھ ہی ایک نگاہ سے اس کے سارے علوم سلب کر لئے ۔ علامہ ابن جوزی خالی الذہن ہو گئے ۔ آگے بڑھے جناب غوث پاک کے عمامہ کو اُٹھایا، چوما، آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھ کر سٹیج پر جا بیٹھے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ابن جوزی مناظرہ شروع کرو۔ حضرت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے تو بسم اللہ تک ان کے حافظے سے سلب ہو چکی تھی بڑے

گھبرائے مگر زبان حرکت میں نہ آئی ۔اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام آگے بڑھے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارش کی یہ عالم ہے جانے دیں معاف کر دیں، نگاہ سلب واپس لے لیں۔ جناب غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا بازہ پکڑ کر گلے لگا لیا (اور کہا) جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر۔

(رجال الغیب ،صفحہ 184، مکتبہ نبویہ، لاہور)

جو نیکوں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں اللہ عزوجل انہیں بھی ذلیل وخوار کرتا ہے۔امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''من لم یحفظ قلوب المشایخ سلط علیه کلب یؤذیه ''ترجمہ: جو مشائخ کے دلوں کی حفاظت نہیں کرتا اس پر ایسا کتا مسلط کر دیا جاتا ہے جو اسے ایذا دیتا ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، جلد2، صفحہ 502، دار المعارف، القاہرۃ)

سیدزادوں کا گستاخ

سیدزادوں کی بے ادبی سے تو بہت زیادہ بچنا چاہئے اور سیدزادوں کو زبان وعمل کے ساتھ ایذا دینا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے کی طرح ہے۔ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت وجاہت کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک نادار سید نے کہا میں نے سید ہونے کے باوجود بھی آپ سے مرتبہ میں کم کیوں ہوں؟ فرمایا کہ میں تو تیرے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطاعت گزار ہوں لیکن تو ان کے اقوال واعمال پر بھی عمل پیرا نہیں ۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے یہ جواب دیا کہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ تیرے جد اعلیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور میرا باپ گمراہ مگر تیرے جد اعلیٰ نے جو ترکہ چھوڑا اس کو میں نے حاصل کر لیا جس کی وجہ سے یہ مرتبہ عطا کیا گیا اور میرے باپ کی گمراہی تو نے ترکہ میں حاصل کر لی اس لئے تو رسوا ہو گیا۔ اسی شب آپ نے خواب میں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ کی حالت میں دیکھا اور جب وجہ دریافت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے میری آل کے عیوب کی پردہ دری کیوں کی۔ چنانچہ آپ بیدار ہونے کے بعد اسی سید کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ادھر اس سید نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ اگر تیرے اعمال و افعال بہتر ہوتے تو عبداللہ تیری اہانت کیوں کرتا؟ چنانچہ وہ بھی بیداری کے بعد آپ کی تلاش میں چل دیا اور جب راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو دونوں اپنا اپنا خواب سنانے کے بعد تائب ہوئے۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ124، ضیاء القرآن ،لاہور)

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "من لم یعرف عترتی و الانصار و العرب فھو لاحدی ثلث امامنافق و اما لزنیۃ و اما لغیر فھو حملتہ امہ علی غیر طھر" ترجمہ: جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ (یعنی حیض کی حالت میں اس سے صحبت کی گئی اور یہ حمل ٹھہرا) (الفردوس بماثور الخطاب، حدیث 5955، جلد3، صفحہ626، دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

فصل: یازدہم اولیاء کا علم

اللہ عزوجل اپنے پیاروں کو وہ علوم و حکمت عطا فرماتا ہے جس تک عام لوگوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم

کائنات میں اللہ عزوجل نے کسی کو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر علم نہیں عطا کیا یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف قیامت تک کے حالات بتادیے بلکہ آخری جنتی و دوزخی کا بھی بتادیا۔ سرکار صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان اللّٰہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الیٰ ما ھو کائن فیھا الیٰ یوم القیٰمۃ کانما انظر الیٰ کفی ھذہ" ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھادی تو میں دیکھ رہا ہوں اسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل من قسم الأفعال، جلد11، صفحہ378 ،مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردے کرنے کے بعد بھی اپنے امتیوں کے احوال سے واقف ہیں بلکہ یہاں تک احادیث میں ہے آیا ہے کہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میرے امتی کا وصال کب ہوگا۔ امام بخاری کے استاذ محترم حضرت ابن شیبہ روایت کرتے ہیں "عن أم ھلال بنت وکیع، عن امرأۃ عثمان قالت أغفی عثمان فلما استیقظ قال إن القوم یقتلوننی ، قلت کلا یا أمیر المؤمنین، قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وأبا بکر، وعمر ، قال قالوا:أفطر عندنا اللیلۃ أو قالوا إنک تفطر عندنا اللیلۃ" ترجمہ: حضرت ام ہلال بنت وکیع حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلکی نیند سوئے اور جب نیند سے جاگے تو فرمایا مجھے لوگ قتل کردینگے۔ آپ کی زوجہ نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ آج تم رات ہمارے پاس روزہ افطار کروگے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الایمان، ما ذکر عن عثمان، رضی اللہ عنہ فی الرؤیا، جلد6، صفحہ181 ،مکتبۃ الرشد، الریاض)

اور ایسے کئی مستند واقعات ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امتیوں کے مسائل حل فرمائے۔ حضرت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم فاضل اور محقق تھے دو سال تک قرآن پاک کی اس آیت کی تشریح کرتے رہے ﴿کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اسے ہر دن ایک کام ہے۔ ایک دن بھری مجلس میں ایک شخص نے اُچھل کر کہا۔ حضور! یہ تو بتائیں کہ اللہ عزوجل اس وقت کیا کر رہا ہے؟ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ محفل ختم ہوگئی۔ دوسرے روز پھر محفل جمی تو اس شخص نے پھر اُچھل کر پوچھا ابن جوزی! یہ بتاؤ کہ اللہ عزوجل اس وقت کیا کر رہا ہے؟ حضرت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ پھر خاموش رہے۔ تیسرے روز اس شخص نے پھر وہی سوال دہرایا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ پھر چپ رہے۔

اس بھری محفل میں ابن جوزی اس شخص کے سوال سے گھبرائے بھی تھے اور شرمسار بھی رات کے وقت بڑے پریشان ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے عجز کا اظہار کیا اور استمداد کی، خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا عرض کی یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایک شخص نے بھری محفل میں زچ کر دیا ہے میری مدد فرمائیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے فرمایا جانتے ہو وہ کون شخص ہے؟ عرض کی حضور کوئی اجنبی سا دیہاتی ہے مگر اس کے سوال نے مجھے لاجواب کر دیا ہے۔ فرمایا وہ حضرت خضر ہیں۔ دوسرے دن مجلس لگی تو حضرت خضر علیہ السلام پھر اُٹھے اور اپنا سوال دہرایا۔ ابن جوزی نے بتایا کہ اللہ عزوجل کی مختلف شانیں ہیں اسکی شان کی نہ ابتداء ہے نہ خاص وقت معین وہ اپنی ہر شان کو لحظہ بہ لحظہ مختلف انداز میں ظاہر کرتا ہے ﴿کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ

شَاۡنٍ﴾ ہر لحہ اس کی شان کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جس ذات سے تم مسئلہ دریافت کر کے آئے ہو ان پر میری طرف سے لاکھوں سلام اور کروڑوں درود پیش کرنا "وعدد مافی علم اللہ" اور غائب ہوگئے۔

(رجال الغیب ،صفحہ 183،مکتبہ نبویہ،لاہور)

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا علم

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہمارے بزرگانِ دین کا بھی علم ایسا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں کے حالات جان لیتے ہیں کل کیا ہوگا کون جنتی ہے کون دوزخی ہے لوح محفوظ پر کس کے لئے کیا لکھا ہے سب جان لیتے ہیں۔ حضور غوث پاک کے متعلق نزہۃ الخاطر الفاتر میں ہے "قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علیّ و ان بؤ عینی فی اللوح المحفوظ انا حجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و وارثہ فی الارض " ترجمہ: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے عزتِ پروردگار کی قسم بے شک سعید و شقی مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں بے شک میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں ہے (یعنی لوح محفوظ میں جو لکھا ہے اسے ملاحظہ کر رہی ہے) میں تم سب پر اللہ عزوجل کی حجت ہوں میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور تمام زمین میں ان کا وارث ہوں۔

(نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سید الشریف عبد القادر ،قلمی نسخہ ،صفحہ 32،بحوالہ فتاوی رضویہ)

حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا علم

حضرت حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فتاویٰ حامدیہ کے شروع میں ہے کہ

اپنی والدہ ماجدہ کے وصال کے موقع پر حضور حجۃ الاسلام نے قبر کو ڈھکنے کے لئے اپنے خادم فدا یار خاں سے پتھر لانے کو کہا مگر ایک پتھر کے بجائے دو پتھر لانے کو کہا (جبکہ ایک قبر کو ڈھکنے کے لئے ایک ہی کافی تھا) فدا یار خاں صاحب یہ سن کر پریشان ہو گئے اور سمجھ گئے کہ دوسرا پتھر حضرت اپنی قبر شریف کے لئے فرما رہے ہیں شاید جلد ہی حضرت حجۃ الاسلام بھی پردہ فرمانے والے ہیں وہ غمگین ہو گئے اور عرض کی حضور دو کی کیا ضرورت ہے ایک کیوں نہ لائیں؟ اس پر حجۃ الاسلام نے فرمایا پتھر بڑی مشکل سے ملتا ہے بعد میں دوسرا پتھر لانے کے لئے تمہیں پریشانی ہوگی۔ اس اشارے سے فدا یار خاں صاحب اور دوسرے لوگوں کو اور بھی یقین ہو گیا کہ حضرت کو خبر ہے کہ وہ بھی جلد ہی پردہ فرمانے والے ہیں اس لئے دوسرا پتھر لانے کو فرما رہے ہیں۔

بہر حال فدا یار خاں حضرت سے معذرت کر کے ایک ہی پتھر لائے اور والدہ ماجدہ کے پردہ فرمانے کے کچھ ہی ایام بعد حضور حجۃ الاسلام کا بھی وصال ہو گیا اور آپ کی تدفین کے سلسلہ میں قبر شریف ڈھکنے کے لئے پتھر تلاش کرنے میں بڑی دشواری پیش آئی۔

(فتاویٰ حامدیہ، صفحہ 76 شبیر برادرز، لاہور)

فصل دوازدہم: نسبت اولیاء اللہ

بیعت کرنے کے بعد مرید کی اپنے پیر سے ایک نسبت ہو جاتی ہے اور پیر اس نسبت سے جانا جاتا ہے جیسے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، رضوی، عطاری وغیرہ۔ اولیاء اللہ سے جس مرید یا چیز کو نسبت ہو جائے وہ نسبت اسے عام سے نکال کر خاص کر دیتی ہے بلکہ شیطان، فرعون، ابولہب جیسے کفار کے نام جب قرآن میں آتے ہیں تو اس نسبت کی وجہ سے ان کے پڑھنے پر بھی ثواب ہے۔ آسمان جس میں معصوم فرشتے رہتے ہیں، بیت

المعمور ہے، عرش مولا ہے اور زمین جس میں نجاست بھی ہے، کفار بھی رہتے ہیں، گناہ بھی ہوتے ہیں اور کئی مرتبہ اس پر عذاب الٰہی بھی نازل ہوا لیکن جب اس زمین کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوئی اس کا مقام آسمان سے بڑھ گیا چنانچہ امام غزالی مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں: ''معتبر یہی ہے کہ زمین افضل ہے کہ اس میں انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔''

(مکاشفۃ القلوب، صفحہ 194، ضیاء القرآن، لاہور)

نسبت کا ثبوت

نسبت کا ثبوت قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہوئے مفتی محمد امین دامت برکاتہم العالیہ اپنے مقالات میں فرماتے ہیں'' ﴿ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

(سورۃ الکہف سورت 18، آیت 82)

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ جا رہے تھے ایک بستی سے گزر ہوا وہاں ایک دیوار دیکھی جو کہ گرنے والی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو نئے سرے سے درست کر دیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے دریافت کرنے پر بتایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ مدفون ہے اگر دیوار گر جاتی تو لوگ خزانہ لوٹ کر لے جاتے میں نے اس دیوار کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے درست کر دیا ہے اور یہ اس لئے کیا ہے کہ ان یتیم بچوں کا باپ نیک تھا۔ ﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ یہاں نسبت کام آئی کہ ان بچوں کے باپ کی صالحیت (نیکی) کی وجہ سے ان کا خزانہ محفوظ کر دیا گیا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نیک انسان کی وجہ سے اس کی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس نیک انسان کی عبادت کی برکت اس کی

اولاد کو دونوں جہاں میں شامل ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے بلندی درجات کی سفارش
کرے گا اور ان کے درجے بلند کئے جائیں گے تاکہ اس مردِ صالح کی اولاد کے ساتھ
نسبت ہونے کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی رہیں جیسے کہ قرآن و حدیث میں وارد ہے اور
حضرت سعید بن جبیر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ ان دو یتیم
بچوں کو باپ کی نیکی کی وجہ سے حفاظت نصیب ہوئی اور ان بچوں کی نیکی کا کوئی ذکر نہیں آیا
اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نیک باپ ان کا ساتواں دادا تھا۔"

تفسیر معارف القرآن میں ہے محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ ایک
بندے کی نیکی اور صلاحیت کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے خاندان کی
اور اس کے آس پاس کے مکانات کی حفاظت فرماتا ہے۔

(قرآن پاک میں ہے) ﴿ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ﴾ ترجمہ کنز
الایمان: اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر۔

(سورۃ الکہف، سورت 18، آیت 18)

اصحابِ کہف کے کتے کو بھی جو انعام ملے وہ نسبت کی وجہ سے ملے ان میں سے
ایک انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کے ساتھ قرآن پاک میں اس کتے کا بھی ذکر
فرما دیا ہے۔ دوم یہ کہ اس محبت اور نسبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے جو خاص انعام اپنے
دوستوں کو عطا فرمایا کہ وہ تین سو نو سال سوئے رہے یہ خصوصی انعام نسبت کی برکت سے
اس کتے کو بھی عطا ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ تین سو نو سال سویا رہا اور اس عرصے میں اللہ
تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اصحاب کہف کی کروٹیں بدلتے رہے تو ساتھ ہی اس کتے کی بھی
کروٹیں بدلتے رہے۔ تیسرا انعام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں (اصحاب
کہف) کو بیدار کیا تو ساتھ ہی ان کے کتے کو بھی بیدار کر دیا چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے

اصحاب کہف کی جب کروٹیں بدلی جاتیں تو ان کے کتے کی بھی کروٹیں بدلی
جاتیں اور وہ کتا نیند اور بیداری میں ان کے ساتھ شامل تھا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے اصحاب
کہف کے کتے کو بھی ان کی برکت حاصل ہوئی کہ جو ان کو نیند والا انعام ملا وہ ان کے کتے کو
بھی عطا ہوا اور یہ نیک لوگوں کی صحبت کا فائدہ ہے کہ اس کتے کا بھی قرآن پاک میں ذکرِ
خیر اور شان بیان ہوئی۔ پھر چوتھا انعام جو اللہ والوں کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اس کتے کو
آخرت میں ملے گا وہ یہ ہے کہ وہ کتا بھی اللہ والوں کے ساتھ جنت میں جائے گا۔

اے میرے عزیز تو بھی بے نسبتی کو چھوڑ کر کسی اللہ والے کے ساتھ نسبت قائم کر
لے تاکہ تو بھی جنت کی کی بہاریں حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے ساتھ کسی چیز کی
نسبت ہو جائے تو اس چیز کی برکت سے دنیاوی مصیبتیں بھی ٹل جاتی ہیں چنانچہ حضرت شیخ
المحدثین الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا کہ ایک
وقت سخت قحط سالی ہوئی لوگ نہایت ہی پریشان ہوئے دعائیں کرتے ہیں مگر بارش نہیں
ہوتی۔ حضرت بی بی سارہ رحمۃ اللہ علیہا کے صاحبزادے شیخ نظام الدین ابوالموید نے اپنی
والدہ ماجدہ کے کرتے کا ایک دھاگہ لیا اور دربارِ الٰہی عزوجل میں عرض کی "یا اللہ! یہ اس
خاتون کے کرتے کا دھاگہ ہے جس پر کسی نامحرم کی نظر نہیں پڑی اس کے طفیل بارش عطا کر
ابھی شیخ ابوالموید نے یہ جملہ کہا ہی تھا کہ بارش شروع ہوگئی۔ جیسے بجلی کا کرنٹ تاروں اور
کھمبوں کے ذریعہ پاور ہاؤس سے حاصل کیا جاتا ہے یوں ہی ولیوں، غوثوں، قطبوں کے
ذریعے سید الانبیاء، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک سے نسبت حاصل کی
جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ نسبت قائم و دائم رکھے۔"

(مقالات امینیہ، صفحہ 451۔۔۔، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "مقبولانِ خدا سے اتنا علاقہ کہ

کبھی ان کو پانی پلا دیا یا وضو کو پانی دے دیا، عمر میں اس کا کوئی کام کر دیا، آخرت میں ایسا نفع دے گا تو خود ان کا جز ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہئے بلکہ دنیا و آخرت میں صالحین سے علاقہ نسب کا ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے ﴿وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ﴾ ترجمہ: وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا تو میرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا اور وہاں والوں نے ان کو اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی تو اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ”آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے“ خضر علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ ”یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مرد صالح کی اولاد میں ہیں اور اس میں نیچے ان کا خزانہ ہے دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا لوگ لے جاتے لہذا آپ کے رب عزوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں۔ ان کے صالح باپ کے صدقے میں ان پر یہ رحمت ہوئی۔

علماء فرماتے ہیں ہیں: ”وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا (یعنی آٹھ دس پشتوں سے ان کو جد امجد بنتا تھا)“ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی اولاد میں اسی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔“ اسکو احمد نے زہد میں روایت کیا ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 240، 241، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نسبت کے فوائد

سیدنا خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص شقی کے نام سے مشہور ہو گیا تھا (اپنے کردار کے سبب) ایک دن وہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کی مجلس میں جا بیٹھا اور پھر جب وہاں سے اٹھا اور واپس جا رہا تھا تو کسی نے اس کو اس شقی کے لقب سے پکارا تو ہاتف سے آواز آئی اب اس کو شقی مت کہو کیونکہ جو شخص ہمارے جنید کی صحبت میں ایک ساعت بھی بیٹھ گیا وہ شقی نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا یہ اب سعید ہو گیا ہے۔

(مقالات امینیہ بسلسلہ اصلاح عقائد، صفحہ 482، مکتبہ صبح نور، فیصل آباد)

جب ایک شقی کی نسبت صحبت ولی سے ہوئی تو وہ کیا سے کیا ہو گیا تو اس پیر کامل کی شان کیا ہو گی جس سے مریدوں کی نسبت وابستہ ہو جاتی ہے بلکہ ہمارے غوث پاک کی شان یہ ہے کہ جو مرید ہوئے بغیر بھی ان سے محبت و نسبت کرے وہ بھی فیض پائے گا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ مشائخ عظام نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے لیکن بیعت نہیں کرتا اور نہ ہی آپ کے ہاتھ سے خرقہ پہنتا ہے کیا وہ آپ کے مریدین میں شمار ہوگا اور آپ کے مریدین جیسی فضیلت اس کو حاصل ہو گی یا نہیں؟ حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے اور مجھ سے عقیدت اور محبت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی قبول فرمائے گا اور اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وعدہ فرما لیا ہے کہ میرے مریدوں اور سلسلہ والوں اور میرے طریق کا اتباع کرنے والوں اور میرے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔“

حضرت سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھے ایک لکھا ہوا دفتر عطا کیا گیا جس میں قیامت تک آنے والے میرے مریدین اور احباب کے نام درج ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عبدالقادر جیلانی! میں نے ان سب کو تیری وجہ سے بخش دیا ہے۔''

(اخبار الاخیار، صفحہ 49، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

اللہ عزوجل کے پیاروں سے نسبت قائم کرنا ان سے محبت رکھنا بھی سعادت ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں نے حضرت جبرائیل کو خواب میں دیکھا کہ وہ کوئی کتاب سی بغل میں دبائے ہوئے ہیں اور میرے سوال کے جواب میں فرمایا اس میں اللہ عزوجل کے دوستوں کے نام درج کرتا رہتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا اس میں میرا نام بھی شامل ہے؟ فرمایا کہ تمہارا شمار خدا کے دوستوں میں نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اللہ عزوجل کے دوستوں کا دوست تو ضرور ہوں۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر ساکت رہے پھر فرمایا کہ مجھے منجانب اللہ یہ حکم ملا ہے کہ سب سے پہلے تمہارا نام درج کروں اس کے بعد دوسروں کا کیونکہ اس راستہ میں مایوسی کے بعد ہی امید ہوتی ہے۔''

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 74، ضیاء القرآن، لاہور)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت والوں کی شان

سب سے بڑی نسبت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے امتی ہونے کے سبب تمام امتوں سے افضل اور جو آپ کا امتی بھی اور آپ کی اولاد میں سے ہو اس سیدذات کی نسبت کی کیا بات ہے یہ تو ایسی نسبت ہے۔ جو دنیا و آخرت میں قائم رہے گی۔ مجمع الزوائد میں ہے شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ما بال اقوام يزعمون ان قرابتي لا تنفع كل سبب و نسب منقطع يوم القيمة الا نسبي و سببي فانها موصولة في

الدنيا و الآخرة رواه البزار" ترجمہ: کیا حال ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی۔ ہر علاقہ و رشتہ قیامت میں ٹوٹ جائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوة، باب في كرامة أصله، جلد 8، صفحہ 216، مكتبة القدسي، القاهرة)

اور سید وہ ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد یعنی فاطمی اولاد ہو غیر فاطمی اولاد سید نہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پر ابدی جہنم حرام کر دی گئی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان فاطمة احصنت فحرمها الله و ذريتها على النار" ترجمہ: بے شک فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرما دیا۔

(المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، جلد 3، صفحہ 165، دار الكتب العلمية، بيروت)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سألت ربي ان لا يدخل احدا من اهل بيتي النار فاعطانيها" ترجمہ: میں نے رب عزوجل سے سوال کیا میرے اہلبیت سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی۔

(كنز العمال، الباب الخامس في فضل أهل البيت، جلد 12، صفحہ 95، مؤسسة الرسالة، بيروت)

بعض لوگ سمجھتے ہیں سید پر آگ حرام ہوتی ہے یعنی اگر وہ آگ کو پکڑیں تو آگ اثر نہیں کرتی یہ نظریہ درست نہیں بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ سیدزادہ کبھی ابدی جہنم کا مستحق نہ ہوگا یعنی کافر و مرتد نہ ہوگا جو کافر و مرتد ہو جائے وہ سید ہی نہ رہا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" رأيت كاني دخلت الجنة رأيت الجعفر درجة فوق درجة زيد فقلت ماكنت اظن ان زيدا دون جعفر فقال

جبریل ان زیدا لیس بدون جعفر و لکنا فضلنا جعفر القرابته منک" ترجمہ: میں جنت میں گیا تو ملاحظہ فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ زید بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے۔ میں نے کہا مجھے گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی زید جعفر سے کم تو نہیں مگر ہم نے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت ہے۔

(الخصائص الکبری،قصۃ إسلام خالد بن الولید،جلد1،صفحہ433،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

پتہ چلا کہ عمل چاہے ایک جیسا ہے لیکن نسبتوں ومقام کی وجہ سے اجر مختلف ہوگا اس لئے ایک عمل پر مختلف اجر کی احادیث ملتی ہیں کہ جس کا جتنا مقام ومرتبہ ہوگا اسے اجر بھی اسی حساب سے ملے گا۔

فصل سیزدہم: مزاراتِ اولیاء

اولیاء اللہ کے مزارات بنانا اوران پر حاضری دینا باعث برکت وسعادت ہے۔

اولیاء اللہ کے مزارات سے برکتیں حاصل کرنا اسلاف کا طریقہ کار رہا ہے چنانچہ اصحاب کہف کے متعلق قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ (سورۃ الکہف،سورت18،آیت21)

تفسیر روح البیان میں ہے" یصلی فیہ المسلمون و یتبرکون بمکانھم" ترجمہ: ایک تو لوگ اس میں نماز پڑھیں گے دوسرا ان اولیاء کرام کے قرب کی وجہ سے برکتیں حاصل کریں گے۔

(روح البیان،فی التفسیر سورۃ الکہف،سورت18،آیت21،جلد5،صفحہ232،دار الفکر،بیروت)

اب بھی مزارات کے ساتھ جو مساجد بنائی جاتیں ہیں انکی دلیل یہ آیت ہے۔

قرآن میں ہے ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔

(سورۃ التوبہ،سورت9،آیت18)

علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "فبناء القباب علی قبور العلماء و الاولیاء و الصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتیٰ لا یحتقروا صاحب ھذا القبر" ترجمہ: علماء، اولیاء اور صالحین کرام کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود لوگوں کی نگاہوں میں صاحب قبر کی تعظیم پیدا کرنا ہو کہ لوگ اسے حقیر نہ سمجھیں۔

(روح البیان،فی التفسیر سورۃ التوبہ،سورت9،آیت18،جلد3،صفحہ400،دار الفکر،بیروت)

کتاب المدخل میں ہے" تحقق لذوی البصائر و الاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم" ترجمہ: اہل بصیرت واعتبار کے نزدیک محقق ہو چکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

(المدخل،جلد1،صفحہ249،دار الکتاب العربی،بیروت)

مزارات پر جانے کا ثبوت

مزارات پر جانا نہ صرف سنت صحابہ وصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہے بلکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے اصحاب کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے اور سیرت کی کتابوں میں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہر سال اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر جاتے تھے۔ مصنف عبد

الرزاق میں ہے "كان النبي صلى الله عليه وسلم يأتي قبور الشهداء عند رأس الحول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار، قال وكان أبو بكر وعمر وعثمان يفعلون ذلك" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدا کی قبور پر تشریف لاتے تو انہیں یوں سلام کرتے تھے "سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔" اور ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب في زيارة القبور، جلد 3، صفحہ 573، المكتب الإسلامي، بيروت)

ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے صحابی فرماتے ہیں "خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يريد قبور الشهداء۔۔۔۔ وإذا قبور بمحنية قال قلنا يا رسول الله أقبور إخواننا هذه قال قبور أصحابنا فلما جئنا قبور الشهداء قال هذه قبور إخواننا" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ شہدا قبور پر تشریف لے جانے کے ارادے سے نکلے۔ جب وادی محنیہ کی قبروں پر پہنچے تو ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ہمارے ساتھیوں کی قبریں ہیں اور جب شہداء کی قبور پر پہنچے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ قبریں ہمارے بھائیوں کی ہیں۔

(سنن ابو داؤد، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، جلد 2، صفحہ 218، المكتبة العصرية، بيروت)

روضہ رسول کی زیارت پر بشارتیں

احادیث میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے روضے کی حاضری پر بے شمار بشارتیں سنائی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں درج ذیل احادیث سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کی حاضری پر ہیں:

حدیث 1۔ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (سنن الدارقطني)

حدیث 2۔ جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا مجھ پر حق ہوگیا کہ روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔ (معجم كبير)

حدیث 3۔ جو میرے انتقال کے بعد میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی میں روز قیامت اپنے زائر کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔

(كتاب الضعفاء الكبير)

حدیث 4۔ جو مکہ جا کر حج کرے پھر میرے قصد سے میری مسجد میں حاضر ہو اس کے لئے دو حج مبرور لکھے جائیں۔ (مسند ابوداؤد الطيالسي)

اور فرماتے ہیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حج مبرور کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں۔ (صحيح البخاري)

حدیث 5۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر جفا کی۔

(الكامل في ضعفاء الرجال)

حدیث 6۔ جو مجھ پر سلام عرض کرتا ہے میں اسے جواب دیتا ہوں۔

(شعب الايمان)

حدیث 7۔ میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا میری زندگی میں۔

(جذب القلوب)

حدیث 8۔ میری حیات و ممات دونوں تمہارے لئے بہتر ہیں تمہارے اعمال میرے حضور پیش کیے جاتے ہیں میں نیکیوں پر شکر کرتا اور برائیوں پر تمہارے لیے استغفار

فرماتا ہوں۔

(کنزالعمال)

حدیث 9۔ جو حرمین میں سے کسی حرم میں مرے روزِ قیامت بے خوف اُٹھے۔

(شعب الایمان)

(فتاوٰی رضویہ، جلد10، صفحہ 803۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیٰمۃ" ترجمہ: جو ارادۃً میری زیارت کے لئے آیا وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔

(مدینۃ الرسول، صفحہ143، مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ، ساہیوال)

احادیث سے ثابت ہے کہ جب کسی قبر والے کے پاس کوئی آئے تو اسے پتہ چل جاتا ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں: ''قبر پر آنے والے کو میت دیکھتا ہے اس کی بات سنتا ہے۔ اگر زندگی میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے۔ اگر اس کا عزیز یا دوست ہے تو اس کے آنے سے اُنس حاصل کرتا ہے۔ یہ سب باتیں احادیث، اقوال ائمہ میں مصرح اور اہلسنت کا اعتقاد ہیں۔ ان کی تفصیل ہماری کتاب ''حیات الموات فی بیان سماع الاموات'' میں دیکھیں۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد 9، صفحہ 658، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب ایک عام مومن کو اتنی مٹی کے نیچے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کی قبر پر کون آیا ہے تو اولیاء اللہ کی نظر وعلم کا کیا عالم ہوگا یقیناً وہ اپنے زائرین کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک پر متعین فرشتے کو اللہ عزوجل نے ایسا علم عطا کیا ہے کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے والے کا نام کو جان لیتا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اکثر والصلوٰۃ علیّ فان اللہ تعالیٰ و کل لی ملکا عنہ قبری فاذا صلی علیّ رجل من امتی قال لی ذٰلک الملک یا محمد ان فلان

بن فلان یصلی علیک الساعۃ" ترجمہ: مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی آپ پر درود بھیجا ہے۔

(کنزالعمال، کتاب الایمان، الباب السادس :فی الصلاۃ علیہ وعلی آلہ علیہ الصلاۃ والسلام، جلد1، صفحہ 494، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

یہ خادم مزار کا حال ہے صاحب مزار کا کیا عالَم ہوگا۔ ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امتی کے درود کو سنتے اسکے احوال کو جانتے اور زائرین روضہ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرت علامہ ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب اپنی کتاب مدینۃ الرسول میں خلاصۃ الوفا، صفحہ 64 کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''سلیمان بن تحیم فرماتے ہیں مجھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے ادبا سوال کیا آقا جو لوگ آپ کے ہاں حاضری دیتے ہیں اور آپ پر سلام پیش کرتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں جواب بھی دیتا ہوں۔''

(مدینۃ الرسول، صفحہ 361، مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ، ساہیوال)

اولیاء اللہ کا زائرین مزار کو جاننا

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جب مومنین کے قبرستان میں جایا جائے سلام کیا جائے یہ سلام کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ مردوں کو ہمارا سلام کرنا سنائی دیتا ہے اور وہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ تو جب عام مومن کو سلام سنائی دیتا ہے تو اولیاء اللہ عزوجل اور انبیاء علیہم السلام کی سماعت کا کیا عالَم ہوگا۔ انوار العرفان فی اسماءِ القران میں ہے: ''عالَم برزخ میں سلام سننے اور اس کا جواب دینے میں انبیاء علیہم السلام اور عام مومنین کے درمیان اتنا فرق

ہونا ضروری ہے جتنا دنیا میں اُن کی قوت سماعت اور قوتِ گویائی کے درمیان تھا۔ دنیا میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوتِ سماعت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے" امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے حواسِ خمسہ کی مخصوص قوتوں کا ذکر کیا ہے۔ آپ قوتِ سامعہ کے بارے میں لکھتے ہیں "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ قوت تمام لوگوں سے زیادہ تھی۔ اس لئے کہ آپ نے فرمایا آسمان چرچراتا ہے اور بجا ہے کہ وہ چرچرائے، آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سربسجود ہے۔ پس آپ نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا کہ ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا۔

ایسی قوتِ سماعت حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی دی گئی انہوں نے سنا کہ چیونٹی کہہ رہی تھی اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چیونٹی کا کلام سنایا اور اس کے معنی پر آگاہی بخشی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ عام مومنین صرف ان لوگوں کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں جو ان کی قبر پر آ کر سلام کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور و نزدیک سے ہر شخص کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ سلام کی ہی تخصیص نہیں صلاۃ ہو یا سلام دونوں کو سنتے اور دونوں کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ ابن قیم صلاۃ و سلام کے فوائد اور ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے انسیویں فائدے تحت لکھتے ہیں "انها سبب لرد النبی صلی الله علیه و آله وسلم الصلاة والسلام علی المصلی و المسلم علیه" ترجمہ: درود شریف سبب ہے

جواباً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلاۃ اور سلام کے حاصل ہونے کا اس شخص کو جو آپ پر صلاۃ و سلام بھیجے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں تو وہ جواب سنائی نہیں دیتا پھر ایسے جواب کا کیا فائدہ؟ جواباً عرض ہے کہ خواص حضرات کو تو وہ جواب سنائی دیتا ہے، رہے مجھ جیسے عامۃ الناس تو انہیں یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ اُن کی روح سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کے محاذات میں آجاتی ہے اور وہ روح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اقتباسِ نور (نور حاصل کرنے) کے قابل ہو جاتی ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہدایت کا دار و مدار نور کے حصول میں ہے اور ضلالت نور سے محرومی میں ہے۔"

(انوار العرفان فی أسماء القرآن، صفحہ 344تا346، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

ایسے بھی بزرگانِ دین کے واقعات ملتے ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں جب حاضری دی تو سلام کو جواب بھی سنا بلکہ ہاتھ مبارک کا بوسہ بھی لیا چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوٰی میں لکھتے ہیں "لما وقف سیدی احمد الرفاعیْ تجاه الحجرة الشریفة قال فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبّل الارض عنی وهی نائبتی وهذه دولة الاشباح قد حضرت فامد د یمینك کی تحظی بها شفتی فخرجت الیه الشریفة فقبلها" ترجمہ: جب میرے سردار احمد رفاعی حجرہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو یوں کہا جب میں دور ہوتا تو اپنی روح کو بھیجتا تھا جو میری نائب ہو کر میری طرف سے زمین بوسی کرتی تھی یہ زیارت کا وقت ہے میں خود حاضر ہوا ہوں اپنا دستِ اقدس بڑھائیں تا کہ میرے ہونٹ دست بوسی کی سعادت پائیں۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک آپ کی طرف نکلا جس کو آپ نے چوما۔

(الحاوی للفتاوی، جلد 2، صفحہ 261، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضور سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلا حج 509ھ میں فرمایا جب عمر شریف 38 سال تھی۔ کتاب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر میں ہے "ذکروا ان الغوث الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه جاء مرة الی المدینة المنورة وقرأ بقرب الحجرة الشریفة هذین البیتین (فذکر هما کما مر و قال) فظهرت یده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فصافحها و وضعها علی رأسه رضی الله تعالیٰ عنه"

ترجمہ: راویوں نے ذکر کیا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار حاضر سرکار مدینہ ہو کر روضہ انور کے قریب وہ دونوں شعر پڑھے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ انور ظاہر ہوا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصافحہ کیا اور بوسہ لیا اور اپنے سر مبارک پر رکھا۔

(تفریح الخاطر، صفحہ 56، سنی دارالاشاعت، فیصل آباد)

حضرت علامہ ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب اپنی کتاب مدینۃ الرسول میں لکھتے ہیں: "مدینۃ الرسول کے ایک باسی حاجی محمد اسمٰعیل امرتسری (جو عرصہ سے وہاں مقیم تھے) نے مجھے واقعہ سنایا کہ ایک پاکستانی ان کے مکان میں رہائش پذیر ہوا وہاں ایک بلی رہتی تھی جو روزانہ پاکستانی حاجی کے قریب آتی اور وہ اس سے پیار کرتا۔ دن گزرتے گئے آخر کار حاجی کو واپس ہونا تھا فراقِ طیبہ کی گھڑیاں سر پر آگئیں خیال کیا یہ بلی ساتھ لیتا جاؤں۔ تیاری مکمل کر لی پنجرہ تیار کر لیا آخری رات تھی صبح الوداعی سلام کہہ کر اجازت لینا تھی حاجی صاحب سو گئے اور ان کا بخت جاگ گیا آنکھ لگ گئی ہی تھی کہ میرے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں جلوہ گر ہو گئے اور اپنے جمالِ جہاں آراء سے نوازا۔ حاجی سے فرمایا جاؤ تم خیریت سے وطن پہنچو یاد رکھنا میری بلی کو ساتھ نہ لے جانا یہ کئی دن سے روزانہ میرے دربار میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے آقا بچا لیجئے مدینہ چھوٹ رہا ہے۔"

(مدینۃ الرسول، صفحہ 420، مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ، ساہیوال)

اس طرح کے بے شمار واقعات مستند کتب میں موجود ہیں بلکہ صاحب قبر کا کلام کرنا بھی ثابت ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شرح الصدور کے حوالہ سے لکھتے ہیں "ابو الشیخ عبیذ بن مرزوق سے راوی "کانت امرأة تقم المسجد فماتت فلم یعلم بها النبی صلی الله علیه وآله وسلم فمر علی قبرها فقال ما هذا القبر قالوا ام محجن قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیها ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یارسول الله اتسمع قال ما انتم باسمع منها فذکر انها اجابته ان اقم المسجد" ترجمہ: ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں ان کا انتقال ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی حضور ان کی قبر پر گزرے دریافت فرمایا یہ قبر کس کی ہے؟ لوگوں نے عرض کی ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا اُس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 9، صفحہ 730، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزاراتِ اولیاء پر حاضری کے آداب

علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی ولی کے مزار پر حاضر ہوں پاؤں کی طرف حاضر ہوں اور ادب کے ساتھ قبلے کو پیٹھ اور ولی کے چہرے کی طرف اپنا منہ کرتے ہوئے کھڑے ہوں۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سرکار صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں
:''اب کمال ادب وہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرہ
مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو
پیٹھ اور مزار انور کو منہ کرکے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔لباب وشرح لباب
واختیار شرح مختار فتاوی عالمگیری وغیرہ معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی ہے کہ
"یقف کمافی الصلوٰۃ" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسے نماز
میں کھڑا ہوتا ہے یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے اور لباب میں فرمایا "واضعا یمینہ علی
شمالہ" دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے
یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ
ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی ان کی نگاہ کریم
اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ کے قرب کے ساتھ ہے جہاں تک
ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال وکسل نہ ہو صلوٰۃ وسلام کی کثرت کرو۔حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اپنے لئے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں،
اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو اور بار بار عرض کرو "اسئلک الشفاعۃ یارسول
اللہ" اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ سے شفاعت کا سوالی ہوں مزید
ارشاد فرماتے ہیں یہ سب حاضریاں محل اجابت ہیں، دعا میں کوشش کرو، دعائے جامع
کرو، درود پر قناعت بہتر ہے۔

(فتاوی رضویہ: جلد10، صفحہ 765،766،767 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی طرح دیگر مزارات پر جائیں تو قبر سے تھوڑا دور کھڑے ہوں اور قبر کو چھونے
اور چومنے سے بچیں۔اور ممانعت صرف قبر کو چومنے تک باقی رہا اولیاء کرام کے ہاتھ

پاؤں چومنے کے بارے میں فرماتے ہیں:''جہاں تک اولیاء کرام اور علمائے عظام کے
ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے کا تعلق ہے تو یہ عمل ہرگز منع نہیں بلکہ جائز اور ثابت ہے چنانچہ وفد
عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس
میں پہنچنے کے بارے میں ہے روایت مذکور ہے کہ جب دور سے ان کی نگاہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے جمال جہاں پر پڑی تو وہ بے تاب ہو کر اپنی اپنی سواریوں سے جلدی جلدی
اترے اور دوڑ کر بارگاہ اقدس میں پہنچے اور آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو منع نہیں فرمایا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ 218، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

متبرک مقام کو طواف نہ کرے یعنی اس کے گرداگرد نہ گھومے اس لئے کہ طواف
کرنا کعبہ معظمہ کی خصوصیات سے ہے۔لہٰذا انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی قبروں کے آس
پاس طواف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ولی اللہ کے مزار پر چادر ڈالنا جائز ہے اس کی
حکمت میں علامہ شامی ردالمحتار، کتاب الکراہیت میں فرماتے ہیں کہ عوام کی نظروں میں
صاحب مزار کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتا کہ وہ انہیں حقیر نہ سمجھیں بلکہ غافلوں کو اس سے
ادب اور خشوع حاصل ہو۔اسی طرح پھول ڈالنا بھی جائز ومستحب ہے۔اولیاء کے مزارات
پر ان کی عظمت کے اظہار کے لئے چراغ جلانا جائز ہے لیکن موجودہ دور میں بجلی ہونے کی با
وجود عرس وغیرہ پر، بہت زیادہ چراغاں کیا جاتا ہے۔جس میں ہزاروں کے حساب سے چراغ
اور موم بتیاں جلائی جاتی ہیں یہ اسراف ہے۔ علامہ شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم
العالیہ فرماتے ہیں:''مزارات پر بجلی کی روشنیوں کا مناسب انتظام ہونے کے باوجود چراغ
یا موم بتیاں جلانا بھی اسراف و ناجائز ہے۔اکثر لوگ شب قدر وغیرہ میں اپنے عزیز
واقارب کی قبروں پر چراغ یا اگر بتیاں جلاتے ہیں اگر مذکورہ اغراض (قرآن پڑھنے وغیرہ

)میں سے کوئی صحیح غرض ہو تب بھی عین قبر پر چراغ وغیرہ جلانا منع و نا جائز ہے البتہ قبر سے ہٹ کر جلانا جائز ہے۔ (مزاراتِ اولیاء اور توسل ،صفحہ118،زاویہ پبلیشرز، لاہور)

ولی اللہ کے قرب میں دعا مانگنے سے دعا قبول ہوتی ہے اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔قرآن میں مذکور سورۃ آل عمران میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ میں امام رازی سمیت دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا نے دیکھا کہ اللہ عزوجل حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے موسم پھل عطا فرماتا ہے پھر مجھے بھی بڑھاپے میں اولاد عطا کرنے پر قادر ہے پھر اسی مقام پر دعا کی اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُورًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا کی نگہبانی میں دیا، جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔ یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب! میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد، بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بیشک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک

کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔ (سورۃ آل عمران، سورت 3،آیت 37تا39)

اولیاء اللہ کے مزار پر دعا مانگنا بزرگانِ دین سے ثابت ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان سے مزار پر جاتا ہوں اور بارگاہِ الٰہی عزوجل میں دعا کرتا ہوں تو میری حاجت فوراً پوری ہو جاتی ہے۔“ (مزاراتِ اولیاء اور توسل ،صفحہ163بحوالہ الخیرات الحسان،جلد1،صفحہ38)

اگر ان مقامات پر اللہ عزوجل سے صاحب مزار کے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو اللہ عزوجل انکے صدقے عطا فرماتا ہے۔ جس طرح بیماری سے تندرستی کے لئے میڈیکل علاج ایک سبب ہے حالانکہ حقیقی شفا اللہ عزوجل کی جانب سے اسی طرح روحانی سبب اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندے ہیں جن کے وسلیہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی جاتی ہے۔کیا دنیاوی حاجات کے لئے ہم لوگوں کی طرف رجوع نہیں کرتے؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء سے مدد مانگنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ”مدد مانگنے کی یہی صورت ہے کہ حاجت مند اپنی حاجت کو اللہ عزوجل سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں مقرب و مکرم ہے اور یوں کہے اے اللہ! اس بندے کی برکت سے جس پر تو نے انعام و اکرام فرمایا ہے میری حاجت پوری فرما۔ یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے اللہ عزوجل کے ولی! اے خدا کے مقرب بندے! میرے لئے شفاعت کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔

ان دونوں صورتوں میں وہ نیک و مقرب بندہ صرف درمیان میں وسلیہ ہے حقیقی

قدرت والا اور دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس میں شرک کا شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی طرح توسل کرنا ہے جیسے نیک لوگوں اور اولیاء اللہ کو زندگی میں وسلیہ بنایا جاتا ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو وفات کے بعد یہی بات ناجائز کیوں ہوگئی؟ اولیائے کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وصال کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ وصال کے بعد انہیں زیادہ کمال حاصل ہو جاتا ہے۔"

(مزاراتِ اولیاء اور توسل، صفحہ 170 بحوالہ فتاویٰ عزیزیہ، جلد 2، صفحہ 102)

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "جب تم اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز طلب کرو تو میرا وسیلہ سے طلب کرو تا کہ میری مراد تمہیں حاصل ہو۔" اور آپ نے فرمایا: "جو کسی مصیبت میں میرے وسلیہ سے امداد طلب کرے تو اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ جو کسی مشکل میں میرا نام لے کر پکارے اس کی مشکل حل ہو جاتی ہے اور جو میرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی مرادیں پیش کرے تو اللہ تعالیٰ اسے پوری فرما دیتا ہے۔"

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو شخص دو رکعات نماز پڑھے ہر کعات میں سورۃ الفاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ ﴿قل هو الله احد..﴾ (یعنی سورت اخلاص پوری) پڑھے اور سلام کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے اور میرا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔" ایک روایت میں آتا ہے کہ گیارہ قدم عراق کی طرف چلے اور میرا نام لے کر دعا مانگے۔

(اخبار الاخیار، صفحہ 50، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

کسی بزرگ ہستی کو اس طرح وسیلہ بنانا کہ وہ ہمارے لئے دعا کریں یہ بھی احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری وغیرہ میں ہے کہ صحابی رسول نے حضور علیہ السلام کو بارش

کے لئے دعا کرنا کا کہا، اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر فاروق کے دور میں حضور علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد بھی انہیں بارش کے لئے وسیلہ بنانا ثابت ہے۔

بعض لوگوں مزارات میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور غیر شرعی عمل کرتے ہیں جیسے سجدے کرتے ہیں، شور مچاتے ہیں، ناچتے ہیں یہ سب ناجائز وحرام ہے۔

عرس اور اسکے متعلق احکام

بزرگانِ دین کا سالانہ عرس منعقد کرنا جائز و مستحسن ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے اُحد کے مزارات پر ہر سال جایا کرتے تھے۔ موجودہ دور میں عرس کے موقع پر بے شمار غیر شرعی حرکتیں ہوتی ہیں ناچ گانا، ڈھول بجانا، مزامیر کا استعمال، مردوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ۔

علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب فرماتے ہیں: "عُرس کے لغوی معنیٰ شادی کے ہیں اور مشائخ طریقت کی اصطلاح میں اولیاء کاملین اور بزرگانِ دین کے یومِ وصال کو عرس کا دن کہتے ہیں۔ عرس کا لفظ اس حدیث پاک سے ماخوذ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ صالح مومن جب نکرین کے سوالوں کے صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور اسکی قبر کو نور سے روشن کر دیا جاتا ہے پھر فرشتے اس سے کہتے ہیں "نم کنومة العروس الذی لا یوقظه الا احب اهله الیه" ترجمہ: تو اس دلہن کی طرح سو جا جسے اس کا محبوب ہی جگاتا ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، جلد 3، صفحہ 375، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

چونکہ اس دن ان کو عروس کہا گیا (جو دولہا اور دلہن دونوں کے لئے بولا جاتا ہے) اس لئے ان کے وصال کے دن کو عرس کا دن کہا جاتا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وصال کے

بعد قبر میں آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار پر انوار نصیب ہوتا ہے اس لئے محبوب حقیقی کے دیدار کے باعث وہ خوشی اور شادی کا دن قرار پاتا ہے اس نسبت سے بھی اسے عرس کا دن کہتے ہیں۔ عرس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر سال وصال کے دن کسی ولی کے مزار کی زیارت کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت اور صدقات کا ثواب اسے پہنچانا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہر سال ایک معینہ تاریخ پر شہدائے احد کے مزارات پر جانا، انہیں سلام کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا ہی عرس کی اصل ہے۔

(شرح الصدور، صفحہ 193، جذب القلوب، صفحہ 202)

عرس کا دن مقرر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے لوگوں کو جمع ہونے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عرس کا دن اسلئے مقرر ہے کہ وہ ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام (ایصال ثواب) کیا جائے اچھا ہے اور فلاح و نجات کا ذریعہ ہے۔'' (زبدۃ النصائح)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ایسا عرس جس میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو، شرکیہ امور اور فسق و فجور کا ارتکاب نہ ہو، کھیل تماشے اور رقص و سرود موسیقی نہ ہو جائز ہے کیونکہ محفل عرس کا مقصد تو ایصال ثواب، فاتحہ و قرآن خوانی ہے۔'' عرس کے موقع پر بعض جگہ قوالی بھی ہوتی ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ مروجہ قوالی ناجائز ہے۔ صوفیہ اور بزرگوں سے جو سماع منسوب کیا جاتا ہے وہ مروجہ سماع نہیں ہے۔

(مزارات اولیاء اور توسل، صفحہ 123 تا 125 زاویہ پبلیشرز، لاہور)

عرسوں پر غیر شرعی حرکات ہونے پر مزارات اولیاء پر تنقید کرنا بے جا ہے اسلئے کہ یہ عوام کا عمل اور مزارات کے متولیوں اور حکومتی اداروں کا فرض ہے کہ ان غیر شرعی رسومات کو روکیں۔ الحمدللہ عزوجل جو مزارات علماء اہلسنت کے تحت ہیں جیسے امام اہلسنت امام احمد

رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن، علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے مزارات، ان میں بھی مکمل شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔ علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب فرماتے ہیں: ''ہمارا موقف یہی ہے کہ مزارات پر یا ان کے قریب غیر شرعی امور مثلاً مرد و زن کا اختلاط، میلہ، بھنگڑا، ڈھول باجے، کھیل تماشے، سجدے اور دیگر ناجائز کاموں کا ارتکاب سخت ناجائز ہے اور محکمہ اوقاف یا متولیانِ مزارات کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ مذکورہ غیر شرعی امور کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ کافی عرصے سے اس بات کو محسوس کیا جا رہا ہے کہ محکمہ اوقاف کے ذمہ دار افراد نہایت غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مزارات پر غیر شرعی امور کی روک تھام سے بالکل غافل ہیں۔ ارباب اقتدار کو چاہئے کہ وہ مزارات مقدسہ کا نظم و نسق جید علمائے اہلسنت کے حوالے کریں تاکہ مزارات اولیاء پر غیر شرعی امور کی مناسب روک تھام کی جاسکے۔

مزارات سے متعلق جن جائز امور کا ہم نے ذکر کیا آپ بتائیے کہ ان میں سے کون چیز ایسی ہے جو کسی دلیل شرعی سے منع ہو؟ باقی رہا اس لچر گفتگو کا معاملہ جو مزارات کے خلاف ہوتی ہے اور مزارات کو شرک و کفر اور بدعتوں کا منبع قرار دیا جاتا ہے کیا یہ ناانصافی اور زیادتی نہیں کہ ایسے لوگ جاہل اور ان پڑھ عوام کو کچھ کرتا ہوا دیکھ کر ان بزرگانِ دین کے وارثوں سے جانے اور پوچھے بغیر محض عوام کے عمل پر فتویٰ دے دیتے ہیں اور خود ہی سے کوئی ناجائز فعل یا نظریہ علماء و مشائخ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ چاہئے تو یہ کہ ان بزرگانِ دین و اولیاء کرام کے مسلک و مشرب سے تعلق رکھنے والے علماء و مشائخ سے اس کی شرعی حیثیت معلوم کی جائے، صرف عوام کو دیکھ کر فتویٰ دینا کہاں کا انصاف ہے!۔''

(مزارات اولیاء اور توسل، صفحہ 126 زاویہ پبلیشرز، لاہور)

مزار اور عرس کی اجازت صرف اولیاء اللہ کے لئے خاص ہے جاہل و فاسق صوفی کے لئے نہیں اور نہ ہی ایسے مزاروں پر جانے کی اجازت ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جاہل اور چرسی بھنگی اپنا ٹھکانہ بنانے کے لئے ویسے ہی موم بتیاں، اگر بتیاں اور جھنڈیاں لگا کر کسی جگہ کو مزار نما بنا لیتے ہیں اور لوگ وہاں موم بتیاں جلاتے اور منتیں وغیرہ مانتے ہیں یہ سب ناجائز ہے۔ حدیث پاک میں ہے "لعن من زار بلا مزار" ترجمہ: لعنت ہے اس پر جو بلا مزار والے کی زیارت کو آئے۔

۔۔۔باب چہارم: جَعلی پیر۔۔۔

جعلی پیر وہ ہوتا ہے جو نہ تو پیر کی شرائط پر پورا اترتا ہے اور نہ ہی اسے راہِ سلوک کا کچھ پتہ ہوتا ہے لیکن لوگوں میں خود کو پیر ظاہر کرتا ہے۔ راہِ سلوک میں جعلی پیر شروع سے ہیں اور پچھلے بزرگ رحمہم اللہ انہیں مُتَشَوِّف کے نام سے جانتے تھے۔ جعلی صوفی اور جعلی پیر دونوں نام کے لحاظ سے الگ الگ ہیں مگر چونکہ دونوں جعلی ہیں اس لئے آئندہ جب جعلی پیر کہا جائے گا اس میں جعلی صوفی بھی شامل ہوں گے۔

فصل اول: جعلی پیروں کے متعلق علماء و مشائخ کے اقوال

جعلی پیروں کی اہل تصوف حضرات نے کافی مذمت کی ہے اور لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ ایسے لوگوں سے دور رہیں اور ہرگز انکی صحبت اختیار نہ کریں کیونکہ انکی صحبت سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا کہ انکا اپنا تزکیہ نہیں ہوا یہ دنیا کی طلب میں ہیں دوسروں کا کیا تزکیہ کریں گے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک طبقہ ایسا ہے جسے طبیعت کی کاہلی، نفس کی برائی، جاہ طلبی اور بغیر فضیلت کے علو مقام کی خواہش اور بے علم ہونے کے باوجود اہل علم کے خصائص کی جستجو نے سرگرداں کر رکھا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان میں اس ظاہری دکھاوے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ محض ظاہری طمع میں ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور مداہنت کے طریقہ پر ان کے ساتھ اخلاق و کرم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور ''صلح کلی'' بن کر ان کے ساتھ زندگانی بسر کرتے ہیں اسی بناء پر ان کے دلوں پر حقانی باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور ان کے جسموں پر حصول طریقت کے مجاہدوں کی کوئی علامت پیدا نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ وہ خواہشمند ہوتے ہیں کہ محققوں کی مانند لوگ ان کی تعظیم و تکریم

کریں۔ ایسے لوگ ان صوفیائے کرام جیسی وضع قطع اختیار کرتے ہیں حالانکہ ان کا لباس ان کے معاملہ کی درستگی کے بغیر ان کے مکروفریب کا پردہ چاک کرتا ہے، ایسے مکروفریب کا لباس روز قیامت حسرت وندامت کا موجب ہوگا۔

موجودہ زمانہ میں اس قسم کے لوگ بکثرت ہیں۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے ایسوں سے بچنے کی کوشش کرو اور ان کی طرف قطعاً توجہ نہ دو اس لئے کہ ایسے نقلی صوفیوں سے اگر تم نے ہزار بار سلوک وطریقت حاصل کرنے کی کوشش کی تو ایک لمحہ کے لئے بھی طریقت کا دامن تمہارے ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ راہ محض گدڑی پہننے سے طے نہیں ہوتی بلکہ یہ منزل ریاضت و محنت سے ملتی ہے۔"

(کشف المحجوب، صفحہ 74,75، شبیر برادرز، لاہور)

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے ایھا الولد میں نصیحت فرماتے ہیں: "اے لخت جگر! تیرا قول وفعل شریعت مطہرہ کے موافق ہونا چاہئے کیونکہ علم ہو یا عمل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقتداء کے بغیر ہوگا وہ ضلالت وگمراہی ہے۔ تیرے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جادۂ شریعت سے پھسلے ہوئے صوفیا کی شطحیات اور ان کی گمراہ کن باتوں کے پیچھے نہ پڑے کیونکہ طریقت کے نور بھرے راستہ کا سلوک مجاہدہ اور ریاضت سے خواہشات نفس کو قطع کرنا اور ہوائے نفسانیہ کو بالکل ختم کرنے سے طامات اور ترہات سے نہیں ہے۔"

(ایھا الولد، صفحہ 17، مکتبہ غوثیہ، مکتبہ غوثیہ، کراچی)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں: "شریعت مطہرہ کے منکر اور خواہشات نفسانی کے پیروکار جاہل پیر جو اس زمانہ میں نمودار ہوئے ہیں وہ کبھی بھی اس مقام رفیع پر فائز نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے صوفیاء کی چند آراستہ عبارتیں رٹ لیں ہیں وہ ہمہ وقت اپنی سجاوٹ میں مشغول رہتے ہیں جبہ، دستار اور لباس کی آرائشگی میں مستغرق

رہتے ہیں۔ ان کا وطیرہ علم اور اہل علم کی مذمت کرنا ہے ایسے جہلاء اسی قابل ہیں کہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ یہ مخلوق کے لئے شیطان اور اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں۔ خدائے لم یزل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو علم اور اہل علم کی تعریف فرماتے ہیں اور دنیا کو حصول علم کی ترغیب دلاتے ہیں مگر یہ اجڈ اور جاہل جو کسی کام کے نہیں ہوتے ان کا دامن علم سے تہی ہوتا ہے انہیں یہ گفتگو کرنا کیسے زیب دے سکتا ہے۔ ان کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی کہیں سے سن لے کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے۔ اس سے بے شمار سونا بنایا جا سکتا ہے۔ جب اسکے سامنے سونے کے خزانے رکھے جاتے ہیں تو وہ انہیں قبول نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ سونا کس کام کا ہے، اسکی قدر کیا ہے؟ مجھے کیمیا کی جستجو ہے جو اس سونے کی اصل ہے۔ ایسا حرماں نصیب سونے سے بھی محروم رہتا ہے اور کیمیا تک بھی رسائی نہیں پا سکتا۔ وہ کنگال بھوکا اور مفلس رہتا ہے۔ صرف اس بات پر شاداں و فرحاں رہتا ہے میں نے اپنے آپ سے کہا ہے کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے۔

انبیائے عظام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کے کشف کی مثال کیمیا کی طرح ہے اور علماء کے علم کی مثال سونے کی طرح ہے۔ یقیناً وہ شخص جو کیمیا رکھتا ہے وہ سونا رکھنے والے سے افضل ہے۔

علماء پر صرف اس صوفی کو فضیلت ہوگی جو اس مرتبہ پر فائز ہو کہ اسے علوم خود بخود (یعنی علم لدنی) حاصل ہو جائیں جنہیں علماء سعی پیہم کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ مگر یہ رتبہ بہت کمیاب ہے۔ انسان کو چاہئے کہ راہِ تصوف کی حقیقت اور صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی فضیلت پر ایمان رکھے۔ ان جھوٹے اور جاہل پیروں کی وجہ سے اپنا عقیدہ (تصوف کے متعلق) خراب نہ کرے۔ جو شخص علم اور علمائے کرام رحمہم اللہ میں طعن کرتا ہے اس کی وجہ یہ

ہے کہ خود اندر سے خالی ہے۔" (کیمیائے سعادت، صفحہ 44، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "وہ ابلیسی مسخرے (جعلی پیر) کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں انہی میں ہیں وہ جھوٹے مدعیان فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں کی سدا سے ہوتی آئی ہے یہاں تک کہ بعض خبیثوں صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سنے گئے کہ عالم کون ہے سب پنڈت ہیں، عالم تو وہ جو انبیائے بنی اسرائیل کے سے معجزے دکھائے۔ وہ دہریے بے علیحدہ فقیر وولی بننے والے کہ کہتے ہیں شریعت راستہ ہے ہم تو پہنچ گئے، ہمیں راستے سے کیا کام، ان خبیثوں کا رد ہمارے رسالے "مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء" میں ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 511، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "شریعت وطریقت دو متبائن نہیں ہیں، بے اتباع شرع وصول الی اللہ ناممکن، کوئی کیسے ہی مرتبہ عالیہ تک پہنچے جب تک عقل باقی ہے احکام الٰہیہ اس پر سے ساقط نہیں ہو سکتے، جھوٹے متصوف کہ مخالف شرع میں اپنا کمال سمجھتے ہیں سب گمراہ مسخرگان شیطان ہیں۔ وحدت وجود حق ہے اور حلول واتحاد کہ آجکل کے بعض متصوفہ (بناوٹی صوفی) بکتے ہیں صریح کفر ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 616، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ مفتی امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو سبکدوش نہیں ہو سکتا بعض جہال جو یہ بک دیتے ہیں کہ شریعت راستہ ہے راستہ کی حاجت ان کو ہے جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں ہم تو پہنچ گئے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا" صدقوا لقد وصلوا ولکن الی این الی النار" (وہ سچ کہتے ہیں بے شک پہنچے مگر کہاں؟ جہنم کو) البتہ

اگر مجذوبیت سے عقل تکلیفی زائل ہو گئی ہو جیسے غشی والا تو اس سے قلم شریعت اٹھ جائے گا مگر یہ بھی سمجھ لو جو اس قسم کا ہو گا اس کی ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔"

(بہار شریعت، حصہ 1، جلد 1، صفحہ 78، مکتبہ رضویہ، کراچی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کوئی فاسق وفاجر بے نماز بے روز بھنگی چرسی ولی نہیں یہ فائدہ ﴿وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ سے حاصل ہوا۔ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جب ہر وقت سورج کی دھوپ، ہوا، غذا کی ہر پیر فقیر کو ضرورت ہے تو شریعت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی ہر وقت ضرورت ہے بعض شیاطین کا یہ حال ہے۔ شعر

کار شیطان فی کند نامش ولی
گر ولی انیست لعنت بر ولی

بلکہ ہم مرنے کے بعد سورج وغیرہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں حضور انور کے محتاج وہاں بھی رہتے ہیں۔ جو کہے میں خدا تک پہنچ گیا اب مجھے شریعت کی ضرورت نہیں اسے چاہئے کہ وہ کھانے یا دھوپ ہوا بھی استعمال نہ کرے پھر جی کر دکھائے۔"

(تفسیر نعیمی، جلد 11، صفحہ 399، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آج کل کے مکار فقیر کہا کرتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور فقیری کا راستہ اور ہے ایسا کہنے والے فقیر خواہ کتنا ہی شعبدہ دکھائیں مگر ان کے بارے میں یہی عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ یہ گمراہ اور جھوٹے ہیں اور یاد رکھو کہ ایسے فقیروں سے مرید ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور وہ جو کچھ تعجب خیز چیزیں دکھلا رہے ہیں وہ ہرگز ہرگز کرامت نہیں بلکہ جادو یا نظر بندی کا عمل یا شیطان کا دھوکہ ہے۔"

(جنتی زیور، صفحہ 462، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی تفسیر نعیمی میں لکھتے ہیں: ''جو شخص ذرہ بھر شریعت کی مخالفت کرے وہ مردود ہے اگرچہ بڑا پیرو مرشد بنا پھرے۔ ایسا شخص مجہول کا جو بھی مرید بنے گا وہ بندہ ابلیس ہوگا۔ جب طالب حق اپنے آپ کو شریعت کی باریک تاروں میں جکڑ لیتا ہے تب مولیٰ تعالیٰ خود اس کو پکڑ کر کوچہ معرفت میں لے جاتا ہے۔ اگر اٹھا کر لے جائے تو عارف مجذوب بنتا ہے اگر چلا کر لے جائے تو راہ عشق کا سالک بنتا ہے۔''

(تفسیر نعیمی، جلد 12، صفحہ 442، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

علامہ فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے میں فرماتے ہیں

''شریعت کا مخالف کبھی ولی اللہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ولی الشیطان ہے اس سے جو خرق عادت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے وہ من جانب الشیطان ہے۔ اس بارے میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ '' فاسق و فاجر کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہونا اس کا نام استدراج ہے۔'' آج کل ہمارے لوگ اس فرق کو نہ سمجھ کر جس سے بھی کوئی خرق عادت امر ظاہر ہو یہاں تک کہ تعویذ، جھاڑ پھونک سے فائدہ پاتے ہیں تو اسے ولی اللہ سمجھنے لگ جاتے ہیں اور وہ دعویدار اس طرح سے عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتا ہے۔ یہ سچے اور صحیح مشائخ وعلماء کا فرض ہے کہ عوام کو بتائیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شریعت کا پابند ہو۔ خلاف شرع ہو کر جو پیری مریدی کا دھندا کرتا ہے وہ پیر نہیں لٹیرا ہے اس سے دور رہنا فرض ہے ورنہ قیامت میں پچھتاؤ گے۔''

(جدید مسائل کے شرعی احکام، صفحہ 60، بزم اویسیہ رضویہ، کراچی)

فصلِ دوم: جعلی پیر کی پہچان

بے نمازی ہونا

ہر مسلمان پر نماز فرض ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ﴾ ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ (سورۃ البقرۃ، سورت 2، آیت 43)

نماز چھوڑنے کی وعید کے بارے میں قرآن مجید میں ہے ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں ''غی'' کا جنگل پائیں گے۔

(سورۃ مریم، سورت 19، آیت 59)

موجودہ دور کے جعلی پیروں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ نماز کی پابندی نہیں کرتے اور حیلے بہانے کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ اتنے صوفی رحمہم اللہ دنیا سے گزرے ہیں وہ نہ صرف فرائض نماز بلکہ نوافل کا بھی اہتمام کرتے رہے۔

داڑھی منڈے ہونا

ایسے بھی جعلی پیر ہیں جو یا تو بالکل داڑھی نہیں رکھتے یا ایک مٹھی سے کم رکھتے ہیں جو کہ حرام ہے۔ داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں " عشر من الفطرة قص الشارب واعفا اللحية، رواه مسلم "یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں

ان میں سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا ہے، اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (پارہ 28، سورۃ الحشر، آیت 7)

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی رکھنے اور کٹوانے سے منع فرمایا چنانچہ بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفروا اللحیۃ" یعنی مشرکوں کا خلاف کرو۔ مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں کثیر و وافر رکھو۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار، جلد 7، صفحہ 160، دار طوق النجاۃ، مصر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے "جزوا الشوارب و ارخوا اللحی، خالفوا المجوس" یعنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو اور آتش پرستوں کا خلاف کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، جلد 1، صفحہ 222، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: "اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

(پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 119)

داڑھی منڈوانا خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت میں تبدیلی کرنا اور اس قرآن کی آیت کے تحت جو ایسا تغیر کرے وہ شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے "فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء او الوشم او تغیر الشیب بالسواد و التخنث ملخصا" یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کریں گے یعنی خصی کرنے، بدن گدوانے سفید بالوں کو سیاہ کرنے اور زنانہ اوصاف کو اپنانے میں۔

(تفسیر مدارک التنزیل (نسفی)، جلد 1، صفحہ 397، دار الکلم الطیب، بیروت)

داڑھی منڈے یا ایک مشت سے کم داڑھی والے پیر سے بیعت ناجائز ہے۔ موجودہ دور میں بعض لوگوں کو خصوصاً جن کی خود داڑھی نہیں ہوتی انہیں یہ بات ہضم نہیں ہوتی اور فوراً کہیں گے دین میں سختی نہیں۔ کبھی کسی شخصیت کو لائیں گے کبھی عرب لوگوں کو دلیل کے طور پر لا کر کہیں گے دیکھو جی وہ بھی تو داڑھی نہیں رکھتے اس لئے داڑھی نہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہیں۔ یہ سب دلیلیں باطل ہیں ہمیں عربوں کی پیروی نہیں کرنی عرب و عجم کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنی ہے۔

زنانہ وضع قطع

موجودہ دور کے متصوف زنانہ وضع قطع بھی رکھتے ہیں یعنی لمبے لمبے بال رکھنا، عورتوں جیسے کپڑے پہننا وغیرہ۔ عورتوں کو مردوں والا اور مردوں کو عورتوں والا لباس پہننا حرام و ناجائز ہے چنانچہ حدیث مبارک میں ہے "عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء و المتشبھات من النساء بالرجال" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کریں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب: المتشبھون بالنساء، والمتشبھات بالرجال، جلد 7، صفحہ 159، دار طوق النجاۃ، مصر)

بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "لعن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر اور فرمایا انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب إخراج المتشبهين بالنساء من البيوت، جلد 7، صفحہ 159، دار طوق النجاۃ، مصر)

مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ یوں تحقیق فرماتے ہیں: "آپ کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک دوسری روایت میں کانوں تک اور ایک تیسری روایت کے بموجب کانوں کی لو تک تھی ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں ان سب روایتوں میں مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہوجاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر بال ترشوانے سے پہلے اور بعد ان میں اختصار طول ہوتا رہتا تھا۔ مواہب لدنیہ میں اور اس کے موافق "مجمع البحار" میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کے ترشوانے میں طویل وقفہ ہوجاتا تو بال لمبے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہوجاتے تھے اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بالوں کو ترشواتے تھے مونڈواتے نہ تھے۔"

(مدارج النبوۃ، جلد 1، صفحہ 27، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

انگوٹھیاں پہننا

کئی جعلی پیر ہاتھوں میں کئی قسم کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ مرد کے لئے چاندی کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کے علاوہ سونے، تانبے، پیتل اور

چاندی کی زائد انگوٹھیاں پہننا حرام ہے۔ نسائی شریف کی حدیث پاک ہے "أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من حديد فقال ما لي أرى عليك حلية أهل النار فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من شبه فقال ما لي أجد منك ريح الأصنام فطرحه قال يا رسول الله من أي شيء أتخذه قال من ورق ولا تتمه مثقالا" ترجمہ: ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیتل کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوا فرمایا کیا بات ہے کہ تم سے بت کی بو آتی ہے انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر دوسرے دن لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوا فرمایا کیا بات ہے کہ تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھتا ہوں انہوں نے اس کو بھی اتار دیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس چیز کی انگوٹھی بناؤں فرمایا کہ چاندی کی اور اس کو ایک مثقال (ساڑھے چار ماشے) پورا نہ کرنا۔

(نسائی شریف، کتاب الزینۃ، مقدار ما یجعل فی الخاتم من الفضۃ، جلد 8، صفحہ 172، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، حلب)

چرس و بھنگ وغیرہ پینا

جعلی پیر نشیلی اشیاء کا خوب استعمال کرتے ہیں میلوں اور عرسوں میں خوب چرس و بھنگ اور شراب پی کر ناچ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

(سورۃ المائدہ، سورت 5، آیت 90)

ہر وہ چیز جو نشہ دے شریعت اسلام میں حرام ہے چنانچہ مسلم و مشکوۃ شریف کی

حدیث ہے "عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کل مسکر خمر و کل مسکر حرام و من شرب الخمر فی الدنیا فمات وھو یدمنھا لم یتب لم یشربھا فی الاخرۃ" یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے کہ ہر نشہ دینے والی چیز شراب ہے اور ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے اور جس نے دنیا میں شراب پی اور اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اس کے ہاتھ میں تھی اور اس نے توبہ بھی نہیں کی تو وہ آخرت کی شرابِ طہور کو نہیں پیئے گا۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربھا، جلد 2، صفحہ 1080، المکتب الإسلامی بیروت)

سگریٹ، حقہ، گٹکا کا استعمال جائز ہے لیکن اگر کسی کی ان کے استعمال سے بھی عقل سلامت نہیں رہتی اُس کے لئے یہ جائز چیز بھی ناجائز ہے۔

لاٹری کے نمبر بتانا

آجکل کئی لوگ پیر اسے مانتے ہیں جو لاٹری کے نمبر بتائے اور کئی پیروں نے یہ پیشہ بنا رکھا ہے کہ لوگوں کو لاٹری کے نمبر انکل پچو سے بتا کر حرام کام کروانے میں معاون ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

(پارہ 6، سورۃ المائدہ، آیت 2)

لاٹری کھیلنا ایک حرام فعل ہے اور سچا ولی ایسے فعل سے منع کرے گا نہ کہ انہیں نمبر بتا کر کھیلنے کی ترغیب دے گا۔ دوسرا یہ کہ کونسا نمبر نکلے گا یہ ایک غیبی خبر ہے اور غیب کی خبریں پوچھنا حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی کاہن کے پاس جائے "فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم"

ترجمہ: بے شک اس سے انکار کیا جو کچھ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر اتارا گیا۔

(جامع الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ما جاء فی کراہیۃ إتیان الحائض، جلد 1، صفحہ 242، مصطفی البابی الحلبی مصر)

مسلمانوں کو چاہئے کہ اس قسم کے لوگوں سے غیبی خبریں نہ پوچھیں کہ یہ گناہ ہے اور اگر ان باتوں پر یقین قائم کر لیا جائے تو کفر ہے۔ باقی کوئی یہ کہے کہ بعض دفعہ جو یہ نمبر بتاتے ہیں وہ نکل آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب تکہ ہوتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو وہ کہتے ہیں وہ نہیں نکلتا۔ اور نہ ہی یہ افعال طریقت کے ہیں بلکہ ایسا تو کسی کافر سے بھی ہوسکتا ہے۔ سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء میں فرماتے ہیں: "طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اُسی نارِ جحیم وعذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 524، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورتوں کو دیکھنا، چھونا

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالی مردوں کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت 30)

اور عورتوں کے لئے فرماتا ہے ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت 31)

موجودہ دور کے جعلی پیروں نے طریقت کو بدنام کر رکھا ہے آئے دن اخبارات

میں ان جعلی پیروں کے عورتوں کے ساتھ ہونے والے غیر شرعی واقعات چھپے ہوتے ہیں۔
یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے کی عورتیں جہاں بدقسمتی سے غیر محرموں سے پردہ نہیں کرتیں وہاں وہ ان جعلی پیروں اور عاملوں کے سامنے بھی بے پردہ آتی ہیں۔ عورت کے لئے غیر محرم استاد اور پیر سے پردہ کرنا لازم ہے۔ کئی جعلی پیر اپنے آس پاس عورتوں کو بٹھائے رکھتے ہیں اور انکے علاج کے بہانے اسے دیکھنا چھونا عام وتیرہ ہے۔ بعض عورتیں بطور تعظیم ہاتھ چومتی ہیں یہ سب حرام کام ہے کیونکہ غیر محرم کو دیکھنا چھونا حرام ہے۔ حدیث مبارکہ میں شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگانے، دیکھنے اور باتیں کرنے کو اور اسی کے متعلق متعدد کاموں کو زنا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے " ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم قال :العینان زناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناھا البطش والرجل زناھا الخطی والقلب یھوی و یتمنی ویصدق ذلک الفرج و یکذبہ " ترجمہ: آنکھوں کا زنا دیکھنا، کانوں کا زنا سننا، زبان کا زنا بات کرنا، ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے اور نفس کا زنا تمنا کرنا اور خواہش کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی یا اس کو جھٹلاتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا وغیرہ، جلد 4، صفحہ 2047، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

اسی حدیث کی شرح میں شارحِ مسلم شیخ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "لوگوں میں بعض وہ ہیں جو حقیقی زنا میں مبتلا ہیں اور حقیقی زنا یہ ہے کہ شرمگاہ کو حرام شرمگاہ میں داخل کرنا۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو مجازی زنا میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کی صورتیں مختلف ہیں مثلاً جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں اس کو دیکھنا، اسی طرح زنا اور اس کے حصول والی بات کو سننا، یا کسی [illegible] سے چھونا، یا اس

کا بوسہ لینا، یا زنا کی طرف چل کر جانا، اجنبیہ کو دیکھنا، چھونا اور اس سے ناجائز باتیں کرنا اور اسی طرح برائی کے متعلق دل میں سوچتے رہنا وغیرہ یہ تمام اقسام مجازی زنا کی ہیں۔"

(شرح مسلم شریف، جلد 16، صفحہ 206، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

اگر کوئی پیر غیر محرم عورتوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر بیعت کرواتا ہے وہ بھی جعلی پیر ہے کہ یہ جائز نہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کو زبانی بیعت فرماتے تھے جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں" واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ید امراۃ قط غیر انہ یبایعھن بالکلام قالت عائشۃ واللہ ما أخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی النساء قط الا بما امرہ اللہ تعالیٰ و ما مست کف رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کف امراۃ قط و کان یقول لھن اذا اخذ علیھن قد بایعتکن کلاما" ترجمہ: اللہ عزوجل کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں سے زبانی بیعت فرمالیتے اور اللہ عزوجل کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں سے صرف انہیں احکام پر بیعت لیتے جن احکام کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کی ہتھیلی کو نہیں چھوا اور عورتوں سے جب بیعت لیتے تو فرمایا کرتے بیشک زبانی ہی تمہاری بیعت ہو چکی۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کیفیۃ بیعۃ النساء، جلد 3، صفحہ 1489، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

قرآن وحدیث سے واضح ہوا کہ عورت پر ظاہر و باطن کا پردہ کرنا لازم ہے لہٰذا عورت اگر اپنے پیر یا کسی عامل باعمل کے پاس علاج کے لئے جائے تو باپردہ ہو کر جائے۔

العارفین سیدنا شاہ حمزہ عینی واسطی قدس سرہ کی کتاب فصل الکلمات شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''ایک شیخ نے اس جہان سے انتقال فرمایا اور کسی کو خلیفہ نہ بنایا۔ قوم اور قبیلہ نے اس کے کسی وارث یا مرید کو خلیفہ تجویز کیا تو یہ خلافت مشائخ کے نزدیک، جائز نہیں۔ خلافت کی اس قسم کو خلافتِ افترائی کہتے ہیں۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد 16 صفحہ 593 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کئی ایسے ولی کامل تھے جن کا کوئی مرید نہ تھا لہٰذا ان کا سلسلہ آگے نہ چل سکا جن میں سلسلہ مداریہ ہے لہٰذا اگر کوئی پیر اپنے آپ کو اس قسم کے سلسلہ کا سجادہ نشین ظاہر کرے تو اسکی بیعت کرنا جائز نہیں۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سلسلہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: سلسلہ مداریہ سے بیعت ہونا جائز نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہے جیسا کہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے سبع سنابل شریف کے دوسرے سنبلہ میں تحریر فرمایا ہے اور سبع سنابل شریف وہ کتاب ہے جو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے جیسا کہ شاہ کلیم اللہ چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بسترِ خواب پر عالم واقعہ میں دیکھا۔ (فتاوٰی فقہ ملت، جلد 2، صفحہ 412 شبیر برادرز، لاہور)

مؤکلات کا تصور

موجودہ دور میں کئی جعلی صوفیا اور عاملین لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مؤکلات (جن) ہیں اور لوگوں میں جس کی چوری، ڈکیتی جیسے امور ہو جائیں تو اس کے حل کے لئے ان جیسوں کے پاس جاتے ہیں یہ انکل سے کہہ دیتے ہیں کہ چور کا نام فلاں حرف مثلاً ''ن'' سے شروع ہوتا ہے، اب اگر نون سے اس کے کسی رشتہ دار کا نام (کذا) ہو تو رشتہ دار پر الزام و بہتان اور لڑائی جھگڑا کے سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن سے یہ

یہ کہنا گمراہی ہے کہ پردہ دل کا ہوتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمۃ الزہری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بڑھ کر کس کا دل پاک وصاف ہے جب وہ ظاہری پردہ کیا کرتی تھیں تو کسی اور کی کیا وقعت ہے۔ بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شرم وحیا کا یہ عالم ہے کہ کل قیامت والے دن جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پل صراط سے گزرنے لگیں گی تو لوگوں کو اپنی نگاہیں جھکا دینے کا حکم ہوگا۔

بے سلسلہ ہونا

کئی پیر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکا کوئی سلسلہ طریقت ہوتا نہیں بس خود بخود پیر بن کر یا باپ دادا کی گدی پر بغیر خلافت ملے آگے پیری مریدی شروع کر دیتے ہیں حالانکہ پیر کی شرائط میں سے ہے کہ وہ کسی کا مرید ہو وہ کسی اور کا اور یہ سلسلہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ملتا ہو۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعہ سے اتصال ناممکن۔ بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں، یا سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا اس میں فیض نہ رکھا گیا لوگ براہ ہوس اس میں اذن وخلافت دیتے چلے آتے ہیں، یا سلسلہ فی نفسہ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابل بیعت نہ تھا اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد 21، صفحہ 506، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں: ''حضرت اسد

بات ثابت ہے کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے بیت المقدس کو تعمیر کروا رہے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آ گیا ،نبی کی یہ شان ہوتی ہے کہ ملک الموت علیہ السلام روح مبارک نکالنے سے پہلے ان سے اجازت لیتے ہیں۔آپ علیہ السلام نے دعا کی کہ مولیٰ مسجد کی تکمیل باقی ہے تب آپ کو حکم ہوا کہ نماز کی نیت باندھ لیں چنانچہ اسی حال میں روح شریف قبض کر لی گئی اور جنات یہی سمجھتے رہے کہ آپ سب زندہ ہیں اور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔قرآن پاک میں ہے ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آیا جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

(سورۃ السبا، سورت 34، آیت 14)

تفسیر طبری میں ہے "فی قراءۃ ابن مسعود فمكثوا يدأبون له من بعد موته حولا كاملا فأيقن الناس عند ذلك أن الجن كانوا يكذبونهم، ولو أنهم علموا الغيب لعلموا بموت سليمان ولم يلبثوا فی العذاب سنة يعملون له" ترجمہ: قرأت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ شیاطین جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے بعد ایک سال تک کام کرتے رہے پھر بعد میں لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جنات کا دعویٰ علم غیب کرنا جھوٹ ہے کہ اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کو جان لیتے اور ایک سال تک اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتے۔

(جامع البیان فی تاویل القرآن، صفحہ 479، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

قرآن سے ثابت ہو گیا کہ جن یہ نہیں بتا سکتا ہے کہ چوری کس نے کی، کالا علم کس نے کیا، کل کیا ہوگا وغیرہ۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں "اگر غیب کی بات انسے دریافت کرنی ہو جیسے بہت لوگ حاضرات کر کے مؤکل جن سے پوچھتے ہیں فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا فلاں کام کا انجام کیا ہوگا یہ حرام ہے اور کہانت کا شعبہ بلکہ اس سے بدتر۔زمانہ کہانت میں جن آسمانوں تک جاتے اور ملائکہ کی باتیں سنا کرتے انکو جو احکام پہنچے ہوتے اور آپس میں تذکرہ کرتے یہ چوری سے سن آتے اور بیچ میں دل سے جھوٹ ملا کر کاہنوں سے کہہ دیتے جتنی بات سچی تھی واقع ہوتی زمانہ اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا دروازہ بند ہو گیا آسمانوں پر پہرے بیٹھ گئے اب جن کی طاقت نہیں کہ سننے جائیں جو جاتا ہے ملائکہ اس پر شہاب مارتے ہیں جسکا بیان سورۂ جن شریف میں ہے۔ تو اب جن غیب سے نرے جاہل ہیں انسے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور انکی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر مسند احمد و سنن اربعہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے "من اتی کاهنا فصدقه بما يقول او اتی امرأة حائضا او اتی امرأة فی دبرها فقد بری مما انزل علی محمد صلی الله عليه وسلم "یعنی جو کسی کاہن کے پاس جائے اور اسکی بات سچی سمجھے یا حالت حیض میں عورت سے قربت کرے یا عورت کی دُبر سے دخول کرے وہ بیزار ہوا اس چیز سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔مسند احمد و صحیح مسلم میں ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اتی عرافا فساله عن شئی لم تقبل له صلاة اربعين ليلة" جو کسی غیب گو کے پاس جا کر اس سے غیب کی کوئی بات پوچھے چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہو۔مسند احمد و صحیح مستدرک میں بسند صحیح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من اتی عرافا او کاھنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد صلی الله علیه وسلم" یعنی جو کسی غیب گو یا کاہن کے پاس جائے اور اسکی بات کو سچ اعتقاد کرے وہ کافر ہوا اس چیز سے جو اتاری گئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ معجم کبیر طبرانی میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اتی کاھنا فساله عن شئی حجبت عنه التوبة اربعین لیلة فان صدقه بما قال کفر" یعنی جو کسی کاہن کے پاس جا کر اس سے کچھ پوچھے اسے چالیس دن توبہ نصیب نہ ہو اور اگر اسکی بات پر یقین رکھے تو کافر ہو۔

سوال بر بنائے ظن بھی ہو سکتا ہے اور کسی کی نسبت ظنی طور پر غیب جاننے کا اعتقاد کفر نہیں ہاں غیب کا علم یقینی بے وساطت رسول کسی کو ملنے کا اعتقاد کفر ہے۔ قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ ترجمہ: اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ "یکفر بقوله انا اعلم المسروقات او انا اخبر باخبار الجن ایای" یعنی جو کہے میں گی ہوئی چیزوں کو جان لیتا ہوں یا جن کے بتانے سے بتا دیتا ہوں وہ کافر ہے۔

(فتاوی افریقہ، صفحہ 177، نوری کتب خانہ، لاہور)

دوسرا یہ کہ مؤکلات کو قید کرنا ہر کسی کا کام نہیں جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور اگر مؤکلات ہوں بھی تو اس کا نقصان ہے کہ بندے میں تکبر پیدا ہوتا اور کئی حرام کا ارتکاب ہوتا ہے مثلاً کسی کو جن کی مدد سے جانی و مالی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: "حضرت سیدنا شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کم از کم وہ نقصان کہ صحبتِ جن سے ہوتا ہے یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے۔" مزید امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "

جن کو تابع کر کے اس کے ذریعہ سے لوگوں کے مال معصوم منگوائے جائیں تو اشد سخت حرام کبیرہ ہے اور اگر سفلیات سے ہو تو قریب بکفر اور علویات سے ہو تو خود یہ شخص مارا جائے گا یا کم از کم پاگل ہو جائے یا سخت سخت امراض و بلایا میں گرفتار ہو اعمال علویہ کو ذریعہ حرام بنانا ہمیشہ ایسے ثمرے لاتا ہے اور اس کے حرام قطعی ہونے میں کیا شبہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 218، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بعض لوگوں کو جب سمجھایا جاتا ہے کہ ان جعلی صوفیوں سے بچو تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں صوفی کے پاس واقعی مؤکلات ہیں ہمیں فلاں واقعہ پیش آیا اور اس نے حل کر دیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سب دھوکہ فریب ہوتا ہے اور بالفرض کسی سے کبھی کبھار اس طرح کا امر واقع ہو جائے یہ یہ ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں بلکہ شیطانی چال ہے اور اس طرح کے واقعات تو کافروں سے بھی ہو سکتے ہیں۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "روح کی بہت قسمیں ہیں سبع سنابل شریف میں ہے کہ تین صاحب جا رہے تھے دور سے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے حواری حاضر ہیں ایک فاحشہ ناچ رہی ہے شمع روشن ہے یہ صاحب تیر اندازی کے بہت ماہر تھے آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس میں فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہئے کیا تدبیر کی جائے؟ ایک نے کہا کہ راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے دوسرے نے کہا کہ اس ناچنے والی عورت کو قتل کرو۔ تیسرے صاحب نے کہا اسے بھی قتل نہ کرو کہ خود نہیں آئی راجہ کے حکم سے آئی ہے اپنی غرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے اس شمع کو گل کر دو یہ رائے پسند ہوئی انہوں نے تاک کر شمع کی لو پر تیر مارا شمع گل ہوئی اب نہ وہ راجہ رہا نہ فاحشہ نہ مجمع نہایت تعجب ہوا بقیہ رات وہیں گزاری جب صبح ہوئی دیکھا تو ایک الو مرا پڑا ہے اور اس کی چونچ میں وہی تیر لگا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی الو کی روح کر رہی تھی۔ (پھر فرمایا) نمرود کے دروازے پر ایک درخت تھا

جس کا سایہ بالکل نہ تھا جب ایک شخص اس کے نیچے آتا اس کے لائق سایہ ہو جاتا دوسرا آتا تو دو کے لائق ہو جاتا غرض ایک لاکھ تک آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا اب دھوپ میں۔ اسی کا ایک حوض تھا صبح کو لوگ آتے کوئی اس میں پیالہ بھر کر دودھ ڈالتا کوئی شربت کوئی شہد جس کو جو پسند آتا یہاں تک وہ بھر جاتا اور سب چیزیں بکس ہو جاتیں۔ اب جس کو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا جو شے جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے جام میں آجاتی یہ کافر اور وہ بھی کیسے بڑے کافر کا استدراج تھا۔ اس واسطے اولیائے کرام فرماتے ہیں کشف وکرامت نہ دیکھ استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے۔ حضرت خواجہ بہار الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیائے سے کراماتیں ظاہر ہوتی ہیں حضور سے بھی اگر کوئی کرامت دیکھیں۔ فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 4، صفحہ 380، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

امام المحقق علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ جامع کرامات اولیاء میں فرماتے ہیں: "یہ خیال رہے اگر کوئی کسی مراد تک پہنچ جائے اور اللہ کریم اس کا مقصد پورا فرمادے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ آدمی اللہ عزوجل کے ہاں وجیہ اور مقرب ہے خواہ اس کی مراد مطابق عادت ہو یا مطابق عادت نہ ہو بلکہ خارق عادت ہو کیونکہ اللہ کریم کا یہ عطیہ کبھی تو بندے کی عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی یہ عطیہ استدراج کے طور پر ہوتا ہو جاتا ہے۔ استدارج کو قرآن پاک نے کئی ناموں سے ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ: قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ

لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔ استدراج کا معنیٰ یہ ہے کہ بندے کو دنیا میں اللہ تعالیٰ ہر وہ چیز عطا فرمادے جو اس بندے کی کجروی، گمراہی اور جہالت میں اضافہ کا سبب بن جائے۔ یہ اشیاء اس لئے اللہ عزوجل سے دوری بڑھاتی چلی جاتی ہیں کہ علوم عقلیہ میں تحقیقاً یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اگر کام کو بار بار دہرایا جائے تو ایک راسخ ملکہ اس کام کے کرنے پر پیدا ہو جاتا ہے۔"

(جامع کرامات اولیاء، جلد 1، صفحہ 112، ضیاء القرآن، لاہور)

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عقلی علوم کے ساتھ جب تجربہ کیا جائے تو اس پر ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس کی بنا پر جعلی صوفی اس طرح کی نظر بندی کر کے لوگوں سے پیسے بٹورتے ہیں اور کبھی کبھی یہ انکل فٹ بھی ہو جاتی ہے جس سے دوسرا اس جعلی صوفی کا معتقد بن جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے پڑھے لکھے لوگ خاص طور پر عورتیں اسٹارز پر بہت یقین رکھتے ہیں کیونکہ بعض اوقات جیسا انکے اسٹار کے بارے میں کہا گیا ہوتا ہے تکے سے ویسا ہو جاتا ہے۔ اسٹارز کی حقیقت اور شرعی حکم بیان کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب شرح مسلم میں لکھتے ہیں: علم ہیئت کے ماہرین اور قدیم یونانی فلسفیوں کا اسٹارز کی حقیقت کے بارے میں قول ہے کہ سات آسمانوں میں سے ہر آسمان پر ایک ستارہ گردش کر رہا ہے جسے وہ کوکب سیارہ کہتے ہیں آٹھویں آسمان پر حرکت نہ کرنے والے ستارے ہیں اس پر سیاروں کے اجتماع سے مختلف شکلیں بنتی ہیں جو نویں آسمان پر منعکس ہوتی ہیں انہیں یہ لوگ برج کا نام دیتے ہیں یہ برج بارہ ہیں۔ اہل نجوم کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں پہنچ جائے تو بارش ہوتی ہے یا قحط پڑتا ہے یا طوفان آتے ہیں وغیرہ اسی طرح یہ لوگ انسان کا نام اور تاریخ پیدائش سے سیارہ نکالتے ہیں پھر کہتے ہیں اس کی پیدائش کے وقت یہ سیارہ فلاں برج میں تھا اور

اس کی تاثیر سے یہ سعادت مند ہے یا منحوس ہے پھر اس کی زندگی کے واقعات کو اس
ستارے سے جوڑتے ہیں کہ مثلا جب وہ فلاں برج پر پہنچے گا تو اس سفر میں، تجارت میں یا
کسی اور مقصد میں کامیابی ہوگی یا ناکامی۔ اخبارات میں کالم شائع ہوتے ہیں کہ آپ کا
ہفتہ کیسا رہے گا یہ سب اٹکل پچو باتیں ہیں ظن وتخمین کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اسلام
میں ایسے باطل نظریات کی قطعاً گنجائش نہیں ہے نظام کائنات کی مکمل باگ دوڑ اللہ تعالیٰ
کے دست قدرت میں ہے وہی مالک ومختار ہے اس کی مشیت کے بغیر ایک پتہ نہیں ہلتا اور
جو ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں یعنی یقین رکھتے ہیں ان پر حکم کفر ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث مبارک میں ہے۔ زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما
بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز
پڑھائی اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا نماز سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تم جانتے ہو تمہارے رب عزوجل نے کیا
فرمایا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے
بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر ہوئی اور بعض کی کفر پر ہوئی جس شخص نے یہ کہا کہ ہم پر
خدا عزوجل کے فضل وکرم سے بارش ہوئی اس نے مجھ پر ایمان رکھا اور ستاروں کا کفر کیا اور
جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی اس نے میرا انکار کیا اور
ستاروں پر ایمان رکھا۔

بزرگوں کی سواری کا تصور

ایک نظریہ ہمارے معاشرے میں جعلی پیروں نے بزرگوں کی سواری کا پیدا کر رکھا

ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ کسی مرد یا عورت پر کسی بزرگ کی سواری اس طرح آتی ہے کہ وہ
مرد یا عورت کی آواز بدل جاتی ہے پھر اس سے جو بھی بات غیب کے متعلق پوچھی جائے وہ
بتادیتے ہیں۔ یہ نظریہ باطل ہے کہ وہ بزرگ جس نے ساری زندگی اپنی نگاہوں اور جسم کی
حفاظت کی دنیا سے پردہ کرنے کے بعد وہ معاذ اللہ غیر محرم عورتوں پر سواری کی صورت میں
آئے۔ حقیقت میں یہ سارا شیطانی جنات کا کھیل ہوتا ہے جس سے وہ لوگوں میں پھوٹ
ڈالتے ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں: ''کہ کسی مرد یا عورت پر کسی بزرگ کی سواری نہیں آتی یہ دعوی فریب ہے۔
صرف جنات کا اثر ہوتا ہے وہ بھی کسی کسی پر مگر ان جنات سے سوال کرنا یا آئندہ کا حال
معلوم کرنا ناجائز ہے۔''

(وقار الفتاوی، جلد 1، صفحہ 177 بزم وقار الدین گلستان مصطفی، کراچی)

شعبدہ بازی کرنا

آجکل جعلی پیروں نے اپنی دکانداری چلانے کے لئے شعبدہ بازی کرتے ہیں
تاکہ لوگ اسے کرامت سمجھ کر ان کو نذرانے دیتے رہیں۔ جیسا کہ حضور داتا صاحب رحمۃ
اللہ علیہ کے سامنے راجو نے کرتب جادو کے دکھائے تھے اسی قسم کے کرتب جعلی پیر سیکھ کر
لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ شریعت پر عمل کے بغیر طریقت پر عمل کا مدعی ہونا باطل ہے حجۃ
الاسلام حضرت امام غزالی علیہ رحمۃ الوالی اپنی شہرہ آفاق کتاب مکاشفۃ القلوب میں فرماتے
ہیں "وقال بعضهم لو رأيت شبحا يطير في الهواء أو يمشي على البحر أو يأكل
النار أو غير ذلك وهو يترك فرضا من فرائض الله تعالى أو سنة من السنن عامدا
فاعلم أنه كذاب في دعواه وليس فعله كرامة بل هو استدراج نعوذ بالله منه"

ترجمہ: بعض اہل علم نے فرمایا اگر تو کسی پیر کو ہوا میں اڑتا، پانی پر چلتا اور آگ وغیرہ کھاتا دیکھے لیکن وہ اللہ کے کسی فرض اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی سنت کا تارک ہو تو وہ جھوٹا ہے اسکی کوئی کرامت شعبدہ بازی اور اس کا دعویٰ محبت جھوٹ ہے۔ ہم اللہ عزوجل کی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

(مکاشفۃ القلوب، صفحہ 48، دار المعرفۃ، بیروت)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جعلی پیروں کی شعبدہ بازیوں کے بارے میں فرماتے ہیں: "وہ ولی نہیں بلکہ ابلیس کی ذریت (اولاد) ہیں ان کے عجائبات کرامت نہیں استدراج ہیں۔ دجال بڑی عجیب باتیں دکھائے گا مگر ولی کیا مومن بھی نہ ہوگا۔ ولایت کے لئے کرامت کی شرط نہیں یہ تو ایک خاص درجہ قرب الٰہی عزوجل کا ہے جس قدر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی قوی تر اس قدر رب تعالیٰ سے قرب زیادہ۔"

(تفسیر نعیمی، جلد 11، صفحہ 400، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

آداب مرشد کامل میں ایک سچا واقعہ لکھا ہے: "میر پور خاص (سندھ) کے مقیم ایک شخص نے بتایا کہ میں ایک دن ریلوے اسٹیشن کے قریب سے گزر رہا تھا کہ ایک ادھیڑ عمر شخص نے مجھے اشارے سے اپنے قریب بلایا۔ میں سمجھا شاید یہ کوئی مسافر ہے اور راستہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے پر اسرار انداز میں میرا ہاتھ پکڑا اور میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے وہ بات کہی جسے صرف میں جانتا تھا یا میرے گھر والے۔ میں وہ بات سن کر چونکا تو وہ مسکرا کر کہنے لگا اور کیا جاننا چاہتا ہے؟ اللہ والے دل کی باتیں جان لیتے ہیں، جا تیری ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی، اللہ والے کی دعا ہے جا چلا جا تیرا ستارہ بہت جلد چمکنے والا ہے۔ یہ سن کر میں تو اس کا گرویدہ ہو گیا اور بے ساختہ اسکے ہاتھ چوم لئے اور کہنے لگا کہ آپ اللہ والے ہیں مجھ پر کرم فرما دیں۔ یہ سن کر اس

نے کچھ دیر کے لئے سر جھکا لیا اور پھر بولا "رقم دے تو میں دگنی کر دوں۔" میں نے فوراً 100 کا نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے وہ نوٹ ہاتھ میں لیا اور کچھ پڑھنے کے بعد اس پر دم کر کے میری ہتھیلی پر رکھا اور مٹھی بند کر دی۔ پھر کہا "مٹھی کھول۔۔۔۔" جیسے ہی میں نے مٹھی کھولی تو حیران رہ گیا کہ اس میں سو سو کے دو نوٹ موجود تھے۔

جب وہ شخص مڑ کر جانے لگا تو میں اسکے پیچھے لگ گیا کہ بابا آپ مزید کرم کریں اس پر اس نے ناراضگی والے انداز میں کہا کہ "تو لالچی ہو گیا ہے، دنیا مردار کی مانند ہے اسکے پیچھے مت پڑ نقصان اٹھائے گا۔" مگر میرا اصرار جاری رہا تو اس نے کہا کہ "اچھا 1000 کا نوٹ ہے تو نکال" میں نے فوراً جیب سے 1000 کا نوٹ نکالا اور اسکے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے حسب سابق دم کر کے نوٹ میری مٹھی میں دبا دیا۔ میں نے مٹھی کھولی تو حیرت انگیز طور پر میرے ہاتھ میں ہزار ہزار کے دو نوٹ تھے۔ میں نے سوچا کہ آج موقع ملا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ لہٰذا میں نے اس سے کہا آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں تاکہ میں آپ کی کچھ خدمت وغیرہ کروں۔ تو وہ کہنے لگا کہ "خدمت کیا کرے گا ہو تو نے گھر کی رقم اور زیورات دگنے کرانے ہیں۔" یہ سن کر میرے دل کی کلی کھل گئی۔ میں نے کہا بابا! آپ کرم فرمائیں۔ وہ کہنے لگا اللہ والے دنیا سے سروکار نہیں رکھتے، گھروں پر نہیں جاتے، جا گھر جا اور رقم و زیورات یہیں لے آ میں دگنا کر دوں گا مگر کسی کو بتانا مت ورنہ مجھے نہ پا سکے گا۔ میں الٹے قدم گھر پہنچا اور کم و بیش ڈیڑھ لاکھ نقد رقم اور گھر کے تمام سونے کے زیورات تھیلی میں ڈالے اور بھاگم بھاگ اس کے پاس جا پہنچا تو وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے تھیلی ہاتھ میں لے لی اور مجھے کہا آنکھیں بند کر لے، رقم زیادہ ہے لہٰذا پڑھائی بھی زیادہ کرنا ہوگی۔ تقریباً پانچ منٹ میں آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا

۔پھر اس نے کہا آنکھیں کھول میں نے زیورات اور رقم پر دم کر دیا ہے، جا سیدھا گھر جا مڑ کر نہ دیکھنا اور نہ راستے میں کسی سے بات کرنا گھر جا کر تھیلا کھولنا، تو دل اچھل کر حلق میں آ جائیگا۔ میں نے اسکے ہاتھ چومے اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہو گھر پہنچا۔ گھر پہنچ کر میں نے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ بند کیں دھڑکتے دل کے ساتھ جیسے ہی رقم اور گھر کے تمام زیورات نکالنے کے لئے تھیلا کھولا تو واقعی اس شخص کے کہنے کے مطابق نہ صرف میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا بلکہ سر بھی چکرا گیا کیونکہ تھیلی میں سے ڈیڑھ لاکھ رقم اور زیورات غائب تھے اور ان کی جگہ اخبار کی ردی بھری ہوئی تھی۔ میں بے ساختہ چیخنے لگا، ارے میں لٹ گیا، وہ مجھے دھوکہ دے گا، میری چیخ و پکار سن کر گھر کے تمام افراد جمع ہو گئے میں نے انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ ہم نے اس کی تلاش میں نہ صرف اسٹیشن بلکہ شہر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر اس چالباز کا پتہ نہ چل سکا۔"

(آداب مرشد کامل، صفحہ 212تا214، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مجذوب بننا

مجذوب کا معنی فیروز اللغات میں لکھا ہے: "خدا کی محبت میں غرق" ہے جبکہ اصطلاح شرع میں مجذوب سے مراد وہ شخص ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنی ذات کے لیے چن لیا اور اس پر اپنی ذات وصفات کے اسرار و رموز منکشف کر دیئے ایسا شخص تمام مقامات پر کامیاب اور بغیر کسی مشقت اور تھکاوٹ کے اس کو تمام مراتب حاصل ہو گئے ہوں۔ علامہ سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ مجذوب کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "المجذوب من اصطفاہ الحق لنفسہ واصطفاہ بحضرۃ انسہ واطلعہ بجناب قدسہ ففاز بجمیع المقامات والمراتب بلا کلفۃ المکاسب والمتاعب" ترجمہ

: مجذوب وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے اپنے لیے چن لیا ہو اور اپنی محبت کے لیے چن لیا ہو اور اس کو اپنی ذات کی معرفت عطا کی ہو یہ تمام مقامات اور مراتب پر کامیاب ہے بغیر کسی تھکاوٹ اور کسب کے۔

(التعریفات، صفحہ 142، مکتبہ دارالمنار)

صوفی پر مختلف مقام آتے جاتے رہتے ہیں تجلیات وارد ہوتی رہتی ہیں وہ صفاتی متوسط کے مقام پر پہنچ جاتا ہے پھر وہ جا کر مجذوب کامل بن جاتا ہے۔ یہ مجذوب واصل ہو کر مقام تعین پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام صفائی ختمی ہے اور اس مرتبہ پر فائز صوفی کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ چونکہ مجذوب حسن الوہیت میں گم ہو کر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اور ہر لمحہ مشاہدہ حق میں مبتلا رہتا ہے اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے اس لئے ایسے شخص پر شریعت مطہرہ کے قوانین نافذ نہیں ہوتے۔ جس طرح بعض ولی اللہ مادر شکم ہی سے ولی پیدا ہوتے ہیں اسی طرح بعض مجذوب بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت، صفحہ 494، اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بعض صوفی عقل وخرد کھو بیٹھتے ہیں جنہیں مجذوب کہا جاتا ہے ان پر بہت سے شرعی احکام جیسے نماز روزہ وغیرہ جاری نہیں ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین شخصوں سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے: بچہ، دیوانہ، مجنون۔ ایسے لوگ اللہ عزوجل کے پیارے ہیں ان پر اعتراض نہ کرو۔ مگر جس کے ہوش وحواس درست ہوں پھر خلاف شرع عمل کرے وہ صوفی نہیں شیطان ہے۔ جب انبیاء کرام اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر احکام شرع رہے تو دوسرا کس شمار میں ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ ہر دیوانہ مجذوب نہیں۔"

(رسائل نعیمیہ، صفحہ 335، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

یہ ضروری نہیں کہ مجذوب وہ ہو جس کے بدن پر کپڑا نہ ہو جیسا کہ موجودہ دور میں

بعض لوگ ایسوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور ان سے لاٹری نمبر پوچھتے ہیں معاذ اللہ عزوجل جو

• مجذوب ہوگا اسے تو دنیا کے متعلق ہوش ہی نہ ہوگا پھر وہ نمبر کیسے بتا سکے گا۔ کئی جعلی پیر پھٹے پرانے کپڑے پہن کر عجیب وغریب حرکتیں کر کے لوگوں کو یہ شو کرواتے ہیں کہ وہ مجذوب ہیں حالانکہ وہ مجذوب کی تعریف سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اسطرح وہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور عام لوگ سمجھتے ہیں کہ ان پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے کیونکہ انکی عقل سلامت نہیں یہ رب کے عشق میں غرق ہیں حالانکہ سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت کا مقابلہ نہیں کرے گا یعنی جب اسے شریعت کا حکم بتایا جائے گا تو اس کی اتباع کرے گا جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

”سچے مجذوب کی پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہیں کرے گا۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ2، صفحہ 208، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

قوانین شرعیہ کے مطابق مجذوب کو پیر بنانا جائز نہیں کیونکہ پیر تو مرید کی تربیت کرتا ہے جبکہ مجذوب طریقہ تربیت سے خود غافل ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ”شیخ اتصال کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسد نفس ومکائد شیطان ومصائد ہوا سے آگاہ ہو دوسرے کی تربیت جانتا ہو اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے ان کا علاج بتائے جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے نہ محض سالک ہو نہ نرا مجذوب، عوارف شریف میں فرمایا: یہ دونوں قابل پیری نہیں اول (میں کہتا ہوں) اس لئے کہ اول خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا طریق تربیت سے غافل۔“

(فتاوی رضویہ، ج21، صفحہ 507، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تو ثابت ہوا کہ مجذوب کی بیعت کرنا درست نہیں اور اس کے پاس بھی بیٹھنا نہیں چاہئے۔ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہر کس وناکس کو مجذوب سمجھ لینا بھی نا

چاہئے اور جو مجذوب ہو اس سے بھی دور ہی رہنا چاہئے کہ اس سے نفع کم اور ضرر زیادہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔“

(فتاوی مصطفویہ، صفحہ452، شبیر برادرز، لاہور)

اگر اس قسم کے جعلی پیروں کو حقیقی مجذوب سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو یہ طریقت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کا نقشہ بگاڑ دیں گے۔ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”اطباق ائمہ، علماء، جمہور سواد اعظم جس کو ولی مان رہا ہے وہ بے شک ولی ہے اور اگر یہ شرط نہ لگائی جائے بلکہ جس کسی کو بھی خلاف شریعت الفاظ بکتے سنئے اسکو معذور رکھئے تو ہر شرابی ہر بھنگڑ جو چاہے گا بک دے گا اور کہہ دے گا کہ ہم نے حالت سکر (یعنی مجذوبیت) میں ایسا کہا شریعت بالکل معدوم ہو جائے گی۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ3، صفحہ 302، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

لہٰذا ہمارے معاشرے میں جو بناوٹی مجذوب بنے پھرتے ہیں کوئی ننگا بیٹھا ہوا ہے تو کوئی کئی مہینوں سے نہایا ہی نہیں تو کوئی پاگل پن میں گالیاں دیتا رہتا ہے وہ پیر نہیں اور نہ ان کے پاس بیٹھنا چاہئے۔

ملامتی رنگ اختیار کرنا

راہِ سلوک میں ایک صوفیوں کا گروہ ملامتی رنگ کا قائل ہے کہ وہ اپنی ولایت و مرتبہ کو چھپانے کے لئے لوگوں میں قصداً ایسے افعال کرتے ہیں کہ لوگ انہیں ملامت کرتے ہوئے اکیلا چھوڑ دیں۔ برصغیر پاک وہند کے کئی مشہور بزرگوں کے متعلق کتابوں میں آتا ہے کہ انہوں نے اس رنگ کو اختیار کیا ان میں پنجابی کے مشہور صوفی شاعر شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ اور بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کافی مشہور ہیں۔ جعلی پیر ناچتے گاتے اور حرام و ناجائز کام کر کے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ملامتی رنگ ہے۔ دراصل ان جاہلوں نے ملامتی رنگ کو

سمجھا نہیں اس کے متعلق کلام کرتے ہوئے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا کیونکہ ملامت میں خلوص ومحبت کی بہت تاثیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے اور اہل حق مخلوق کی ملامت کے لئے مخصوص ہیں۔ خاص کر بزرگان ملت اور رسول خدا عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ اہل حق کے مقتدا امام ہیں۔ آپ سے قبل بھی تمام محبوبان خدا پر جب تک برہان حق نازل نہیں ہوئی اور انکو وحی سے سرفراز نہیں کیا گیا تھا اس وقت مخلوق خدا میں وہ نیک نام اور بزرگ سمجھے جاتے تھے مگر جب ان کے فرق مبارک پر دوستی کی خلعت رکھی گئی تو خلق نے ان کے حق میں زبان ملامت دراز کردی۔ چنانچہ کسی نے کاہن، کسی نے شاعر، کسی نے مجنون اور کسی نے کاذب تک کہا۔ (نعوذ باللہ من هذا الخرافات) اللہ تعالیٰ اہل حق اور مؤمنین کی تعریف میں فرماتا ہے ﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ترجمہ: بفضل خدا یہ زبان درازوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ کا علم وسیع ہے۔

حق تعالیٰ کا دستور ایسا ہی ہے کہ جس نے حق کی بات منہ سے نکالی سارے جہان نے ملامت کی کیونکہ ایسے بندے کے اسرار ملامت میں مشغول ہونے کے باعث مخفی رہتے ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کی غیرت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو دوسروں کے دیکھنے سے محفوظ رکھتا ہے تاکہ ہر شخص کی آنکھ اس کے دوست کے حال کے جمال پر نہ پڑے اور بندے کو اس سے بھی محفوظ رکھتا ہے کہ وہ سے دیکھنے کی کوشش کرے اور وہ خود بھی اپنا جمال نہ دیکھ سکے کیونکہ وہ غرور اور تکبر کی معصیت میں مبتلا ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے خلق کو ان پر ملامت کے لئے مقرر فرمایا اور نفس لوامہ (ملامت کرنے والی خصلت) کو ان کے اندر پنہاں کردیا تاکہ وہ جو بھی

کرے وہ اس پر ملامت کرتا رہے۔ اگر وہ بدی کرے تو اس بدی پر ملامت کرے اور اگر نیکی کرے تو کوتاہی پر۔ راہ خدا عزوجل میں یہی وہ اصل قول ہے جس میں کوئی آفت اور حجاب نہیں ہے اور طریقت میں جو دشوار تر ہے اس لئے کہ بندہ اپنے آپ کسی غرور میں نہ پھنس جائے۔

طریقت میں ملامتی مذہب کو شیخ زمانہ حضرت ابو حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ نے پھیلایا ہے۔ ملامت کے سلسلے میں ان سے بکثرت اقوال منسوب ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک قول ہے کہ ''سلامتی سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا نام ملامت ہے۔'' جب کوئی شخص قصداً سلامتی کے ترک کا دعویٰ کرتا اور بلاؤں میں خود کو مبتلا کرکے عیش وراحت اور خوش ذائقہ چیزوں کو چھوڑتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جلالت کا ظہور ہو اور اس کی امید برآئے اور لوگ اس کی عدات سے بیزار ہو کر اس سے دور ہو جائیں اور اسکی طبیعت لوگوں کی محبت سے خالی ہو جائے اس حال میں جس قدر وہ خود کو کھلائے گا اتنا ہی وہ حق سے واصل ہوگا اور جس سلامتی کی طرف لوگ رغبت کرتے اور اس کی طرف سے مائل ہوتے ہیں یہ اس سلامتی سے اتنا ہی نفرت و بیزاری کرتا ہے اس طرح ایک دوسرے کے عزائم میں تضاد و تقابل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی صفتوں میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

احمد بن فاتک حسین بن منصور سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا صوفی کون ہیں؟ انہوں فرمایا "واحدون الذات" یعنی وہ لوگ جنہوں نے ذات باری تعالیٰ کو پالیا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ ملامتیوں کی طبیعت دنیاوی چیز سے اتنی نفرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت ومنزلت پانے سے انہیں نفرت ہوتی ہے۔ یہ ان لوگوں کی خصلت ہے کہ

وہ لوگوں کی تعریف وتوصیف سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور پھولا نہیں سماتا اسی بنا پر وہ
قرب الٰہی عزوجل سے دور تر ہی ہوجاتا ہے۔ خوف خدا رکھنے والا شخص ہمیشہ یہی کوشش
کرے گا کہ خطرے کی جگہ سے دور رہے کیونکہ اس میں دو خطرے لاحق ہوتے ہیں ایک یہ
کہ وہ حق تعالیٰ سے حجاب میں نہ آجائے دوسرا یہ کہ وہ ایسا فعل کرنے سے بچے جس سے
لوگ گنہگار ہوں اور اس پر طعن وتشنیع کرنے لگیں۔ ان کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ ان میں عزت
پانے سے راحت محسوس کریں اور نہ یہ کہ ملامت کرانے سے انہیں گنہگار بنائیں اس لئے
ملامتی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے دینوی جھگڑوں اور لوگوں کے اخروی علاقوں سے خود کو
جدا کرے اس کے بعد لوگ اسے کچھ بھی کہیں دل کی نجات کے لئے ایسا فعل کرے جو
شریعت میں نہ گناہ کبیرہ ہو نہ صغیرہ تاکہ لوگ اس سے بیزار ہوکر اسے چھوڑ دیں۔“

(کشف المحجوب، صفحہ 97,98، شبیر برادرز، لاہور)

تو ثابت ہوا کہ ملامت کو پسند کرنے والے بزرگ کوئی گناہ والا فعل کر کے
ملامت نہیں چاہتے۔ اس کے برعکس جعلی پیر جو گناہ پر گناہ کیے جائیں اور کہیں یہ ہمارا ملامتی
رنگ ہے بالکل غلط نظریہ ہے۔

عشق ومحبت کی آڑ میں خلاف شرع کام کرنا

جعلی پیر عشق ومحبت کے نام پر کئی خلافِ شرع کام کرتے ہیں۔ آئیں یہ جانتے
ہیں کہ عشق ومحبت کسے کہتے ہیں اور اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے کیا
تقاضے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب، کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم
میں عشق ومحبت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں "الحب عبارة عن ميل الطبع الى
الشيء الملذ فإن تأكد ذلك الميل وقوي يسمى عشقا" ترجمہ: محبت کہتے ہیں

طبیعت کا کسی پسندیدہ چیز کی طرف مائل ہونا، جب یہ میلان پختہ اور مضبوط ہوجائے تو محبت
عشق کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ عربی میں خلت (خلیل) عشق کے مفہوم میں استعمال
ہوتا ہے۔ عشق محبت سے اوپر والا درجہ ہے۔

ہر مسلمان کو شروع سے ہی ماں باپ، بہن بھائیوں کی محبت کے ساتھ ساتھ اللہ
عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی محبت ہوتی ہے لیکن حدیث پاک میں
اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوسروں سے بڑھ کر محبت کرنے کا کہا گیا
ہے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لا يؤمن
أحدكم، حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين" ترجمہ: تم میں
سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اسکے نزدیک اسکے والد، اولاد اور
تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوجاؤں۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من
الایمان، جلد 1، صفحہ 12، دار طوق النجاۃ، مصر)

مسند احمد کی حدیث پاک ہے "عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه
وسلم قال لا يؤمن أحدكم حتى يكون الله ورسوله أحب إليه مما سواهما"
ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اللہ عزوجل اور اسکے
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اوروں سے بڑھ کر نہ ہو۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، جلد 20، صفحہ 397،
مؤسسة الرسالة، بیروت)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ

وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ التوبہ، سورت 9، آیت 24)

اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت اسے ہوگی جسے اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت کا علم ہوگا۔ جتنی علم و معرفت زیادہ ہوگی اتنی ہی محبت زیادہ ہوگی۔ محبت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک محبت ہوتی ہے جو ظاہری سبب سے ہو جائے جیسے کسی خوبصورت چیز کو دیکھنے یا خوبصورت آواز سننے سے دل میں اس کے لئے محبت ہو جاتی ہے۔ اور ایک محبت ہوتی ہے جو باطنی ہو اور یہ کسی کے اچھے اوصاف جاننے پر اسکی معرفت سے ہوتی ہے۔ جتنی یہ معرفت بڑھے گی اتنی محبت بڑھے گی جیسے ماں کی محبت باپ کی نسبت اس لئے زیادہ ہے کہ ماں کی معرفت عیاں ہوتی ہے بچہ شروع سے ہی ماں کی شفقت کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور جوں جوں ماں کی عظمت کا علم قرآن و حدیث سے سنتا ہے اتنی ہی معرفت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح کسی ایسے ولی سے محبت ہو جاتی ہے جسے دیکھا ہی نہیں مگر جب اس کے اوصاف سنے اس سے محبت ہوگی اور جتنا اسکے بارے میں علم و معرفت بڑھا محبت بھی بڑھتی گئی جیسے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے مسلمان باطنی محبت کرتے ہیں لیکن ایک عام آدمی سے زیادہ محبت اسکو ہوگی جو

امام احمد رضا خان کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوگا اور انکے مقام و مرتبہ کو جانتا ہوگا۔ اسی طرح اللہ عزوجل کے متعلق اولیاء کرام کی معرفت عام لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل کی محبت اسے زیادہ ہوگی جس کی علم و معرفت زیادہ ہوگی اور وہ اسی معرفت کے سبب اللہ عزوجل سے زیادہ ڈرے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورت فاطر میں علماء کے متعلق فرمایا ''اللہ سے اسکے بندوں میں وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔'' اس آیت کی تفسیر میں خزائن العرفان میں ہے: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اسکو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اسکی عزت و شان سے باخبر ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔'' (خزئن العرفان، حاشیہ 21، صفحہ 567، قدرت الله کمپنی، لاہور)

اولیاء اللہ کو عام لوگوں کی نسبت اللہ عزوجل سے اس لئے محبت زیادہ ہے کہ انکی علم و معرفت زیادہ ہے، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معرفت باری تعالیٰ تمام اولیاء سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب پایا اور قرآن اترتے دیکھا، معجزات دیکھے، اور صحابہ سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام کو اللہ عزوجل کی علم و معرفت اس لئے ہے کہ اُن پر وحی نازل ہوئیں اللہ عزوجل نے کلام کیا۔ جب محبوب سے کلام ہو جائے تو محبت مزید بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب اللہ عزوجل نے موسیٰ سے کوہ طور پر کلام کیا تو اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔ اس کا جواب صرف یہ بنتا تھا کہ اے مولیٰ یہ عصا ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے لذت کلام میں فرمایا ﴿قَالَ هِيَ

عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیۡہَا وَاَہُشُّ بِہَا عَلٰی غَنَمِیۡ وَلِیَ فِیۡہَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰی﴾ ترجمہ کنز الایمان: عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں "تطول المکاملة و تزداد اللذاذة" ترجمہ: جوں جوں کلام بڑھتا گیا توں توں لذت بڑھتی گئی۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ عشق و ادب میں جب مقابلہ ہو تو عشق غالب آتا ہے کیونکہ ادب کا تقاضا ہے کہ بات چھوٹی کی جاوے مگر عشق کا تقاضا ہے کہ محبوب سے لمبی گفتگو کرو تاکہ دیر تک ہمکلامی قائم رہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے سوال صرف یہ تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ لاٹھی۔ مگر سوال سے زیادہ جواب عشق کے باعث تھا۔"

(تفسیر نعیمی، حاشیہ نمبر10، صفحہ804، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

جب محبت اور بڑھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی تمنا کی۔ تو جب کلام کرنے والے کی محبت و معرفت دوسروں کی نسبت زیادہ ہوگی تو دیدار کرنے والے کی محبت و معرفت کا کیا عالم ہوگا؟ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ رب تعالیٰ کی اس لئے بھی معرفت ہے کہ آپ نے اللہ عزوجل کا دیدار کیا۔ اس لئے اللہ عزوجل سے محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہیں۔ اور اس بات کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہے کہ معراج کی رات رات میں وہ نظارے تھے جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں کسی دل سے اس کا خیال گزرا نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوق ملاقات میں ان کی طرف توجہ نہ دی۔ قرآن پاک میں ہے ﴿مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾ ترجمہ کنز الایمان: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

(سورۃ النجم، سورت53، آیت17)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "فمعناه لم یلتفت إلیه ولم یشتغل به، ولم یقطع نظره عن المقصود"۔ ﴿وَمَا طَغٰی﴾ أی ما التفت إلی غیر الله" ترجمہ: آنکھ نہ پھرنے کا مطلب ہے کہ آنکھ مبارک نے کسی دوسری طرف نہ توجہ کی نہ اور طرف مشغول ہوئی بلکہ نظر اپنے مقصود (ملاقات) پر رہی وہاں سے ہٹی نہیں۔ اور حد سے بڑھنے کا مطلب ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توجہ نہ کی۔ تفسیر خازن میں ہے "السدرة فراش من ذهب أی لم یلتفت إلیه ولم یشتغل به" ترجمہ: مقام سدرہ کا فرش سونے کا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور نہ اسے دیکھنے میں مشغول ہوئے۔ تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں ہے "هذا من کل تمکین الحبیب فی محل الاستقامة وشوقه الی مشاهدة ربه اذ لم یمل الی شیء دونه" ترجمہ: قرآن پاک کی یہ آیت اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوق و استقامت کی شان میں ہے کہ آپ رب تعالیٰ کے مشاہدہ میں کسی دوسری شے کی طرف مائل نہ ہوئے۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رب تعالیٰ سے محبت دیکھیں چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے "عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لو کنت متخذا من أمتی خلیلا لاتخذت أبا بکر ولکن أخی وصاحبی" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور حضرت ابوبکر صدیق کو بناتا مگر وہ میرا دوست اور بھائی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، جلد5، صفحہ4، دار طوق النجاة، مصر)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ خلیل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "الخلیل معناه

المحب الكامل ۔۔لیس فی حبهما نقص ولا خلل" ترجمہ: خلیل کا معنی ہے کامل محبت کرنے والا ایسی محبت جس میں محبوب ومحب کی طرف سے کوئی نقص اور کمی نہ ہو۔

(شرح مسلم، جلد3، صفحہ56، دار إحياء التراث العربي بیروت)

خلیل کی تعریف کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں "من لا يسع قلبه غيرك" ترجمہ: جو اپنے دل میں محبوب کے سوا کسی کو جگہ نہ دے۔ مزید فرماتے ہیں "الخلة أرفع رتبة ، وهو الذى يشعر به حديث الباب ، و كذا قوله عليه السلام " لو كنت متخذا خليلا غير ربي " فإنه يشعر بأنه لم يكن له خليل من بنى آدم ، وقد ثبتت محبته لجماعة من أصحابه كأبى بكر وفاطمة وعائشة والحسنين وغيرهم " ترجمہ: خلیل کا رتبہ زیادہ ہے اور یہ بات اس باب کی حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جگہ فرمان ہے "اگر میں اپنے رب عزوجل کے سوا کسی کو خلیل بناتا" تو ثابت ہوتا ہے کہ بنی آدم میں سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیل نہیں البتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ سے محبت کرنا ثابت ہے جیسے ابو بکر، فاطمہ، عائشہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت تھی۔

(فتح الباري شرح صحيح البخاري، جلد7، صفحہ23، دار المعرفة بیروت)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "و معنى الحديث أن حب الله تعالى لم يبق فى قلبه موضعا لغيره" ترجمہ: اس حدیث کا مطلب ہے کہ بے شک اللہ عزوجل کی محبت نے میرے دل میں کسی اور کے لئے جگہ باقی نہیں چھوڑی۔

(شرح مسلم، جلد15، صفحہ151، دار إحياء التراث العربي بیروت)

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ عزوجل کی معرفت حاصل تھی اور سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے محبت تھی۔ اللہ عزوجل کی ذات محبت

کی سب سے بڑھ کر اس لئے حقدار ہے کہ اسکی ذات واوصاف میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر شخص سے کسی وصف یعنی حسن اخلاق، علم، تقویٰ کی وجہ سے محبت ہوگی تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے میں یہ اوصاف اس سے بڑھ کر ہوں یوں مخلوق کے اوصاف میں شرکت ہو سکتی ہے رب تعالیٰ کے اوصاف میں نہیں۔ اسی طرح ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ایسے اوصاف ہیں کہ مخلوق میں کسی کو ایسے اوصاف عطا نہیں کیے گئے۔ بزرگانِ دین نے جو مرید کے لئے فرمایا کہ اپنے پیر کو ترجیح دے اس میں بھی یہی حکمت ہو سکتی ہے کہ مرید میں اپنے پیر کی محبت دوسروں کی نسبت غالب رہے۔ یہ یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا اللہ عزوجل سے ہی محبت کرنا ہے اور اپنے پیر و دیگر اولیاء اللہ سے محبت کرنا اللہ عزوجل کی محبت سے دوری نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ رب العزت کے علاوہ اور کوئی ذات محبت کی مستحق نہیں کسی اور سے محبت کرنا جہالت ہے دیگر اشیا سے صرف اس اعتبار سے محبت ہو سکتی ہے کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی کی طرح ہے جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے قاصد اور پیغامبر سے بھی پیار کرتا ہے۔ اہل علم اور اہل تقویٰ سے محبت بھی اللہ عزوجل سے محبت کرنے کی طرح ہے۔"

(کیمیائے سعادت، صفحہ787، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی معرفت ہر ایک کو کیوں نہیں ہوتی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے دکھائی نہ دینے کی دو وجہ ہوتی ہیں، ایک یہ کہ دیکھنے والے کی آنکھیں نہیں ہوتیں اور دوسری وجہ یہ ہے وہ چیز اتنی روشن ہوتی ہے کہ اس روشنی میں دکھائی نہیں دیتی۔ ہر کسی کو اللہ عزوجل کے اوصاف کی علم ومعرفت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر تخلیق سب سے بڑھ کر روشن ہے۔ انسان اگر ایک مچھر پر غور کرے کہ خالق

نے اسے کیسا کمال بنایا اسی طرح زمین و آسمان، سورج چاند وغیرہ یہ سب اس قدر روشن دلائل ہیں کہ ہر کسی کو اس روشنی میں اس بنانے والے کی قدرت دکھائی نہیں دیتی اگر کوئی عجیب وغریب چیز بنالے جو کہ نئی ہو تو لوگ اس کے بنانے والے کی اس کاریگری سے عارف ہو کر اس سے متاثر ہو کر بنانے والے سے محبت کریں گے۔

اب سچے عاشقوں کی محبت کا حال دیکھیں چنانچہ جب حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ آپ اللہ عزوجل کی عبادت کس لئے کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ”خدا کا وہ بندہ کس قدر بدنصیب ہے جو کسی شے کے خوف یا طمع کی خاطر اس کی عبادت کرتا ہے۔ ان لوگوں نے متعجب ہو کر عرض کیا پھر آپ کس مقصد کے لئے عبادت کرتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”اپنے حبیب کی خوشنودی کیلئے نہ بہشت کی آرزو کے لئے نہ دوزخ کے خوف سے۔ دوزخ کا ہونا یا نہ ہونا میرے نزدیک یکساں ہے میرے لئے تو محض یہی کافی ہے کہ اس نے عبادت کے لئے حکم دیا ہے۔ اگر دوزخ اور بہشت نہ ہوتے تو کیا ہم پر یہ حق عائد نہ ہوتا کہ اس کی عبادت کریں۔“

(اسلامی تصوف اور اقبال، صفحہ 93،94)

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ابلیس کو دشمن سمجھتی ہیں؟ فرمایا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا میں دوست کے خیال میں اتنی مشغول ہوں کہ مجھے دشمن کی خبر ہی نہیں۔ (اخبار الاخیار، صفحہ 276، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قوم کے پاس سے گزرے جو بہت زار اور ضعیف تھی۔ انہوں نے پوچھا تمہیں کس مصیبت کا سامنا ہے؟ انہوں نے عرض کی ہمیں خوف الٰہی عزوجل نے گداز کر دیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ تمہیں اپنے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ پھر ایک اور قوم کے پاس سے گزرے وہ پہلی قوم سے بھی زیادہ ناتواں، ضعیف

اور کمزور تھی پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی جنت کی خواہش نے ہمیں پگھلا دیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا اللہ رب العزت کا حق ہے کہ وہ تمہیں اس آرزو میں کامران کرے۔ پھر ایک اور قوم کے پاس سے گزرے جو پہلی دونوں اقوام سے زیادہ نزار اور کمزور تھی۔ اس کے چہرے نور کی طرح تابان تھے فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی محبت الٰہیہ نے ہمیں گداز کر دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے پاس تشریف رکھی اور فرمایا تم مقربان خدا ہو۔ مجھے تمہاری محفل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے روز جزاء ہر امت کو اس کے نبی کی نسبت سے بلایا جائے گا مثلاً اے امت موسیٰ! اے امت عیسیٰ! اے امتِ مصطفیٰ، مگر دوستانِ خدا کو اس طرح صدا ہوگی ”اے اللہ کے دوستو! آؤ اللہ رب العزت کے قریب ہو جاؤ“ یہ سن کر ان کے دل مسرت وفرحت سے باہر آنے لگیں گے۔

(کیمیائے سعادت، صفحہ 783، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

اللہ عزوجل کی اپنے پیاروں سے محبت دیکھئے! حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایک مرتبہ بوجہ تھکاوٹ نماز ادا کرتے ہوئے نیند آگئی۔ اسی دوران ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن اسے باہر نکلنے کا راستہ نظر نہیں آیا اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آ گیا۔ لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا اور پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا۔ غرض کہ اسی طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ راستہ مسدود نظر آیا حتیٰ کہ اس نے ندائے غیبی سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے اور اس وقت شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکا پھر کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو چادر چوری کر سکے۔ کیونکہ اگرچہ ایک دوست محو خواب ہے لیکن دوسرا دوست بیدار ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 46، ضیاء القرآن، لاہور)

جب عاشق لوگ اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو انکے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور دل اس عبادت عشق میں لطف اندوز ہوتا ہے جس سے پتہ ہی نہیں چلتا کہ رات کب ختم ہوئی اور دل کب آیا جیسا کہ اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل ایسوں کے بارے میں فرماتا ہے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

(سورۃ الانفال، سورت 8، آیت 2)

اسکی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ذات وصفات کی آیات سے تو ہیبت الٰہی عزوجل پیدا ہو اور آیات عذاب سے خوف، آیات رحمت سے شوق وذوق پیدا ہو، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں عشق کی جلوہ گری نہ ہوں وہ کامل مومن نہیں۔''

(نور العرفان، حاشیہ مفتی احمد یار خان نعیمی، حاشیہ نمبر 3، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

سبع سنابل میں ہے: ''نقل ہے کہ فرشتوں نے عرض کیا! خدایا تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل (دوست) بنایا ہے حالانکہ ان کے پاس کثرت سے مال موجود ہے۔ اس کے باوجود ہمیشہ افزونی کا سوال کرتے رہتے ہیں۔ فرمان آیا کہ اگرچہ وہ کثیر مال رکھتا ہے مگر اس کا دل اس مال سے متعلق نہیں۔ اچھا جاؤ آزمائش کرلو۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور ابراہیم علیہ السلام کی نظر سے چھپ کر کہنے لگے ''یا اللہ'' ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے دوست کا نام لینے والے! اس کا نام دوبارہ لے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ ہدیہ دیجئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ جو کچھ میری ملکیت میں ہے وہ سب میں نے دوست کے نام پر قربان کیا۔ اب تو اس کا نام لے۔

فرشتوں نے پھر عرض کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اولاد سے بہت محبت ہے وہ تیرے خلیل کیسے ہو سکتے ہیں؟ انہیں خواب میں بتایا گیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے بلا تردد اپنے بیٹے کے حلق پر چھری پھیری اور چھری نے اپنا کام نہ کیا تو عرض کیا خدایا! چھری اپنا کام نہیں کر رہی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہمیں ایک معصوم کے حلق پر چھری چلانے سے سروکار نہیں بلکہ فرزندوں کی محبت سے تمہارے دل کو کاٹنا منظور ہے جس کو ہم نے ظاہر کر دیا۔

فرشتوں نے پھر عرض کیا کہ ابراہیم کو اپنی جان بہت پیاری ہے۔ فرمان ہوا کہ غلط کہتے ہو۔ جب نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پیر لوہے کی زنجیر سے باندھ کر ایک فلاخن کے ذریعہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا۔ اس وقت جبریل پہنچے اور کہا کہ کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ فرمایا کہ تمہاری طرف تو نہیں۔ حضرت جبریل نے عرض کیا کہ پھر اپنے رب ہی سے سوال کریں۔ فرمایا کہ "علمہ بحالی یکفینی عن سوالی" ترجمہ: اس کا میرے حال سے واقف ہونا ہی میرے سوال کو کافی ہے۔''

(سبع سنابل، صفحہ 260، فرید بک سٹال، لاہور)

غنیۃ الطالبین میں یہ واقعہ کچھ یوں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بکریوں کا ایک ریوڑ لے کر جا رہے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی روپ میں آئے اور پڑھا "سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان ذی العزۃ و العظمۃ و الھیبۃ و القدرۃ و الکبریاء و الجبروت" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا پھر پڑھو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کیا دیں گے؟ فرمایا آدھا بکریوں کا ریوڑ۔ جبرائیل علیہ السلام نے دوبارہ

پڑھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ایک مرتبہ اور پڑھو۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض
کیا اب کیا دیں گے؟ فرمایا باقی آدھا ریوڑھ بھی تمہارا۔ جبرائیل علیہ السلام نے پھر پڑھا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ اور پڑھو۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا
اب کیا دوں گے؟ فرمایا تمہیں اپنی بکریاں چرانے کے لئے کسی کی ضرورت ہوگی اس کے
بدلے میں تمہاری بکریاں چراؤں گا۔ سبحان اللہ قربان جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
اس محبت پر۔ کاش ابراہیم کی اس محبت کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو جائے امین۔

جن اولیاء اللہ عزوجل کو دنیا میں ہی اللہ عزوجل کی معرفت کی لذت مل جاتی ہے
وہ دوسری لذات کو اس کے آگے حقیر سمجھتے ہیں۔ یہی وہ لذت ہوتی ہے جو اولیاء کو ہر حال
میں راضی رکھتی ہے اور بظاہر اولیاء اللہ کے پاس کچھ نہ ہونے کے باوجود وہ خوشحال رہتے
ہیں جیسے کہ ایک قوم کسی جنگ سے کامیابی حاصل کر کے بادشاہ کے حضور آئے اور بادشاہ
سب کو انعامات دے اور سپہ سالار کو کچھ نہ دے بلکہ اس کو اپنے پاس بٹھالے اپنا قرب دے
تو یہ انعام تمام انعامات سے بڑھ کر ہے۔

قیامت والے دن جب ہر کسی کو اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہو جائے گی تو ہر
کوئی اسکے کلام اور دیدار کا پیاسا ہوگا۔ اسی لئے بعض احادیث اور آیات میں یہ بھی آیا ہے
کہ "اللہ عزوجل اُن سے کلام نہ فرمائے گا۔" اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿اِنَّ
الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي
الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے
ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے

قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
(سورۃ آل عمران، سورت3، آیت77)

اس میں کلام نہ فرمانے کی حکمت یہی ہے کہ اُس دن کلام نہ فرمانا بہت عذاب
ہوگا چنانچہ اسکی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "علماء فرماتے ہیں
کہ رب ان سے محبت کا کلام اور رحمت کی نظر نہ فرمائے گا۔ غضب کا کلام فرمائے گا۔ صوفیاء
کے نزدیک دوزخ میں رب ان سے بالکل کلام نہ فرمائے گا اور یہ کلام نہ فرمانا ان پر انتہائی
عذاب ہوگا۔ کیونکہ وہاں بندے کے دل میں عشق الٰہی عزوجل کی آگ بھڑک گئی ہوگی پھر
اس محبوب کا حجاب فرمانا یقینی عذاب ہوگا۔ رب فرماتا ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (ترجمہ کنزالایمان: ہاں ہاں بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے
محروم ہیں۔)" (تفسیر نور العرفان صفحہ72، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اوپر کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے محبت یہ ہے کہ اسکی معرفت
حاصل ہو جائے اور معرفت علم سے آئے گی جہالت سے نہیں۔ عشق ومحبت کے مفہوم کو
جاننے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ عزوجل سے محبت کس طرح اور کیسے ہو؟ اس کا
طریقہ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ترجمہ کنز
الایمان: اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ
اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(سورۃ آل عمران، سورت3، آیت31)

اللہ عزوجل کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم اور
افعال دونوں میں اطاعت ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ

كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔
(سورۃ الانفال، سورت 8، آیت 1)

اسکی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خیال رہے کہ اللہ عزوجل کی اطاعت صرف اس کے احکام میں ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت حکم میں بھی ہوگی اور ان کے افعال طیبہ میں بھی جسے اتباع کہتے ہیں۔ اس لئے اطاعت کے ساتھ اللہ رسول کا ذکر ہے اور اتباع میں صرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا گیا'' فَاتَّبِعُونِي '' اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تقاضائے ایمان ہے۔'' (نور العرفان، حاشیہ نمبر2، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔ جتنی یہ اتباع بڑھے گی اتنی ہی محبت بڑھے گی اور اور اس کا صلہ بھی ارشاد فرمادیا کہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر کوئی اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعوٰی کرے اور عمل اسکے فرمان کے خلاف کرے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔ بخاری شریف کی شرح ابن بطال میں ہے "وقد سئل بعض الصالحين عن المحبة ما هى؟ فقال مواطأة القلب لمراد الرب، أن توافق الله، عزّ وجلّ، فتحب ما أحب وتكره ما كره" ترجمہ: بعض صالحین سے سوال کیا گیا کہ محبت کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جیسا رب چاہتا ہے اپنے آپ کو ویسا کر لینا محبت ہے۔ اللہ عزوجل جس سے محبت کرے محبّ بھی اس سے محبت کرے اور جس کو اللہ عزوجل پسند نہ کرے یہ بھی پسند نہ کرے۔ (ابن بطال، کتاب الایمان، جلد1، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اب جعلی پیروں کے عشق و محبت کا خال دیکھیں اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کوئی نہیں، داڑھی غائب، سنتوں کا پتہ نہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ نماز جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جب انہیں نماز کا کہا جائے تو کہیں گے ہم عاشق لوگ ہیں ہماری نماز مکہ مدینہ میں ہوتی ہے۔ واہ کیا عشق ہے کھانا پینا یہاں لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تو مکہ مدینہ چلے جانا۔ ایسے لوگوں کو کھانا بھی نہ دیا جائے اور کہا جائے کہ مکہ مدینہ میں نماز جب پڑھنے جائیں تو وہاں کا بابرکت کھانا کھائیں۔ آجکل اکثر قوالیاں بھی مبالغہ اور غیر شرعی کلام پر مشتمل ہوتی ہیں جس میں عشق و مستی خوب ہوتی ہے اور شرع کو کچھ سمجھا ہی نہیں جاتا جیسے مشہور قوالی ہے:

مینوں یار دی نماز پڑھ لین دے
شرع دی گل فیر دس لئی ایں

یہ پتہ نہیں کونسے یار کی نماز ہے جس میں شرع کو دخل نہیں۔ کبھی کہتے ہیں ''مولویاں دی پنج ویلے ساڈی ہر ویلے'' یعنی مولوی لوگوں کی نماز پانچ وقت ہوتی ہے اور ہماری ہر وقت ہوتی ہے۔

اولیاء اللہ عزوجل سے ثابت ہے کہ وہ ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود تھے لیکن کسی صحابی یا بزرگ سے یہ ثابت نہیں کہ وہ نمازیں نہ پڑھتے ہوں اور لوگوں کو یہ کہتے ہوں کہ ہماری نماز مدینے ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز نہ پڑھنے سے دوسرے لوگ بدگمانی کا شکار ہوں گے کس کس کو کہا جائے گا کہ ہماری نماز مدینے ہوتی ہے اور ضروری نہیں کہ ہر کوئی مانے۔ جب عشق ہے ہی اتباع مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی قابل اتباع ہے "اتقوا مواضع التهم" ترجمہ: تہمت کی جگہوں سے بچو۔
(کشف الخفاء، جلد 1، صفحہ 45، مئوسسۃ الرسالۃ، بیروت)

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ نہ صرف تہمت کے مقام سے بچتے ہیں بلکہ کسی

جائز کام کو کر کے اس کی وضاحت بھی کر دیتے ہیں تا کہ کوئی دوسرا اس کا غلط مطلب نہ لے۔ خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے "عن الزهری قال أخبرنی علی بن الحسين رضی الله عنهما أن صفية زوج النبی صلی الله عليه وسلم أخبرته أنها جاء ت إلی رسول الله صلی الله عليه وسلم تزوره فی اعتكافه فی المسجد فی العشر الأواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبی صلی الله عليه وسلم معها يقلبها حتی إذا بلغت باب المسجد عند باب أم سلمة مر رجلان من الأنصار فسلما علی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال لهما النبی صلی الله عليه وسلم علی رسلكما إنما هی صفية بنت حيی فقالا سبحان الله يا رسول الله و كبر عليهما فقال النبی صلی الله عليه وسلم إن الشيطان يبلغ من الإنسان مبلغ الدم وإنی خشيت أن يقذف فی قلوبكما شيئا" ترجمہ: امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو خبر دی کہ وہ جناب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے آئیں جبکہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے۔ انہوں نے آپ کے پاس کچھ دیر گفتگو کی پھر واپس جانے کے لئے اُٹھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تا کہ ان کو گھر پہنچا دیں حتی کہ جب وہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ کے پاس مسجد کے دروازہ تک پہنچیں تو دو انصاری گزرے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا آپ نے فرمایا ٹھہرو یہ صفیہ بنت حی ہے۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ! اور ان پر بہت

شاق گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کے رگ وریشہ میں خون کے پہنچنے کی جگہ جاری ہے مجھے ڈر ہوا کہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب ہل یخرج المعتکف لحوائجه إلی باب المسجد، جلد 3، صفحہ 49، دار طوق النجاۃ، مصر)

اس حدیث کی شرح میں محدثِ کبیر شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ تفہیم البخاری میں فرماتے ہیں: "دو انصاری اُسید بن حضیر اور عباد بن بشر وہاں سے گزرے تو آپ نے ان کو ٹھہرا کر فرمایا یہ میری بیوی صفیہ ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! سبحان اللہ ہم کیسے بدگمانی کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے شاید تمہارے دلوں میں بدگمانی پیدا کر دیتا اس لئے تمہیں خبردار کیا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ بدگمانی کر لیتے تو ان کے کفر کا خطرہ تھا اس لئے آپ نے جلدی سے ان کو حال سے آگاہ کر دیا تا کہ شیطان ان کے دلوں میں بدگمانی پیدا نہ کر دے۔ ورنہ وہ تباہ و برباد ہو جاتے کیونکہ نبیوں کے ساتھ بُرا گمان کفر ہے۔

(تفہیم البخاری، جلد 3، صفحہ 303، تفہیم البخاری پبلی کیشنز، فیصل آباد)

جس طرح نبی کے بارے میں بُرا گمان کفر ہے اُسی طرح جس کا دینی مرتبہ بلند ہو اس کے بارے میں بُرا گمان عام لوگوں کی نسبت زیادہ حرام ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اولیاء اللہ ایسا فعل نہیں کرتے کہ مریدین و محبین اس سے بدگمان ہو کر تباہی کا شکار ہوں۔ لہٰذا عشق ومحبت وہی سچی ہے جو شریعت کے تقاضوں کو پورا کرے ورنہ یہ عشق نہیں فسق ہے۔

علم وعلماء کے متعلق غلط نظریات رکھنا

جعلی پیروں کی سب سے بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ علم وعلماء کی قدر نہیں کرتے ہونگے علم کے بارے میں کہیں گے ان علماء کے پاس ظاہری کتابی علم ہے اور ہمارے پاس باطنی علم ہے۔اس لئے یہ نہ تو عالم دین ہوں گے اور نہ ہی علماء کو پسند کرتے ہونگے بلکہ علماء کے بارے میں طرح طرح کی باتیں اور اور قصے سنائیں گے کبھی کہیں گے چودھویں صدی کی مولویوں سے تو اس بھڑیے نے پناہ مانگی تھی کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھڑیے سے پوچھا کہ بتا کہیں تو نے تو نہیں میرے یوسف کو کھایا؟ اس بھڑیے نے کہا اے یعقوب اگر میں نے تمہارے یوسف کو کھایا ہو تو چودھویں صدی کے مولویوں کے ساتھ حشر میں اُٹھایا جاؤ۔اس طرح کے من گھڑت واقعات سنا کر عوام کا علماء کے بارے میں حسن ظن خراب کرتے ہیں۔ظاہری گناہ کریں گے اور کہیں گے ہم باطن پاک کرتے ہیں جبکہ اللہ عزوجل نے ظاہری اور باطنی دونوں گناہ کو ترک کرنے کا فرمایا ہے ﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ، وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔ (سورۃ الانعام، سورت 6، آیت 120)

علم وعمل ظاہری اور باطنی دونوں لازم وملزوم ہیں ایک کے بغیر دوسرا بے کار ہے اور ظاہر وباطن سب شریعت سے ہی نکلیں ہیں بغیر قرآن وحدیث کے کوئی علم وعمل باطن نہیں بلکہ باطل ہے۔امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جميع مصابيح علماء الظاهر و الباطن قد اتقدت من نور الشريعة فما من قول من اقوال المجتهدين و مقلديهم الا و هو مؤيد باقوال اهل الحقيقة لاشك عندنا فی ذلك" ترجمہ: علمائے

ظاہر ہوں خواہ علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں تو ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ اہل حقیقت کے اقوال اس کی تائید نہ کرتے ہوں ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں۔

نیز فرمایا "امداد قلبه صلى الله عليه وآله وسلم لجميع قلوب علماء امته فما اتقد مصباح عالم الا عن مشكوٰة نور قلب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" ترجمہ: تمام علماء کے دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس سے مدد پہنچتی ہے تو ہر عالم کا چراغ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور باطن کے شمع دان سے روشن ہے۔ (میزان الکبری للشعرانی، جلد1، صفحہ45، مصطفے البابی، مصر)

جعلی پیروں نے علماء کے متعلق جھوٹے واقعات، صوفیاء کے اقوال، بعض احادیث اور خاص طور پر صوفی شاعروں کے اشعار رٹے ہوتے ہیں جنہیں وہ بطور طعن لوگوں کو سناتے ہیں۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ علم وعلماء کی قرآن وحدیث میں بڑی شان بیان کی گئی ہے۔البتہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اور صوفیائے متقدمین ومتاخرین خصوصا پنجابی صوفی شاعروں نے بے عمل عالم اور بغیر اخلاص کے عبادت کرنے والوں، دنیا کے لئے علم دین حاصل کرنے والوں اور حصولِ دنیا کے لئے اپنے علم کو بادشاہوں وامراء کے آگے بیچنے والوں کی مذمت کی ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "العلماء أمناء الرسل على عباد الله ما لم يخالطوا السلطان ويداخلوا الدنيا فإذا خالطوا السلطان و داخلوا الدنيا فقد خانوا الرسل فاحذروهم واعتزلوهم" ترجمہ: علماء اللہ کے بندوں پر رسولوں علیہم السلام کے امین ہیں جب تک بادشاہ کے ساتھ شریک نہ ہوں اور

دنیا ان کے اندر نہ آئے ، اگر انہوں بادشاہ کے ساتھ اختلاط کیا اور دنیا ان کے اندر آئی تو تحقیق انہوں نے رسولوں علیہم السلام کے ساتھ خیانت کی پس ان سے بچو اور ان سے علیحدگی اختیار کرو۔

(کنز العمال، کتاب العلم، الباب الثانی فی آفات العلم ووعید من لم یعمل بعلمہ، جلد10، صفحہ371، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے "قال عبداللہ بن مسعود لو ان اهل العلم صانوا علمهم ووضعوه عن اهله لسادوا به اهل زمانهم ولكنهم بذلوا لاهل الدنيا لينالوا به من دنياهم فهانوا على اهلها" یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر اہل علم اپنے علم کی حفاظت کریں اور اسکو اس کے اہل میں رکھیں تو وہ اپنے زمانے کے سردار بن جائیں لیکن انہوں نے اسے اہل دنیا کے لئے حاصل کیا تاکہ اسے پالیں پس وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوگئے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، جلد1، صفحہ95، دار إحياء الكتب العربية، الحلبی)

سنن دارمی میں ہے کہ عبیداللہ بن عمر سے مروی ہے "أن عمر بن الخطاب عليه رضوان الله تعالى، قال :لعبد الله بن سلام رضى الله عنه :من أرباب العلم؟ قال الذين يعملون بما يعلمون، قال :فما ينفي العلم من صدور الرجال، قال :الطمع" ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن سلام سے ارباب علم کے متعلق پوچھا؟ انہوں نے فرمایا وہ جو جانتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو علم کو لوگوں کے سینوں سے مٹا دیتی ہے فرمایا لالچ۔

(سنن الدارمی، باب صیانۃ العلم، جلد1، صفحہ469، دار المغنی، السعودیۃ)

جامع بیان العلم وفضلہ میں ہے "فقال ابو حازم لو كنت غنيا لعرفتني ان العلماء كانوا يفرون من السلطان ويطلبهم وانهم اليوم ياتون ابواب السلطان والسلطان يفرمنهم" ترجمہ: ابوحازم نے کہا اگر میں غنی ہوتا تو جان لیتا کہ (ایک وقت تھا) علماء سلطانوں سے بھاگتے تھے اور سلطان انہیں طلب کرتے تھے اور آج حالت یہ ہے کہ علماء سلطانوں کے دروازوں پر جاتے ہیں اور سلطان ان سے بھاگتے ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، جلد1، صفحہ 635، دار ابن الجوزی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

جس طرح ان احادیث واقوال میں بےعملوں کی مذمت کی گئی ہے اسی طرح صوفیا نے بھی اپنے انداز سے بےعملوں کی مذمت کی ہے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبر مُلاں کرن وڈھیائی ہو
ساون ماہ دے بدلاں وانگوں پھرن کتاباں چائی ہو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا پڑھن کلام سوائی ہو
دونویں جہانیں مٹھے باہو جناں کھادی ویچ کمائی ہو

ان ابیات میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ حفظ وعلم دین ایک کمال ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا اسی لئے بعض حافظ واہل علم لوگ اس کمال کو پاکر تکبر اور برائی کرتے ہیں۔ پھر اس علم کو دنیا کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں جس طرح بارشوں کے موسم میں بادل ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رہتے ہیں اسی طرح یہ دنیاداروں کی محافل کی تلاش میں پھرتے ہیں کہ کہاں کوئی محفل ہو۔ محفل جتنی بڑی ہوگی اس میں خوب بطور لالچ خوب سروں سے نعت وتلاوت کرتے ہیں۔ کیونکہ علم دین حاصل کرنے کا یہ مقصد نہیں تھا اس لئے ایسے دنیادار اہل علم دونوں جہاں میں اس علم کا فائدہ

حاصل نہ کر کے ناکام ہوتے ہیں۔

بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سر تے ٹوپی نیت کھوٹی کی لینا پڑھ نمازاں

بلھے شاہ پتہ تدھ لگنا جدھ چڑیاں آنا ہتھ بازاں

اس شعر میں بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ بغیر اخلاص کے نماز پڑھنے والے کی مذمت کر رہے ہیں کہ تیری نیت نماز سے حصول رضائے الٰہی نہیں بلکہ دنیا والوں کے نظر میں نیک بننا مقصود ہے اور تجھے اس کا انجام تب معلوم ہوگا جب قبر و حشر میں تو اس کا ثواب نہ پائے گا اور اُلٹا عذاب پائے گا۔ گویا کہ یہ شعر مسلم شریف میں موجود اس حدیث کی شرح ہے "عن أبی هريرة فقال له ناتل أهل الشام أيها الشيخ حدثنا حديثا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن أول الناس يقضى يوم القيامة عليه رجل استشهد فأتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال قاتلت فيك حتى استشهدت قال كذبت ولكنك قاتلت لأن يقال جرىء فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقى فى النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فأتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن قال كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارىء فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقى فى النار ورجل وسع الله عليه وأعطاه من أصناف المال كله فأتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال ما تركت من سبيل تحب أن ينفق فيها إلا أنفقت فيها لك قال كذبت ولكنك

فعلت ليقال هو جواد فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه ثم ألقى فى النار" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناتل نامی ایک شخص نے کہا اے شیخ آپ مجھے وہ حدیث سنایئے جو آپ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا اس کو بلایا جائے گا اور اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو نے اس لئے قتال کیا تھا تا کہ تو بہادر کہلائے سو تجھے بہادر کہا گیا۔ پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا حتیٰ کے اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا اس کو بلایا جائے گا اور اس کو اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو سکھلایا اور تیرے لئے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لئے علم حاصل کیا تھا تا کہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا تا کہ تو قاری کہلائے۔ سو تجھے عالم و قاری کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص پر اللہ نے وسعت کی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا اس کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور وہ نعمتیں دکھائی جائیں گی اور جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں مال خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے اللہ

تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے یہ کام اس لئے کیے تاکہ تجھ کو سخی کہا جائے سو تجھ کو سخی کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا اور پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ،کتاب الامارۃ،باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار،جلد 3،صفحہ1513،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

علم کی بات پر جعلی پیر بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بہت پڑھتے ہیں:

علموں بس کریں اور یار

اس کلام میں بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم حاصل کرنے کی ممانعت نہیں فرمائی کیونکہ علم حاصل کرنے اور اسکے فضائل پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔جب قرآن و حدیث کے مقابل اگر کسی صوفی کا قول آئے گا تو اس قول کی تاویل کی جائے گی ورنہ قرآن و حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔اس شعر کی تاویل یہ ہے کہ بابا بلھے شاہ اس شعر میں عمل کی ترغیب دے رہے ہیں کیونکہ علم تو مرتے دم تک ختم نہیں ہوتا اگر ساری زندگی علم حاصل کرنے میں گزار دی تو عمل کب کرے گا اور دوسرا یہ کہ علم وہی فائدہ مند ہے جو نافع ہو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم نافع کی دعا مانگا کرتے تھے اور غیر نافع سے پناہ مانگتے تھے۔لہٰذا اگر علم کی وجہ سے تکبر و گمراہی ہو رہی ہے تو ایسے علم کو چھوڑ دیا جائے اور کسی ولی کامل کی صحبت میں رہ کر عمل کیا جائے کہ بغیر رہبر کے ہدایت نہیں ملتی چنانچہ اسی کافی میں فرماتے ہیں:

پڑھ پڑھ علم لگاویں ڈھیر
قرآن کتاباں چار چوفیر
گھر دے چانن وچ انھیر

باجھوں رہبر خبر نہ سار
علموں بس کریں اور یار

اسی طرح اور بھی کئی اشعار اور صوفیا کہ اقوال ہیں جن میں انہوں نے اہل علم والوں کو جھنجھوڑا ہے تاکہ وہ اس علم کو دنیا کے لئے نہ حاصل کریں اور نہ اس کو پانے کے لئے اپنا علم بیچیں بلکہ دین کی بلندی کے لئے حاصل کریں خود بھی اس سے مستفید ہوں اور لوگوں کو بھی کریں۔ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"حدثنی رجل من اھل العراق انھم مروا علی ابی ذرفسالوہ یحدثھم فقال لھم تعلمن ان ھذہ الاحادیث التی یبتغی بھا وجہ اللہ تعالیٰ لایتعلمھا احد یرید بھا عرض الدنیا وقال لایرید بھا الاعرض الدنیافیجد عرف الجنۃ ابدا" ترجمہ:اہل عراق کے ایک آدمی نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی کہ وہ ابی ذر کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ابوذر سے کہا کہ ہمیں حدیث بیان فرمائیں تو ابوذر نے ان سے فرمایا کہ ان احادیث کو سیکھو تاکہ ان کے ذریعے اللہ عزوجل کی رضا حاصل کی جائے تم میں سے کوئی اسلئے نہ سیکھے کہ ان احادیث کے ذریعے دنیا کو حاصل کرے یا فرمایا کے ان کے ذریعے دنیا کی کمائی کا ارادہ نہ کرے تو وہ ہمیشگی والی جنت کی معرفت کو پالے گا۔ (الزھد،صفحہ15)

حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں:"علم کی دو قسمیں ہیں:علم عارفیت اور علم عاریت۔علم عارفیت علم ربوبیت کا نام ہے اور علم عاریت علم دنیائے مردار ہے۔دنیا کے لئے الدنیا صنام وعیش فیھا اختلام وارد ہے اور جو علم کہ محض دنیا کے لیے پڑھا جائے وہ ابوجہل کا ہم نشین بنایا جائے گا اور جو علم لوجہ اللہ پڑھا جائے گا وہ مجلس محمدی میں پہنچا کر آپ کو ہم نشین بنائے گا۔" (عین الفقر،صفحہ 85،باہو پبلیشرز،گوجرانوالہ)

ان احادیث واقوالِ صوفیا میں بے عملی کی مذمت کی گئی ہے نہ کہ علم شریعت کی لیکن یہ جعلی پیروں نے ان باتوں سے یہ سمجھ لیا کہ اس علم کا کوئی فائدہ نہیں آرام سے بیٹھے مریدوں سے خدمت کرواتے رہتے ہیں اور آجکل کے کئی مرید بھی ایسے پیر کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ جو انہیں نماز پڑھنے، داڑھی رکھنے کا نہ کہے اور نہ ہی گانے باجے جیسے برے کاموں سے روکے۔ اس نظریے پر دلیل پیش کرنے کے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام، تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان، تمام تابعین، وتبع تابعین، صوفیا کاملین رحمہم اللہ المبین کو چھوڑ کرایسے اِکا دُکا داڑھی منڈے، بے نمازی صوفی قسم کی شخصیات کو لائیں گے جن کے افعال ہمارے لئے حجت نہیں ہمارے لئے نمونہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ المبین ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں: ''شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے ایک مرتبہ محفلِ سماع کا پروگرام بنایا۔ مرید غزل خوانوں سے دف پر سماع سن رہے تھے اور محفل میں شیخ نصیر الدین محمود دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ آپ اُٹھ کر جانے لگے تو دوستوں نے بیٹھنے کے لئے اصرار کیا تو فرمایا یہ خلافِ سنت چیز ہے میں اسے ہرگز گوارہ نہیں کرتا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سماع کے ناجائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے شیخ کے طریقے سے انحراف کرتے ہیں۔ آپ نے ان دوستوں کو جواب دیا کہ شیخ کا قول حجت شرعیہ نہیں۔ قرآن وحدیث سے دلیل پیش کرنا چاہئے۔ بعض اہل ہوا اور خودغرض لوگوں نے یہ بات شیخ نظام الدین کی خدمت میں پیش کی اور کہا کہ شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ یوں کہتے ہیں۔ چونکہ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اصل واقعہ کی پہلے سے اطلاع مل چکی تھی اس لئے ان لوگوں سے فرمایا کہ شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ٹھیک فرماتے ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہی حق ہے۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی کی محفل سماع میں مزامیر (باجے) وغیرہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی تالیاں بجائی جاتی تھیں۔ اگر آپ سے کوئی کسی کے متعلق یہ کہتا کہ فلاں باجے وغیرہ سنتا ہے تو آپ اسے منع فرمادیتے اور فرماتے کہ باجے وغیرہ سننا شریعت میں ناجائز اور ممنوع ہیں۔''

(اخبار الاخیار، صفحہ 215، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

علم کے فضائل پر بے شمار حدیثیں ہیں بلکہ عالم کو عابد سے بڑا مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علماء کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنکم "یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تمہارے ادنی پر۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، جلد 1، صفحہ 74، المکتب الإسلامی، بیروت)

عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت کہا گیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "خمس من العبادۃ قلۃ الطعم و القعود فی المساجد و النظر الی الکعبۃ و النظر الی المصحف و النظر الی وجہ العالم " ترجمہ: پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔

(الفردوس بمأثور الخطاب، حدیث 2969، جلد 2، صفحہ 195، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

قرآن پاک میں ہے ﴿الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔

(سورۃ الرحمن، سورت 55، آیت 1 تا 3)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان جہاں اور وجوہات کی بنا پر سب سے افضل ہے اس میں ایک علم بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا۔ تفسیر

بغوی میں ہے" خلق الإنسان يعنى محمدًا صلى الله عليه وسلم علمه البيان يعنى بيان ما كان وما يكون " ترجمہ: انسان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا اور انہیں جو ہو چکا اور جو قیامت تک ہو گا سب کا علم سکھایا۔

دیکھیں علم کیسی نعمت ہے کہ جسے اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا اور یہی علم تھا جس نے کو فرشتوں لاجواب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آپ کی امت کو علم عطا فرما کر سب سے افضل کیا گیا چنانچہ اس کی تفسیر میں روح البیان میں ہے "قال ابن عطاء رحمه الله لما قال الله تعالى (وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا) أراد ان يخص امة محمد بخاصة مثله فقال (الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآن)اى الذى علم آدم الاسماء وفضله بها على الملائكة هو الذى علمكم القرء آن وفضلكم به على سائر الامم" ترجمہ: حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور آدم علیہ السلام کو تمام ناموں کا علم سکھایا" تو اللہ عزوجل نے ارادہ کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بھی اس کی مثل علم کے ساتھ خاص کرے تو فرمایا "الرحمٰن نے قرآن کا علم سکھایا" یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم سکھا کر فرشتوں پر فضیلت دی اسی رب تعالیٰ نے تمہیں قرآن سکھا کر تم کو تمام امتوں پر فضیلت دی۔

لہٰذا علم کی عظمت کو تو اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا ہے۔ جس کا انکار وہی کرے گا جو جاہل ہو گا۔ بے عمل عالم کی مثال دیتے ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "العالم بغير عمل كالمصباح يحرق نفسه ويضيء للناس" ترجمہ: عالم بے عمل مثل شمع کے ہے کہ خود جلتا ہے اور تمہیں روشنی پہنچاتا ہے۔"

(الفردوس بمأثور الخطاب، جلد3، صفحہ 73، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب میں ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں:" چار بندے قیامت والے دن بغیر حساب جنت میں جائیں گے: عالم باعمل، حاجی جس نے حج کیا اور فحش گوئی اور فجور نہ کیا حتیٰ کہ اسی حالت میں موت آئی، شہید، سخی۔"

(مکاشفۃ القلوب)

اُستادِ محترم مفتی محمد قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رسائلِ قادریہ میں لکھتے ہیں:" شریعت کا عالم اگر باعمل بھی ہو تو چاند ہے کہ خود ٹھنڈا اور دوسروں کو روشنی دینے والا اور اگر باعمل نہ تو شمع کی طرح ہے کہ خود جلے مگر دوسروں کو روشنی دے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" اس شخص کی مثال جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے اور خود کو بھلائے ہوئے ہے اس فتیلے (چراغ کی بتی) کی طرح ہے جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے۔" (بزار، طبرانی) نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" جب کوئی شخص قرآن پڑھ لے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں خوب یاد کر لے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نائبوں میں سے ایک ہے۔"

(رسائل قادریہ، شریعت و طریقت، صفحہ 80، مکتبہ اہلسنت، فیصل آباد)

ان جعلی پیروں کی یہ سمجھ نہیں آتی کہ اگر کوئی علم پڑھ کر بھی بے عمل ہے کم از کم اسے شریعت کی کتابوں کو پڑھنے لوگوں کو مسئلے مسائل بتانے کا تو ثواب ملے گا۔ یہ تو پتہ ہو گا کہ کو ن سا عمل گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے "ذنب العالم ذنب واحد و ذنب الجاهل ذنبان قيل و لم يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم العالم يعذب على ركوبه الذنب و الجاهل يعذب على ركوبه الذنب و ترك التعلم" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم کا

گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ، کسی نے عرض کی یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس لئے؟ فرمایا عالم پر وبال اسی کا ہے کہ گناہ کیوں کیا اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کا اور دوسرا نہ سیکھنے کا۔ (الفردوس بماثور الخطاب، جلد2، صفحہ248، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے جعلی پیروں کے ساتھ اُن لوگوں کا بھی رَد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ زیادہ پکڑ تو ان مولویوں کو ہوگی جن کو علم ہے ہم تو انجان ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں گے لاعلمی میں گناہ معاف ہے معاذ اللہ عزوجل۔

ثابت ہوا کہ صوفیا نے بھی احادیث کی شرح کرتے ہوئے بے عملی کی مذمت کی ہے علم کی نہیں بلکہ علم حاصل کرنے پر زور دیا ہے اور جاہل شریعت کی مخالفت کرنے والے صوفیوں کی مذمت کی ہے۔ کشف المحجوب میں حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ غافل عالم، جاہل صوفی کے بارے میں فرماتے ہیں: ''شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: ''تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو، ایک غافل علماء سے، دوسرے مداہنت کرنے والے فقراء سے تیسرے جاہل صوفیاء سے۔'' غافل علماء وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے اور شریعت میں آسانی کے متلاشی رہتے ہیں، بادشاہوں کی غلامی کرتے، ظالموں کا دامن پکڑتے ہیں، ان کے دروازوں کا طواف کرتے ہیں، خلق میں عزت وجاہ کو اپنی محراب گردانتے ہیں، اپنے غرور وتکبر اور اپنی خود پسندی پر فریفتہ ہوتے ہیں، دانستہ اپنی باتوں میں رقت وسوز پیدا کرتے ہیں، ائمہ و پیشواؤں کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں، بزرگانِ دین کی تحقیر کرتے ہیں اور ان پر زیادتی کرتے ہیں۔ اگر ان کے ترازو کے پلڑے میں دو جہان کی نعمتیں رکھ دو تب بھی وہ اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہ آئیں گے۔ کینہ وحسد کو انہوں نے اپنا شعار مذہب قرار دیا ہے

۔ بھلا ان باتوں کا علم سے کیا تعلق؟ علم تو ایسی صفت ہے جس سے جہل و نادانی کی باتیں اربابِ علم کے دلوں سے فنا ہو جاتی ہیں۔

اور مداہنت کرنے والے فقراء وہ ہیں جو ہر کام اپنی خواہش کے مطابق کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ باطل ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ اس کی تعریف ومدح کرتے رہیں گے اور جب کوئی کام ان کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے چاہے وہ حق ہی کیوں نہ ہو تو وہ اسکی مذمت کرتے ہیں اور مخلوق سے ایسا سلوک کرتے
ہیں جس میں جاہ ومرتبہ کی طمع ہوتی ہے اور عمل باطل پر خلق سے مداہنت کرتے ہیں۔

جاہل صوفیاء وہ ہیں جن کا کوئی شیخ ومرشد نہ ہو اور کسی بزرگ سے انہوں نے تعلیم و ادب حاصل نہ کیا ہو۔ مخلوق خدا کے درمیان بن بلائے مہمان کی طرح خود بخود کود کر پہنچ گئے ہوں۔ انہوں نے زمانہ کی ملامت کا مزہ تک نہیں چکھا۔ اندھے پن سے بزرگ کے کپڑے پہن لیے اور بے حرمتی سے خوشی کے راستی پر چل کر ان کی صحبت اختیار کرلی۔ غرضیکہ وہ خودستائی میں مبتلا ہو کر حق وباطل کی راہ میں قوت امتیاز سے بیگانہ ہیں۔

یہ تین گروہ ہیں جن کو شیخ کامل ہمیشہ یاد رکھے اور اپنے مریدوں کو ان کی صحبت سے بچنے کی تلقین کرے، یہ تینوں گروہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اور انکی روش ناقص و نامکمل اور گمراہ کرنے والی ہے۔'' (کشف المحجوب، صفحہ36، شبیر برادرز، لاہور)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ عقل بیدار میں لکھتے ہیں: ''جو شخص عمر بھر علم وعمل میں مصروف رہے وہی فقیر کامل ہے۔'' (عقل بیدار، صفحہ21 باہو پبلشرز، گوجرانوالہ)

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ توفیق ہدایت میں فرماتے ہیں: ''جو فقر فقری محمدی کے

فیضان کا نتیجہ ہو فقیر کے لیے باعث فخر ہے۔"

(توفیق ہدایت، صفحہ 128، ماہبو پبلیشرز، گوجرانوالہ)

حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر شخص پر لازم ہے کہ احکام الٰہی عزوجل اور ربانی کے علم کے حصول میں مشغول رہے۔ بندے کا علم وقت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے یعنی جس وقت جس علم کی ضرورت ہو خواہ ظاہر میں ہو یا باطن میں اس کا حاصل کرنا فرض کیا گیا ہے۔ اس علم کے دو حصے ہیں ایک کا نام علم اصول ہے دوسرے کا نام فروع۔ ظاہر علم اصول میں کلمہ شہادت یعنی " لا الہ الله و اشهد ان سیدنا محمد اعبده و رسوله " ہے اور باطن علم اصول میں تحقیق معرفت یعنی حق تعالیٰ کی معرفت میں کوشش کرنا ہے اور ظاہر علم فروع میں لوگوں سے حسن معاملہ اور باطن علم فروع میں نیت کا صحیح و درست رکھنا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا قیام بغیر دوسرے کے محال و ناممکن ہے اس لئے کہ ظاہر حال، باطنی حقیقت کے بغیر نفاق ہے۔ اسی طرح باطن بغیر ظاہر کے زندقہ اور بے دینی ہے۔ ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص و نامکمل ہے اور باطن بغیر ظاہر کے ہوس۔"

(کشف المحجوب، صفحہ 29، شبیر برادرز، لاہور)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "راہ سلوک کے راہی کے لئے تین علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ (1) علم التوحید (2) علم السرّ (3) علم الشریعت۔" پھر آگے علم الشریعت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "علم شریعت میں سے اس حد تک جاننا فرض ہے جس سے امورِ واجبہ کو ادا کرنا ممکن ہو جیسا کہ طہارت اور نماز و روزہ کے مسائل ہیں جہاں تک حج، زکوٰۃ اور جہاد کا تعلق ہے تو اگر ان امور کا مکلف اور صاحب استطاعت ہے تو پھر ان کے مسائل کی معرفت بھی ضروری ہے تاکہ کما حقہ ان کی ادائیگی بھی ممکن ہو سکے۔"

(منہاج العابدین، صفحہ 48،49، شبیر برادرز، لاہور)

سلطان باہو عین الفقر میں فرماتے ہیں:

علم را آموز اول آخرش این جا بیا

جاہلاں را پیش حضرت حق تعالیٰ نیست جا

ترجمہ: پہلے علم حاصل کر اس کے بعد (فقیری کے) دروازے میں آ کیونکہ دربار الٰہی میں جاہل کا گزر نہیں۔

(عین الفقر، صفحہ 34، ماہبو پبلیشرز، گوجرانوالہ)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وصول الی اللہ کا راستہ یہی شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے و بس شریعت کے سوا اللہ تک راہیں بند ہیں امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" علم الباطن لا یعرفه الا من عرف علم الظاهر "علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں "وما اتخذ الله ولیا جاهلا" اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا۔۔۔۔۔۔ حضرت سیدی نجم الدین کبریٰ سلسلہ کبرویہ رضی اللہ عنہ اپنے شیخ و مرشد رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں ولی جب تک شریعت کو مکمل طور پر نہ اپنائے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا بلکہ اگر اس کا انکار کرے تو کافر ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 557، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی حدیثیہ میں شیخ الاسلام ابن حجر الہیتمی المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی " ما اتخذ الله من ولی جاهل ولو اتخذه لعلمه" یعنی اللہ عزوجل کسی جاہل کو اپنا ولی نہیں بناتا اور اگر بنائے تو اسے علم سکھا دیتا ہے۔"

(فتاوی حدیثیہ، صفحہ 173، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

طبقات الکبریٰ میں حضور پُر نور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ عالیشان ہے

"لاتری لغیر ربك و جود مع لزوم الحدود و حفظ الاوامر و النواهی فان انخرم فیك شئی من الحدود فاعلم انك مفتون قد لعب بك الشیطان فارجع

الی حکم الشرع والزمه و دع عنك الهوی لان کل حقیقة لا تشهد لها الشریعة فهی باطلة " ترجمہ: غیر خدا کو موجود نہ دیکھنا اس کے ساتھ ہو تو اس کی باندھی ہوئی حدوں سے کبھی جدا نہ ہو اور اس کے ہر امر و نہی کی حفاظت کرے اگر حدودِ شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ فتنہ میں پڑا ہوا ہے بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکمِ شریعت کی طرف پلٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی خواہش نفسانی چھوڑ اس لئے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے۔

(الطبقات الکبری للشعرانی، جلد 1، صفحہ 131، مصطفٰے البابی مصر)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "الشریعة المطهرة المحمدیة ثمرة شجرة الملة الاسلامیة شمس اضاءت بنورها ظلمة الکونین اتباع شرعه یعطی سعادة الدارین احذر ان تخرج من دائرته ایاك ان تفارق اجماع اهله" ترجمہ: شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درختِ دینِ اسلام کا پھل ہے شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں۔ شرع کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشی ہے خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار اہلِ شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔

(بہجۃ الاسرار، صفحہ 40، مصطفٰے البابی، مصر)

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تفقه ثم اعتزل من عبد الله بغیر علم کان یا یفسده اکثر مما یصلحه خذ معك مصباح شرع ربك" ترجمہ: فقہ حاصل کر اس کے بعد خلوت نشین ہو جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا اپنے ساتھ شریعتِ الٰہیہ کی شمع لے لے۔

(بہجۃ الاسرار، صفحہ 53، مصطفٰے البابی، مصر)

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" کل باطن یخالفه ظاهر فهو

باطل "ترجمہ: جو باطن کہ ظاہر اس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔

(الرسالة القشیریة، جلد 1، صفحہ 98، دار المعارف، القاہرہ)

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کی شرح میں فرماتے ہیں "لانه وسوسة شیطانیة و زخرفة نفسانیة حیث خالف الظاهر" ترجمہ: اس لئے کہ جب اس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔

(الحدیقة الندیه، جلد 1، صفحہ 186، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

حضرت سیدنا حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "من صحح باطنه بالمراقبة والاخلاص زین الله ظاهره بالمجاهدة واتباع السنة" ترجمہ: جو اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح کرلے گا لازم ہے کہ اللہ عزوجل اس کے ظاہر کو مجاہدہ و پیروی سنت سے آراستہ فرمادے۔ (الرسالة القشیریة، جلد 1، صفحہ 51، دار المعارف، القاہرہ)

حضرت سیدنا ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" خلاف السنة یا بنی فی الظاهر علامة ریاء فی الباطن "ترجمہ: اے میرے بیٹے ظاہر میں سنت کا خلاف اس کی علامت ہے کہ باطن میں ریاکاری ہے۔

(الرسالة القشیریة، جلد 1، صفحہ 82، دار المعارف، القاہرہ)

حضرت جعفر بن محمد خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" لا اعرف شیئا افضل من العلم بالله و باحکامه فان الاعمال لا تزکو الا بالعلم ومن لا علم عنده فلیس له عمل و بالعلم عرف الله واطیع ولا یکره العلم الا المنقوص" ترجمہ: میں کوئی چیز معرفتِ الٰہی عزوجل وعلم احکامِ الٰہی عزوجل سے بہتر نہیں جانتا، اعمال بے علم کے پاک نہیں ہوتے۔ بے علم کے سب عمل برباد ہیں۔ علم ہی سے اللہ عزوجل کی معرفت و معرفتِ اطاعت ہوئی۔ علم کو وہ ہی ناپسند رکھے گا جو کم بخت ہو۔

(الطبقات الکبری للشعرانی ،جلد1،صفحہ118،مصطفٰے البابی ،مصر)

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں: ''کچھ فتنہ کے مارے ہوؤں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے کہ صوفی کہلائیں حالانکہ ان کو صوفیہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ غرور غلط میں ہیں بکتے ہیں کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف ہوگئے ہیں اور یہی مراد کو پہنچ جانا ہے اور رسومِ شریعت کی پابندی عوام کا مرتبہ ہے۔ ان کا یہ نظریہ خالص الحاد و زندقہ اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جاتا ہے اس لئے کہ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔''

(عوارف المعارف ، صفحہ 72،71،مطبعۃ المشہد الحسینی ،قاہرہ)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: ''ایک گروہ معرفت و وصول کا دعوی رکھتا ہے حالانکہ معرفت و وصول کا نام ہی نام جانتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ سب اگلے پچھلوں کے علم سے اعلیٰ ہے تو وہ فقیہوں مفسروں محدثوں سب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں اور علماء کو حقیر جانتا ہے اپنے واصل بخدا ہونے کا دعوی کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ عزوجل کے نزدیک فاجروں اور منافقوں میں سے ہے۔''

(احیاء العلوم ، جلد3،صفحہ405، المشہد الحسینی ،قاہرہ)

حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں "اعلم ان میزان الشرع الموضوعۃ فی الارض ھی ما بایدی العلماء من الشریعۃ فھما خرج ولی عن میزان الشرع المذکورۃ مع وجود عقل التکلیف وجب الانکار علیہ'' ترجمہ: جان لو کہ میزان شرع جو اللہ عزوجل نے زمین میں مقرر فرمائی ہے وہ یہی ہے جو علماء شریعت کے ہاتھ میں ہے تو جب کبھی کوئی ولی اس میزان شرع سے باہر نکلے اس حال میں کہ عقل سلامت ہو تو اس پر انکار واجب ہے۔

(الیواقیت و الجواہر ، جلد1،صفحہ 26، مصطفٰے البابی ، مصر)

حضرت عبدالغنی نابلسی قدس سرہ فرماتے ہیں " مایدعیہ بعض المتصوفۃ فی زماننا انکم معشر اھل العلم الظاھر تاخذون احکامکم من الکتاب والسنۃ وانا ناخذ من صاحبہ ھذا کفر لا محالۃ بالاجماع من وجوہ الاول التصریح بعدم الدخول تحت احکام الکتاب والسنۃ مع وجود شروط التکلیف من العقل و البلوغ'' ترجمہ: وہ جو ہمارے زمانے کے بعض صوفی بننے والے دعوی کرتے ہیں کہ اے علم ظاہر والو تم اپنے احکام کتاب وسنت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحب قرآن سے لیتے ہیں یہ بالاجماع قطعا بوجوہ کثیر کفر ہے یہ عقل و بلوغ شرائط تکلیف ہوتے ہوئے کہہ دیا کہ ہم زیرِ احکام شریعت نہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ ، جلد1،صفحہ155، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''صوفیائے کرام فرماتے ہیں ''صوفی بے علم مسخرہ شیطان است'' وہ جانتا ہی نہیں شیطان اسے اپنی باگ ڈور پر لگا دیتا ہے حدیث میں ارشاد ہوا "المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون'' یعنی بغیر فقہ کے عابد بننے والا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی) عابد بنتا ہے وہ ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں ۔ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے انہون نے ایک صاحبِ ریاضت ومجاہدہ کا شہرہ سنا ان کے بڑے بڑے دعوے سننے میں آئے ان کو بلایا اور فرمایا یہ کیا دعوے ہیں جو میں نے سنے عرض کی مجھے دیدار الٰہی عزوجل روز ہوتا ہے ان آنکھوں سے سمندر پر خدا کا عرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے۔اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدار الٰہی عزوجل دنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال (ناممکن) ہے

سوائے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی فوق السمٰوات والعرش دیدار ہوا دنیا نام ہے آسمانوں اور زمین کا۔ خیر ان بزرگ نے ایک عالم صاحب کو بلایا ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے انہوں نے عرض کی بے شک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ان ابلیس یضع عرشه علی البحر " شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے ۔انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا اسی کی عبادت کرتا رہا اسی کو سجدے کرتا رہا۔ اپنے کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ سیدی ابوالحسن جوسقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں حضرت سیدی ابوالحسن علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلے میں بٹھایا۔ ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا کیوں روتے ہو؟ عرض کیا حضرت شب قدر میری نظروں میں ہے شجر، حجر اور دیوار و در سجدہ میں ہیں نور پھیلا ہوا ہے میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینے تک ہے جس سے میں سجدہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے روتا ہوں۔ فرمایا اے فرزند! وہ سلاخ نہیں وہ تیر ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے شب قدر وغیرہ کچھ نہیں۔ عرض کی حضور میری تشفی کے لئے کوئی دلیل ارشاد ہو۔ فرمایا اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجاً سمیٹو سمیٹنا شروع کیا جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی بدل کر اندھیرا ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے بالکل اندھیرا ہو گیا۔ آپ کے ہاتھوں میں شور وغل ہونے لگا حضرت مجھے چھوڑیئے میں جاتا ہوں تب ان مرید کی تشفی ہوئی۔ (پھر فرمایا) بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے تاگے کی لگام ڈالتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے بعد

نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں ابلیس کا تخت بچھتا ہے شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے کوئی کہتا ہے اس نے اتنی شرابیں پلائیں، کوئی کہتا ہے اس نے اتنے زنا کرائے سب کی ابلیس سنتا ہے۔ کسی نے کہا اس نے آج فلاں دینی طالب علم کو پڑھنے سے باز رکھا۔ سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے لگا لیا اور کہا انت انت تو نے کام کیا اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے ان کو کچھ نہ کہا اور اسکو اتنی شاباشی دی۔ ابلیس بولا تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے بتاؤ وہ کونسی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو۔ انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لیے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور شیاطین مخفی رہے اور یہ انسان کی شکل بنا کر رستہ پر کھڑا ہو گیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے راستہ میں ابلیس کھڑا ہی تھا۔ السلام علیکم، وعلیکم السلام! حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ عابد نے فرمایا جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا کیا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان آسمانوں اور زمینوں کو اس چھوٹی سے شیشی میں داخل کر دے۔ عابد صاحب نے سوچا اور کہا، کہاں آسمان و زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جائیے اور شیاطین سے کہا دیکھو اس کی راہ ماردی اسکو اللہ کی قدرت پر ایمان نہیں عبادت کس کام کی۔ طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس نے کہا السلام علیکم، وعلیکم السلام مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے انہوں نے فرمایا پوچھو جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے اس نے وہی سوال کیا۔ عالم نے کہا ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر

چاہے تو کروڑوں آسمان وزمین داخل کردے ﴿ ان الله علی كل شیئی قدیر ﴾ عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا دیکھا یہ علم ہی کی برکت ہے۔"

(ملفوظات اعلی حضرت، حصہ3، صفحہ 303، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

الحمدللہ عزوجل! ان تمام دلائل سے سورج سے زیادہ یہ بات روشن ہوگئی کہ علم و علماء کی تعریف قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین نے حد درجہ تک کی ہے۔ اور ایسے پیروں کا زبردست رَد کیا ہے جو بے علم ہیں اور علم وعلماء کی برائیاں کرتے ہیں۔ اور بزرگوں نے ان علماء کی مذمت کی ہے جو بے عمل، بدمذہب، دنیادار، حب جاہ والے ہوں۔ باقی عالم باعمل دنیا وآخرت میں کامیاب ہے وکامران ہے اور کئی عابدوں سے بڑھ کر اس کا درجہ ہے۔ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:" عالم باعمل بے شک اللہ کا ولی ہے۔ تفسیر صاوی، جلد2 صفحہ 182 میں ہے کہ حضرت امام اعظم اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "اذالم تكن العلماء اولياء الله فليس لله ولى و ذلك فى العالم العامل بعلمه" یعنی جب علماء اولیاء اللہ نہیں تو پھر کوئی اللہ کا ولی نہیں اور یہ اس عالم کے بارے میں ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو۔"

(فتاوٰی فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 640، شبیر برادرز، لاہور)

علماء دین کی غیبت کرنا ان پر بہتان باندھنا سخت حرام اور قیامت والے دن شدید پکڑ ہے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:" قیامت کے دن فقیہ کی غیبت کرنے والے کے چہرے پر لکھا ہوگا اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس۔"

(مکاشفۃ القلوب، صفحہ 140، ضیاء القرآن، لاہور)

علماء کرام کی توہین کرنا کفر ہے۔ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو مولویوں پر جملے کستے اور ان کے متعلق لطیفے سناتے ہیں۔ دینی مدارس پر تنقید کرکے لوگوں کو اس سے دور کرتے ہیں۔ اگر یونہی چلتا رہا تو علماء اور حفاظ ہونے کم ہوتے جائیں گے پھر ایسا ہوگا جس

کی پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی " یاتی علی الناس زمان یقومون ساعة لا یجدون إماما یصلی بهم" ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ نماز کے لئے کھڑے ہونگے اور کوئی امام نہ ملے گا جو ان کی امامت کرے۔

(سنن ابن ماجه، اقامة الصلوة والسنة فيها، مایجب علی الامام، جلد1، صفحه314، دار إحياء الكتب العربية، الحلبي)

صلح کلیت وموالات کا نظریہ رکھنا

سب بدمذہبوں کے عقائد ونظریات کو غلط نہ کہنا ان سے اتحاد کرنا صلح کلی کہلاتا ہے اور کافروں سے دوستیاں بڑھانا انہیں اپنا رازدان بنانا، اپنی محافل میں انہیں بلانا اور انکے تقاریب میں جانا کبھی ہندوؤں کی ہولی اور کبھی عیسائیوں کے کرسمس ڈے میں شرکت کرنا یہ سب موالات کہلاتا ہے۔ صلح کلی وموالات موجودہ دور کے جعلی پیروں اور گمراہ عالموں کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک جعلی پیر نے داڑھی بھی رکھی ہو نمازیں بھی پڑھتا ہو بہت بڑا عالم دین بھی ہو لیکن صلح کلی کا قائل ہو۔ جعلی پیر کہیں گے کہ کفر وشرک اور گمراہی کے فتوے لگانا تو مولویوں کا کام ہے تصوف کی نظر میں سب انسان ایک جیسے اشرف المخلوقات ہیں، سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے، اسلام محبت کا درس دیتا ہے، بزرگانِ دین فرقہ واریت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" نہ میں سنی نہ میں شیعہ میرا دونواں توں دل سڑیا ہُو" اسی طرح بزرگانِ دین کے اقوال کو غلط رنگ دے کر پیش کریں گے۔

صلح کلی وموالات ایسی بیماری ہے جسے طبیب (علماء اہلسنت) تو جان لیتے ہیں لیکن جوان جیسوں سے وابستہ ہیں اُن کے دلدادہ ہیں وہ اس مریض کی بیماری سے بے

خبر رہتے ہیں اور بتانے پر بھی انہیں یقین نہیں ہوتا کیونکہ دلائلِ باطلہ اور محبت آڑے آجاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے "حبك الشیء یعمی و یصم "ترجمہ: شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث أبي الدرداء، جلد36، صفحہ24، مؤسسة الرسالة، بیروت)

صلح کلی و موالات کا قائل وہی ہوگا جو حُبِ جاہ کا متوالا ہوگا اور اسکی یہ تمنا ہوتی ہے کہ سب لوگ کفار و بدمذہبوں سمیت میری شان و علمیت کا قائل ہو جائیں اور میرے پیروکار ہو جائیں، اس کے لئے وہ کفار اور بدمذہبوں سے موالات قائم کرتا ہے ان کی مجالس میں جائے گا ان سے میل جول بڑھائے گا اور اپنے مریدوں اور ماننے والوں کے کہے گا کہ میں اس طرح ان کا عقیدہ درست کروں گا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگانِ دین، رحمہم اللہ بھی تو اسی طرح تبلیغ کیا کرتے تھے۔

صلح کلی و موالات والوں کے دلائل باطل کا جواب یہ ہے: سب سے پہلے ان کی دلیل کہ "سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے" بالکل غلط ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 19)

اور آیت 85 میں ہے ﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 85)

انسان اگرچہ اشرف المخلوقات ہے لیکن گمراہ و کافر جانور سے بھی بدتر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا

یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی اور دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

(سورۃ الاعراف، سورت 7، آیت 179)

کنز العمال کی حدیث پاک ہے "عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اهل البدع كلاب اهل النار" ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔

(کنزالعمال، فصل فی البدع، جلد 1، صفحہ 223، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یہ کہنا کہ اسلام محبت کا درس دیتا ہے، بے شک دیتا ہے لیکن مسلمانوں کے ساتھ کفار کے ساتھ محبت کرنے کا اسلام ہرگز درس نہیں دیتا ہے بلکہ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہے کہ کل قیامت والے دن انسان کہے گا میرے اتنے روزے، اتنی نمازیں، عبادات ہیں۔ حکم ہوگا میرے دوستوں سے دوستی اور میرے دشمنوں سے دشمنی بھی کی یا نہیں؟ ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیکھتے ہیں کہ تلواریں لے کر اپنے والد، بھائی، اور رشتہ داروں کے خلاف صف اسلام میں کھڑے ہیں۔ اللہ عزوجل صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

(سورۃ الفتح، سورت 48، آیت 29)

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله " ترجمہ: جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب في الإقامة بارض الشرك، جلد 3، صفحہ 93، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت)

کفار و بد مذہبوں سے دوستیاں کرنا تو بڑی دور کی بات ان بد مذہبوں کے ساتھ کھانا کھانے پینے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا "لا تواكلوهم ولا تشاربوهم ولا تحالسوهم ولا تصلو معهم ولا تصلو عليهم" ترجمہ: نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو نہ ان کے اس بیٹھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو۔

(كنز العمال، كتاب الفضائل، الفصل الأول: في فضائل الصحابة اجمالا، جلد 11، صفحہ 540، موسسة الرسالة، بيروت)

بد مذہبوں کی عزت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا "عن عبد الله بن بشير رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم من وقر صاحب بدعة وفقد اعان على هدم الاسلام" ترجمہ: عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی بد مذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔

(المعجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، جلد 7، صفحہ 35، دار الحرمين، القاہرة)

دوسری حدیث میں ہے " من أكرمه أو لقيه ببشر فقد استخف بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم ملخصا" ترجمہ: جو کسی بد مذہب کا اکرام کرے یا اس سے خندہ پیشانی سے ملا بے شک اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر اتاری گئی۔

(مسند الشهاب، من انتهر صاحب بدعة ملأ الله قلبه أمنا وإيمانا، جلد 1، صفحہ 318، موسسة الرسالة، بيروت)

بد مذہبوں سے نفرت و بغض رکھنے والوں کو بُرا بھلا کہنے والے، انہیں شدت پسند کہنے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کو پڑھیں "تقربوا الى الله ببغض اهل المعاصى و القوهم بوجوه مكفهرة التمسو ارضا الله بسخطهم و تقربو الى الله بالتباعد عنهم" ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کرو اہل معاصی کے بغض سے اور ان سے تُرش روئی کے ساتھ ملو اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ عزوجل کی نزدیکی ان کی دوری سے چاہو۔

(كنز العمال، الفصل الثاني: في تعديد الأخلاق المحمودة على ترتيب الحروف المعجمة، جلد 3، صفحہ 65، موسسة الرسالة، بيروت)

حدیث پاک میں ہے "عن انس رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم اذا رأيتم صاحب بدعة فاكهروا فى وجهه فان الله يبغض كل مبتدع ولا يجوز احد منهم على الصراط لكن يتهافتون فى النار مثل الجراد والذباب" ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جب کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے روبرو اس سے ترش روئی (بیزاری) کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ ان میں کوئی پل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹیڑی اور مکھیاں گرتی ہیں۔

(فتاوی رضویہ بحوالہ تذکرۃ الموضوعات للفتنی، صفحہ 18، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

مکاشفۃ القلوب میں ایک حدیث پاک ہے: "جس نے کسی بدعتی کو جھڑکا اللہ عزوجل اسکے دل کو ایمان سے بھر دے گا اور جس نے کسی بدعتی کی توہین کی اللہ عزوجل

قیامت کے دن اسے امن میں رکھے گا اور جس نے امر بالمعروف کیا وہ زمین میں اللہ عزوجل کی کتاب اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔"

(مکاشفة القلوب، صفحہ 93، ضیاء القرآن، لاہور)

ایک حدیث پاک میں ہے "لو ان صاحب بدعة مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن و المقام لم ینظر اللہ فی شئی من امرہ حتی یدخلہ جہنم" ترجمہ: اگر کوئی بدمذہب تقدیر ہر خیر وشر کا منکر خاص حجر اسود ومقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی عزوجل ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے۔

(العلل المتناہیہ، حدیث 215، جلد 1، صفحہ 140، نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

یہ وہ ذات فرما رہی ہے جو رحمۃ للعلمین ہے جب رحمت عالمیان ہی ہمیں یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ ان سے ترش روی اختیار کرو تو پھر کسی دوسرے مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ ان سے موالات قائم کرے ان کی محافل ومجالس میں شرکت کرے، ان کے عقائد کو درست کہے۔ مسلمانوں کو ان احادیث پر عمل کرتے ہوئے بدمذہبوں کی تقاریر اور صحبت سے بچنا چاہئے، یہ نہ سوچیں کہ وہ بھی تو قرآن وحدیث کی باتیں کرتے ہیں کیونکہ جتنے بھی فرقے ہوئے یا ہونگے سب قرآن وحدیث کے معنی ومفہوم کو پھیر کے اپنے عقیدہ کا حق ہونا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اسلام میں عقیدہ اور عمل دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے، بلکہ عقیدہ کا صحیح ہونا عمل کے صحیح ہونے سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ جب عقیدہ درست نہیں عبادت کیا نفع دے گی؟ اور اگر عقیدہ تو درست ہے لیکن شریعت پر عمل نہیں وہ قابل گرفت ہے لیکن اپنی سزا پا کر کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور جائے گا بخلاف کفریہ عقیدہ رکھنے والے کے

کہ وہ جنت تو کیا جنت کی بو بھی نہ پائے گا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ (اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے ہمیں صحیح عقیدہ پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 28)

اس آیت میں صراحت کے ساتھ کفار سے دوستیاں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کاروباری، ملکی مفادات کے طور پر کفار سے تعلقات رکھنے کی اجازت ہے نہ کہ ان کو راضی کرنے اپنی کرسی بچانے کے لئے خلاف شرع کام کیا جائے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔

(سورۃ النساء، سورت 4، آیت 139)

ملکی ومعاشی استحکام کفار سے دوستانہ مراسم قائم کر کے انکی مذہبی تقریبوں میں جا کر بہتر نہ ہوں گے بلکہ شریعت محمدی کے نافذ کرنے پر ہوں گے۔ زمانے جاہلیت سے ہی مکہ والوں کی حج کے دنوں میں خوب تجارت ہوتی تھی۔ جب اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ مشرکین کو مسجد حرام میں داخل نہ ہونے دیں تو اس تجارتی ظاہری نقصان کی فکر کو

بھی ختم فرمادیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تمہیں دولت مند کردے گا اپنے فضل سے اگر چاہے بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (سورۃ التوبہ، سورت 9، آیت 28)

مسلمانوں نے جب اس آیت پر عمل کرتے ہوئے مشرکین کا حرم میں داخلہ منع فرمادیا تو اللہ تعالیٰ نے انکی معیشت کو مزید بہتر فرمادیا۔ کفار سے جتنے بھی موالات قائم کرنے کی کوشش کی جائے وہ دل سے مسلمانوں کے دشمن ہونگے، جب بھی موقع ملے گا یہ آپس میں مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی قصر نہ چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ المائدہ، سورت 5، آیت 51)

یہ کہنا کہ بزرگانِ دین کسی بدمذہب کو برا نہیں کہتے تھے جہالت ہے۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں بے شمار گروہ باطلہ کا رد کیا ہے۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں فرقوں کا باقاعدہ نام لکھ کر اسکا رد کیا ہے۔ اسکے علاوہ علماء و مشائخ شروع سے ہی بدمذہبوں کا شد و مد کے ساتھ اپنی کتابوں میں رد کرتے آئیں

ہیں اور موجودہ دور میں بھی رد کر رہے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافر کو کافر نہ کہو اور دلیل دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے وہ مسلمان ہو جائے۔ اگر ان کے اس اُصول پر عمل کیا جائے تو پھر مسلمان کو مسلمان بھی نہ کہنا چاہئے کہ ہو سکتا ہے کافر ہو جائے (معاذ اللہ عزوجل)۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کافر کو کافر کہلوایا چنانچہ قرآن میں ہے ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ بلکہ کفار کو جہنم کا مستحق نہ جاننا بھی کفر ہے۔ لہٰذا جو پیر صلح کلی کا قائل ہو اسکی بیعت ناجائز ہے بلکہ ایسے پیر کے ایمان کا خطرہ ہے۔

حرفِ آخر

الحمد للہ عزوجل! اللہ عزوجل کے فضل اور حضور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے اس کتاب میں قرآن وحدیث اور اقوالِ صوفیاء سے طریقت اور اسکے احکامات کو واضح کردیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ طریقت اور شریعت جدا نہیں ہے بلکہ طریقت شریعت کی تابع ہے۔ کوئی بھی مسلمان ہو چاہے وہ عالم ہو چاہے پیر ہو وہ شریعت سے آزاد نہیں ہے۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں سیدی راہ دکھائے اور میری، میرے مرشدِ کامل، میرے اساتذہ، میرے والدین، عزیز اقارب، دوست احباب، ناشر اور جمیع مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور جو بھی اسکے لکھنے، پڑھنے، عمل کرنے میں ثواب ہو وہ ان سب کے پہنچائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وسلم

المصادر و المراجع

الف

القرآن

ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری، المدخل، دار الکتاب العربی، بیروت

ابن بطال، شرح بخاری لابن بطال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ابن حجر مکی، فتاوی حدیثیہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی

ابن عبد البر الاندلسی، جامع البیان العلم وفضلہ، دار ابن الجوزی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

ابن عربی، الفتوحات المکیۃ لابن عربی، دار احیاء التراث العربی، بیروت

ابن جوزی، تلبیس ابلیس، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ریاض

ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین النسفی، تفسیر النسفی، دار الکلم الطیب، بیروت

ابو الحسن شطنوفی، بہجۃ الاسرار، مصطفےٰ البابی، مصر

ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد، ریاض

أبو بکر بن أبی شیبۃ، عبداللہ بن محمد بن ابراہیم، مصنف ابن ابی شیبہ، مکتبۃ الرشد، ریاض

ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، المکتب الاسلامی، بیروت

ابو جعفر الطبری، جامع البیان فی تأویل القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

ابو جعفر الطبری، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ

ابو جعفر الطبری، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاہرۃ

ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریۃ، بیروت

ابو عبداللہ الحاکم، المستدرک للحاکم، دار الفکر، بیروت

ابو عبداللہ محمد بن سلامۃ القضاعی المصری، مسند الشہاب، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر

ابو کلیم محمد صدیق فانی، شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت، اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ

ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی، معالم التنزیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت

ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء، دار الکتاب العربی، بیروت

احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، الصواعق المحرقۃ، مکتبہ مجددیہ، ملتان

احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت

احمد رضا خان، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، قدرت اللہ کمپنی، لاہور

احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

احمد رضا خان، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور

احمد رضا خان، فتاوی افریقہ، نوری کتب خانہ، لاہور

احمد رضا خان، احکام شریعت، شبیر برادرز، لاہور

احمد سعید کاظمی، وحدت الوجود کیا ہے، اعلیٰ حضرت نیٹ ورک، اوکاڑہ

احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

احمد یار خان نعیمی، تفسیر نعیمی، نعیمی کتب خانہ، گجرات

احمد یار خان نعیمی، تفسیر نور العرفان، نعیمی کتب خانہ، گجرات

احمد یار خان نعیمی، مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

احمد یار خان نعیمی، رسائل نعیمیہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

احمد یار خان نعیمی، جاء الحق، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

آرتھر کرسٹن، ایران بعہد ساسانیاں، انجمن ترقی اردو، لاہور

اِسماعیل بن محمد بن الفضل، الترغیب والترہیب، دار الحدیث، القاہرۃ

اسمٰعیل بن محمد عجلونی، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

اِسماعیل حقی بن مصطفٰی، روح البیان، دار الفکر، بیروت

اشرف آصف جلالی، محبت ولی کی شرعی حیثیت، صراطِ مستقیم پبلی کیشنز، لاہور

اقبال، فلسفۂ عجم، نفیس اکیڈمی، کراچی

اقبال احمد فاروقی، رجال الغیب، مکتبہ نبویہ، لاہور

اقتدار احمد خان نعیمی، تفسیر نعیمی، نعیمی کتب خانہ، گجرات

الیاس عطار قادری، فیضانِ سنت، مکتبۃ المدینہ، کراچی

امجد علی اعظمی، بہارِ شریعت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

امین، مقالات امینیہ، مکتبہ صبح نور فیصل آباد

امین الدین احمد قادری، عرفان الحق، جمعیت اشاعت اہلسنت، کراچی

ب

بشیر احمد ڈار، تاریخ تصوف، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

بدر الدین اسحاق، اسرار الاولیا، مکتبہ فریدیہ جناح روڈ، ساہیوال

بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ت

تراب الحق قادری، مزاراتِ اولیاء اور توسل، زاویہ پبلیشرز، لاہور

ث

ثناء اللہ پانی پتی، السیف المسلول، فاروقی کتب خانہ، ملتان

ثناء اللہ پانی پتی، تذکرۃ الموتی والقبور، نوری کتب خانہ، لاہور

ج

جلال الدین امجدی، فتاوٰی فیض الرسول، شبیر برادرز، لاہور

جلال الدین سیوطی، شرح الصدور شرح حال الموتی والقبور، اسلامی کتب خانہ، لاہور

جلال الدین سیوطی، الدر المنثور، دار الفکر، بیروت

جلال الدین سیوطی، الحاوی للفتاوٰی، دار الفکر، بیروت

جلال الدین سیوطی، الخصائص الکبرٰی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ح

حامد رضا خان، فتاوٰی حامدیہ، شبیر برادرز، لاہور

خ

خطیب بغدادی، تاریخ بغدادی، دار الکتب العربی، بیروت

خیر الدین رملی، فتاوٰی خیریہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی

ز

زرقانی، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، دار المعرفۃ، بیروت

زکی الدین عبدالعظیم منذری، الترغیب والترہیب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

س

سعادالدین تفتازانی، شرح عقائد نسفی، حقانیہ، ملتان

سلطان باہو، اسرار قادری، باہو پبلیشرز، گوجرانوالہ

سلطان باہو، عین الفقر، مرتب شاہد القادری، باہو پبلیشرز، گوجرانوالہ

سلطان باہو، عقل بیدار، مرتب شاہد قادری، باہو پبلیشرز، گوجرانوالہ

سلطان باہو، توفیق ہدایت، باہو پبلیشرز، گوجرانوالہ

ش

شاہ ولی اللہ، القول الجمیل مع شفاء العلیل، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

شاہ ولی اللہ، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، عباسی کتب خانہ، کراچی

شفیع اوکاڑوی، ذکر جمیل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

شفیق، فلسفہ ہند و یونان، مجلس ترقی ادب، لاہور

شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی، ارشاد الساری، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، مصر

شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، مطبعۃ المشہد الحسینی، قاہرہ

شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الألوسی، تفسیر روح المعانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

شیرویہ بن شہردار، الفردوس بماثور الخطاب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

ظ

ظہور احمد فیضی، انوار العرفان فی أسماء القران، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ع

عبدالعزیز الفرہاری، النبراس شرح عقائد، مکتبہ حقانیہ، ملتان

عبدالحکیم شرف قادری، مقالات شرف قادری، مکتبہ قادریہ، لاہور

عبدالحکیم شرف قادری، عقائد ونظریات، مکتبہ قادریہ، لاہور

عبدالحق محدث دہلوی، تعارف فقہ وتصوف، ممتاز پبلی کیشنز، لاہور

عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات،، کتب خانہ مجیدیہ

عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ممتاز اکیڈمی، لاہور

عبدالحق محدث دہلوی، جذب القلوب الی دیار المحبوب، مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں، لاہور

عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ضیاء القرآن، لاہور

عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، سنن نسائی، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، حلب

عبدالرحیم ویونس اویسی، فتاوٰی بریلی، شبیر برادرز، لاہور

عبدالرؤف مناوی، فیض القدیر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری، الرسالۃ القشیریۃ، دارالمعارف، القاہرۃ

عبدالقادر بلی، تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، سنی دارالاشاعت علویہ، فیصل آباد

عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب، قرآن محل، کراچی

عبداللہ احمد بن محمود، تفسیر نسفی، رحمانیہ، لاہور

عبداللہ بن اسعد یافعی، روض الریاحین فی حکایات الصالحین، رضا پبلیشرز، لاہور

عبداللہ بن اسعد یافعی، مرآۃ الجنان، دارالکتب العلمیہ، بیروت

عبداللہ بن عمر البیضاوی، تفسیر بیضاوی، داراحیاء التراث، دمشق

عبدالمجید سالک، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ثقافتِ اسلامیہ، لاہور
عبدالمصطفیٰ اعظمی، جنتی زیور، مکتبۃ المدینہ، کراچی
عبدالوہاب شعرانی، الطبقات الکبریٰ للشعرانی، مصطفےٰ البابی، مصر
عبدالوہاب شعرانی، الیواقیت والجواہر، مصطفےٰ البابی، مصر
عطاء الرحمٰن قادری، سیرتِ صدر الشریعہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
علی بن سلطان محمد القاری، شرح فقہ اکبر، دار الکتب العلمیہ، بیروت
علی بن سلطان محمد القاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، دار الفکر، بیروت
علی بن سلطان محمد القاری، شرح شفا للقاری علی ہامش نسیم الریاض، الازہریہ، مصر
علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین، کنز العمال، موسسۃ الرسالۃ، بیروت
علی ہجویری، کشف المحجوب، شبیر برادرز، لاہور

غ

غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علم وعرفان پبلیشرز، لاہور
غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری، تفہیم البخاری پبلی کیشنز، فیصل آباد
غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، فرید بک اسٹال، لاہور
غلام رسول سعیدی، شرح مسلم، فرید بک اسٹال، لاہور

ف

فاسی، مطالع المسرات، مکتبہ نوریہ رضویہ، لائلپور
فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت
فرید الدین، تذکرۃ الاولیاء، ضیاء القرآن، لاہور

فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور
فیض احمد اویسی، جدید مسائل کے شرعی احکام، بزم اویسیہ رضویہ، کراچی

ق

قاسم قادری، رسائل قادریہ، مکتبہ اہلسنت، فیصل آباد
قاسم قادری، علم اور علماء کی اہمیت، مکتبہ اہلسنت، فیصل آباد
قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ، عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ، ملتان

ک

کرم شاہ الازہری، مقالات پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام، فتح القدیر، دار الفکر، بیروت

م

مبارک علی علوی کرمانی، سیر الاولیاء، مرکزی اردو سائنس بورڈ، لاہور
مجلس المدینۃ العلمیہ، آداب مرشد کامل، مکتبۃ المدینہ، کراچی
محمد بن اسماعیل البخاری، بخاری شریف، دار طوق النجاۃ، مصر
محمد بن یزید القزوینی، سنن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیۃ، الحلبی
محمد غزالی، کیمیائے سعادت، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور
محمد غزالی، احیاء العلوم، المشہد الحسینی، قاہرہ
محمد غزالی، مکاشفۃ القلوب، ضیاء القرآن، لاہور
محمد غزالی، علم کی حقیقت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

محمد غزالی، ایھا الولد، مکتبہ غوثیہ، کراچی
محمد غزالی، منہاج العابدین، شبیر برادرز، لاہور
محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی، اتحاف السادۃ المتقین، دار الفکر، بیروت
مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت
مسعود احمد، مجدد الف ثانی حالات، افکار و خدمات، ادارہ مسعودیہ، کراچی
مصطفیٰ رضا خان، فتاوی مصطفویہ، شبیر برادرز، لاہور
منظور احمد شاہ، مدینۃ الرسول، مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ، ساہیوال
میر عبد الواحد بلگرامی، سبع سنابل، فرید بک اسٹال، لاہور
میر سید جرجانی، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیہ، بیروت

ن

نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، قدرت اللہ کمپنی، لاہور
نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، مجمع الزوائد، مکتبۃ القدسی، القاہرۃ

و

وقار الدین رضوی، وقار الفتاوی، بزم وقار الدین گلستان مصطفیٰ، کراچی
ولی الدین العراقی، مشکوۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت

ے

یحیٰی بن شرف نووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج دار احیاء التراث العربی، بیروت
یوسف نبہانی، جامع کرامات اولیاء، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

English Books

E.Dale Sannders ,Buddhian in Japan, Charles E. Tuttb Company ,Tokyo
The Essentials of Indian Philosophy, London Hiriyaana,
Juan Mascaro,The Bhagyad Gita, Nicholis Company
Sir Persy Siecks,The History of Persia,London
W.T. Stace,A Critical History of Greek Philosophy, Macmillan and co, London

اس کتاب میں اگر کوئی شرعی غلطی یا حوالہ میں غلطی ہو تو رضائے الٰہی عزوجل کے لئے اس کی نشاندہی کر کے ثواب کمائیں۔

اس کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات اس ای میل ایڈریس پر بھیجیں

abuahmadanasraza@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام

اور عصرِ حاضر کے

مذاہب کا تقابلی جائزہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

اسلام کا تعارف اور اسلام کی خصوصیات، صرف اسلام ہی دین حق کیوں؟ اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات، عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت، زرتشت، بہائی، دہریت، شیطان پرستی اور دیگر رائج مذاہب کا تعارف اور اسلام سے تقابل، عصرِ حاضر میں مختلف ممالک میں موجود مذاہب کی معلومات

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری
تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ
ایم ۔اے اسلامیات، ایم ۔اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

220

ادارے کی دیگر کتب

مکتبہ امام اہلسنت

Cell:0332-1632626

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج وعمرہ کرنے اور سعودیہ روزگار کے سلسلہ میں جانے والوں کے لئے بے حد مفید کتاب

حج و عمرہ
اور
عقائد و نظریات

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

سعودی تاریخ، مقدس مقامات کو قائم رکھنے اور اس کی زیارت کرنے کی شرعی حیثیت، روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا،

روضہ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا، مزارات پر حاضری و دعا مانگنے اور ان پر گنبد بنانے کی شرعی حیثیت،

غیر اللہ سے مدد مانگنے اور انبیاء و صالحین کے وسیلے سے دعا مانگنے کا ثبوت،

سعودیہ میں ہونے والے غیر شرعی افعال کی نشاندہی، اعتراضات کے جوابات

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشھادۃ العالمیۃ

ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat